انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب اجازت

اعلیحضرت بندگان عالی متعالی ہز ہائنس آصف جاہ

مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خان بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ

ملکہ و سلطانہ و ادام اقبالہ کے نام نامی و اسم

گرامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے۔

فہرستِ مضامین

مضمون	صفحہ
مُقدّمہ	

مضمون	صفحہ

صفحہ	مضمون
	(۱۳) لیلیٰ بستر مرگ پر ۱۰۶
۱۰۹	امیر خسرو، ملا مکتبی شیرازی، ملا ہاتفی ہروی
	(۱) حمد ۱۰۹ (۲) نعت ۱۱۱ (۳) لیلیٰ ۱۱۳
۱۱۵	ختمِ کلام
	متن
۱	حمد
۵	مناجات
۸	نعت
۱۰	معراج
۱۳	مدحِ شیخ
۱۴	محمدۂ سلطان
۱۸	خطاب بادشاہِ وقت
۲۰	سببِ نظمِ کتاب
۲۳	حکایتِ دو دیو
۲۶	نصیحت بفرزند
۳۶	حکایتِ شباں
۳۸	آغازِ حکایت
۴۵	افشاءِ راز و پردۂ لیلیٰ
۴۹	خرابی و وارفتگیِ مجنوں
۵۹	پندِ پادر بمجنوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مقدّمہ

حُسنِ اتفاق، حضرت امیر خسرو کو سات برس کی عمر میں داغِ یتیمی نصیب ہوا تو انھوں نے اپنے نانا عماد الملک کی آغوشِ شفقت میں پرورش پائی۔ امیر سیف الدین والد کا نام تھا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

سیف از سرم برفت و دلِ من دو نیم ماند
دریائے ما رواں شد و دُرِّ یتیم ماند

آج تقریباً سات سو برس کے بعد دوسرے نواب عماد الملک کے فیضِ تربیت سے کلامِ خسروی کے دُرِّ یتیم تازہ آب و تاب سے دیدۂ روزگار کو روشن کر رہے ہیں نہیں نہیں، طوطیِ ہند کے فرزندانِ معنوی (جو باپ کے دامنِ شفقت سے جدا ہو کر کس مپرسی کی یتیمانہ بیکسی میں مبتلا اور بیدرد کاتبوں کی جفا کاری سے نیم مُردہ بلکہ مردہ ہیں) حیاتِ تازہ حاصل کر رہے ہیں۔ مہمات و جزئیات کالج کے ساتھ ساتھ

اہتمام کُلیاتِ خسرو کی باگ ایسے روشن دماغ[1] کے ہاتھوں میں ہی جو ادب فارسی کے گھرانے کا چشم و چراغ اور حسرتی مرحوم کا خلف رشید ہی۔

کُلیاتِ خسرو کے مختلف اجزا تصحیح و تنقید کے واسطے مختلف اہل دانش کے سپرد فرمائے گئے۔ مجنوں لیلی کی خدمت کا ع

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

عذر کیا مقبول نہوا۔ فحملہ الانسان قبول خدمت کے وقت ہرگز وہ دقّت ذہن میں نہ تھی جو پیش آئی۔ قدیم قلمی نسخوں کی صحت پر اعتماد اور کُلّی اعتماد تھا۔ تجربہ کے بعد بالکلیہ زائل ہوگیا۔ جو نسخہ صحت کے لئے مجھکو دیا گیا وہ ایک نسخہ سے منقول اور دوسے مقابلہ شدہ تھا۔ ایک قلمی نسخہ مقابلے کے واسطے مجھکو ملا۔ دوسرا میرے کتاب خانے میں تھا۔ میرے نسخے نے اوّل مقابلہ میں شکست کھائی۔ دوسرے نے بھی بارہا ہتیار ڈالے مگر میں نے آخر تک مقابلہ کیا۔ بہت سے مقامات صحیح ہوگئے۔ تاہم اشعار کی خاصی تعداد کاتبوں کے پنجۂ ظلم سے نکلنے کو تڑپتی رہ گئی۔ ایک اور نسخہ عطا ہوا جو سر سالار جنگ کے کتاب خانہ کا تھا۔ اس سے بھی مدد ملی۔ ضرورت پھر بھی باقی تھی۔ دو نسخے اور دستیاب ہوئے۔ صحت کا قدم آگے بڑھا۔ اب بھی معدودے چند مقام صحت طلب ہیں۔ شوقِ تلاش دل میں ہی۔ اور نسخہ ہاتھ آتا ہے تو انشاءاللہ یہ بھی درست ہوجائیں گے۔

---

[1] نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکرٹری محمڈن کالج ۱۲

چند مہینے کے مطالعہ کے بعد مثنوی کی طرز بیان سے مناسبت ہو گئی نیز یہ بھی تجربہ ہو گیا کہ کاتب کہاں کس قسم کی غلطی کرتے ہیں۔ کہیں کہیں اس مناسبت اور تجربہ سے بھی کام نکلا۔ اگر صحت پر مفصل بحث کروں تو مبحث تو دلچسپ ہوگا لیکن مقصود سے بُعد ہو جائیگا۔ خلاصہ یہ ہی کہ جن نسخوں کا ذکر ہوا اُن میں سے تقریباً ہر ایک پاکیزگیِ خط، خوبی کاغذ، زیب و زینت اور قدامت کے لحاظ سے نایاب ہی۔ لیکن اصل مرض کی دوا نہیں یعنی صحت مفقود ہی۔ کاتبوں نے کند چھری سے خسرو کے معنوی شاہزادوں کو ذبح کیا ہی۔ نہ صرف ذبح کیا ہے بلکہ جہاں ہاتھ پڑ گیا صاف اُڑا دیا۔ مجھکو حیرت ہی کہ صدہا برس کے دوران میں کسی نے ان نسخوں کو نہ دیکھا۔ دیکھا تو صحیح نہ کیا اور اگر صحیح سمجھکر دیکھا تو کیا دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ نسخے محض کتاب خانوں کی زینت تھے۔ صحیح نسخے وہ ہوں گے جو ظاہری آرایش سے معرا اہل فن کے لکھے ہوئے اور اُستادوں کے زیر مطالعہ رہکر زیور صحت سے آراستہ ہوئے ہوں گے۔ افسوس کہ اب تک کوئی ایسا نسخہ ہاتھ نہیں آیا۔ مجھکو قلمی کتابوں سے سالہا سال سے شوق ہی۔ حیف کہ اس تلخ تجربہ نے کاتبوں کا اعتبار بالکل کھو دیا۔ اسی کے ساتھ بارہا اُن بزرگوں کی محنت وہمت پر دل سے آفرین نکلی جنھوں نے قرآن وحدیث کو اہل قلم کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔ جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء اگر یہ نہوتا تو کیا ہوتا۔ معاذ اللہ خود دین نہوتا۔

البلاءُ قدیمٌ۔ کاتبوں کے ظلم وستم کا اندیشہ خود امیر خسرو کو بھی تھا ؎

ہر کو نکند بہ طبع قابل
مابعد نوشتنش مقابل
یا بیتے ازیں عدد کند کم
کم باد و ز اخلاصی او غم

مگر کاتب کب پروا کرتے ہیں۔ آج اگر امیر خسرو زندہ ہو کر اپنے کلام کی تباہی دیکھیں تو یقیناً فرط غم سے پھر زندگی سے خلاص پا جائیں ؎ صائب

ہرگز از چنگیز خاں بر عالم صورت نرفت
آن ستم کز کاتباں بر اہلِ معنی می رود

مجنوں لیلے یہ مثنوی خمسۂ خسروی کی تیسری مثنوی ہے جو مطلع الانوار اور شیریں خسرو کے بعد لکھی گئی۔ ۶۹۸ھ میں منظوم ہوئی[1]۔ اس کی تصنیف کے وقت حضرت امیر خسرو کی عمر چوالیس برس کی تھی اور دیوان تحفۃ الصغر وسط الحیوٰۃ اور غرۃ الکمال اور مثنوی قرآن السعدین مرتب ہو چکی تھی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

چوں من بدو نامہ زیں ورق بیش
راندم قلمے بہ نکتۂ خویش

[1] ۶۹۸ھ میں امیر خسرو نے تین مثنویاں لکھیں مطلع الانوار، شیریں خسرو اور لیلے مجنوں۔ ان کے اشعار کی مجموعی تعداد دس ہزار بیالیس ہے ۱۰۰۴۲ ۱۲ حسرت شروانی

ولہ

تاریخ زہجرت آنکہ بگذشت
سالش نو دست و شش صد و ہشت
۶۹۸

خمسۂ نظامی کی مثنوی کا نام لیلیٰ مجنوں ہے طوطیٔ ہند نے مجنوں لیلےٰ رکھا۔

نامش کہ زغیب شد مسجّل
مجنوں لیلےٰ بعکسِ اوّل

مجنوں لیلیٰ کے اشعار دو ہزار چھ سو ساٹھ ہیں ؎

بیتش بشمارِ راستی ہست
جملہ دو ہزار و شش صد و شصت
۲۶۶۰

نسخہ ہذا میں تعداد اشعار دو ہزار چھ سو آٹھ ہے۔ ۲۶۰۸ مختلف نسخوں کے مقابلے سے اڑتالیس ۴۸ کا اضافہ ہوا۔ باون اب بھی کم ہیں۔

قصۂ لیلیٰ مجنوں لیلیٰ مجنوں کی حکایت کا تعلق سرزمین عرب سے ہے۔ اور یہ دو نوں غیر فانی ہستیاں عربی نژاد تھیں۔ مردانہ عشق کا لوازمہ شورش اور جوش و خروش ہے عرب کے جذبات نے ہر میدان میں سادگی و صداقت کی قوت سے فتح پائی ہے۔ انھی اوصاف کی مدد سے قیس عامری بھی میدان عشق میں گوئے سبقت لے گیا۔ اُس کا حریفِ شہرت فرہاد سرزمین ایران کا ثمرہ تھا۔ چناں چنیں سے فرصت نہ ملی ع

سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

قصر شیریں کی زیب و زینت کے لئے جوئے شیر کی فکر میں سرگرداں رہا۔ آخر تیشہ نے پانوں پر گر کر کام تمام کر دیا۔ مجنوں کی بے تعلقی کا یہ اثر ہے کہ اس کی تصویر حماموں میں برہنہ کھینچی جاتی تھی ع

قیس تصویر کے پردہ میں بھی عریاں نکلا

عشق کی تاثیر دیکھو۔ عربی، فارسی، ترکی، پشتو، اردو، یہ پانچوں زبانیں اُس کے دمِ گرم کی تاثیر سے منور و تابدار ہیں۔ یورپ کے لٹریچر بھی ان ناموں سے خالی نہیں۔ اور اس طرح ایک عالم آج تک اُس کے زیرِ نگیں ہے۔ اور کوئی دوسرا لٹریچر قیس کا ہمپایہ عاشق پیش نہیں کر سکا۔

اثر سوز و گداز کی قوت سے وہ مضامین جو سرزمین عرب سے مخصوص تھے فارسی اور اردو میں شیر و شکر ہو گئے۔ ناقہ، محمل، ساربان، حُدی، صحرا، خارِ مغیلاں، قبیلہ، یہ تمام الفاظ گل و بلبل اور شمع و پروانہ کی مثل باعثِ گرمی ہنگامہ ہیں۔ شعرائے فارسی کی نکتہ سنجی و نزاکت آفرینی نے کیسے کیسے بدیع اسلوب پیدا کئے ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

شفائی اصفہانی ؎

ناقہ را می راند لیلیٰ سوئے خلوت گاہِ ناز
ساربان در رہ حُدی میخواند و مجنوں میگریست

حافظ شیرازی ؎

دررہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اوّل قدم آن ست کہ مجنوں باشی

شاپور طہرانی ؎

غمش در نہاں خانۂ دل نشیند
بنازیکہ لیلےٰ بہ محمل نشیند

ملک قمی ؎

رفتم کہ خار از پاکشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راہم دور شد

عرفی شیرازی ؎

تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حُدوثِ تو ولیلائے قدم را

صائب ترشیزی ؎

داغ فرزندی کند فرزندِ دیگر را عزیز
تنگ ترگیر د ز مجنوں در بغل صحرا مرا

میرزا غالب دہلوی ؎

بہ شرع آمیز و حق می جوز مجنوں کم نیٔ بارے
دلش با محمل ست اما سخن با ساربان دارد

عشق مجنوں کی حکایات گوناگوں تصوف میں سرمایۂ درد و مایۂ سوزش ہیں۔ اگر مختلف زبانوں کا وہ کلام جس میں مجنوں و لیلی کا ذکر ہے فراہم کیا جائے تو یقین ہی کہ ایک مختصر کتاب خانہ مرتب ہو جائے۔

اس میں سخت اختلاف ہی کہ مجنوں کا وجود واقعی ہے یا فرضی۔ صاحب اغانی نے اس پر مفصل بحث کی ہی۔ متعدد روایتیں فرضی ہونے کی تائید میں نقل کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہی کہ خاندان بنی امیہ کا ایک شاہزادہ کسی پری جمال پر فریفتہ تھا۔ راز عشق چھپانے کے لئے جو اشعار عالم وارفتگی میں کہتا مجنوں کے نام سے کہتا۔ ع

دیوانہ بکار خویش ہشیار

قوی قول یہ ہی کہ مجنوں اور لیلی فی الواقع اس عالم میں تھے۔ نجد اُن کا وطن تھا۔ نجد عرب کا وہ حصہ ہی جو شام سے متصل اور نہایت شاداب ہی۔ اُس کے سرسبز پہاڑ پھولوں کی خوشبو سے مہکتے ہیں۔ عرار[1] نجد مشہور ہی۔ دونوں قبیلۂ بنی عامر کے چشم و چراغ تھے۔ مجنوں کا نام قیس ہے۔ بعض نے مہدی بھی لکھا ہی۔ نسب قیس بن الملوح بن مزاحم بن عدی بن ربیعہ بن جعدہ بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔ لیلی کا نسب لیلی بنت مہدی بن سعد بن مہدی بن ربیعہ بن الحریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کنیت ام مالک۔ مروان بن حکم اموی کے عہد کا یہ واقعہ ہی (۶۴ھ لغایۃ ۶۵ھ)

---

[1] ایک خوشبودار درخت ۱۲ حسرت

بچپن میں دونوں اپنے اپنے گھر کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ اُسی عالم میں عشق کا نشو و نما ہوا۔ جب سن بڑھا اور چرچا ہوا تو لیلیٰ کا پردہ ہو گیا۔ فراق سے مجنوں کی شورش بڑھی، شورش کے ساتھ شہرت و رسوائی۔ والدین نے فرطِ رحم سے شادی کا پیام دیا۔ خانۂ رسوائی تباہ، لیلیٰ کے ماں باپ کو داغ بدنامی گوارا نہوا۔ خانہ آبادی سے انکار کر دیا۔ برقِ انکار نے قیس کا خرمنِ ضبط و صبر پھونک دیا۔ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل گیا۔ بادیہ نوردی میں عشق کے جوہر چمکے۔ مجنوں سوزِ عشق کے ساتھ عربی فصاحت سے بھی بہرہ یاب تھا۔ ہر موقع کے متعلق اُس کے پُر درد اشعار ہیں جو عشق و محبت کے آئین و آئینہ ہیں۔ میں یہاں کچھ نمونے دکھاتا لیکن ایک عبرت خیز واقعہ سے ڈرا ہوا ہوں۔

علامہ شبلی کی کتاب شعر العجم پڑھکر اہلِ ذوق نے یہ داد دی کہ اگر اس میں اشعار فارسی کے بجائے اُردو ترجمہ ہوتا تو خوب ہوتا، اشعار فارسی سے بے لُطفی ہو جاتی ہی۔ فارسی کا یہ حال ہی تو عربی کا کیا حشر ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بادیہ پیمائی میں مجنوں کے ہمدمِ خاص آہوانِ صحرا تھے۔ یوں رشتۂ ہمدمی سب دودم کے ساتھ مستحکم تھا۔ بیٹے کی تباہی سے ماں باپ کا دِل کُڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ حرم محترم میں لائے اور کہا کہ خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑ کر عشق لیلیٰ سے نجات پانے کی دُعا مانگو۔

مجنوں نے پردہ پکڑا اور کہا ؎

	(ترجمہ)
یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّی حُبَّهَا اَبَدًا	اے میرے رب لیلیٰ کی محبت میرے دل سے کبھی نہ نکالنا
وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنَا	اور خدا اُس بندے پر رحمت کرے جو میری دُعا پر آمین کہے

ستم پر ستم یہ ہوا کہ بے درد والدین نے لیلیٰ کی شادی دوسری جگہ کر دی مجنوں پر تو جو مصیبت گذری ہو گی وہ ظاہر ہے۔ لیلیٰ کی بیتابی و بیقراری نے شوہر پر زندگی وبالِ جان کر دی اور تنگ آ کر بے تعلق ہو گیا۔ مجنوں کبھی کبھی جوشِ وحشت میں دیارِ جاناں میں آتا اور دردناک اشعار سے لیلیٰ اور اُس کے اہلِ قبیلہ کو بیقرار کر جاتا آخر لیلیٰ اسی حسرت و یاس میں جان سے گذر گئی۔ مجنوں وفاتِ جاناں کی خبر سُنکر کب زندہ رہ سکتا تھا۔ نامراد مر گیا۔ یہ ہے عربی قصہ کا خلاصہ۔

مثنوی مولنا نظامیؒ کے عنوان مفصلۂ ذیل ہیں۔

حمد، مناجات، نعت، منقبتِ چار یار، معراج، نصیحت، ترتیب کتاب، مدح ممدوح، دعائے دولت، حسبِ حال، یادگذشتگان، آغاز داستان عشق مجنوں لیلیٰ نالہ مجنوں فراقِ لیلیٰ میں، لیلیٰ کے نظارہ کو مجنوں آتا ہے، سید عامری لیلیٰ کے گھر مجنوں کا پیامِ شادی لے گیا اور ناکام رہا، زاری مجنوں، سید عامری مجنوں کو زیارت کعبہ کے واسطے لے گیا، مجنوں کی دعا، قبیلۂ لیلیٰ مجنوں کی ہلاکت پر آمادہ ہوا، باپ کی نصیحت مجنوں کو، مجنوں کا جواب، سراپائے لیلیٰ اور اُس کی شورش، لیلیٰ کا باغ میں جانا، ابن سلام لیلیٰ پر عاشق ہو کر خواستگاریِ نکاح کرتا ہے، نوفل کی مجنوں سے ملاقات اور پرسش حال، نوفل کی لڑائی قبیلۂ لیلیٰ سے، مجنوں کی شکایت نوفل سے، نوفل کی قبیلۂ لیلیٰ سے دوبارہ لڑائی، مجنوں کا مکالمہ کوّے سے، لیلیٰ اپنے باپ سے مجنوں کی مخالفت پر ناخوش ہوتی ہے، لیلیٰ کا نکاح ابن سلام سے، دونوں میں ناموافقت،

مجنوں نے لیلیٰ کے نکاح کا حال سُنا، سید عامری دوبارہ مجنوں کے پاس گیا، پدرِ مجنوں کی وفات، لیلیٰ کا مجنوں کے نام خط، مجنوں کا جواب، مجنوں کی لیلیٰ سے ملاقات باغ میں، ابن سلام کی بیماری اور وفات، لیلیٰ نے زید کو بھیجکر مجنوں کو بلایا، دونوں کی ملاقات، لیلیٰ کی بیماری اور ماں کو وصیت دلداریِ مجنوں کی، زید نے وفاتِ لیلیٰ کی خبر مجنوں کو پہنچائی، مجنوں لیلیٰ کی قبر پر جان دیتا اور اسی قبر میں دفن ہوتا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی مثنوی کے حسبِ ذیل عنوان قایم کیٔے ہیں:۔ حمد، مناجات، نعت، معراج، مدح بادشاہ، خطاب بہ بادشاہ، حکایت دیواں، نصیحت فرزند کو، حکایتِ شباں، سببِ تالیف، مجنوں کی پیدایش، مکتب نشینی، مکتب میں لیلیٰ بھی ہے، درسِ عشق کی تکرار، افشائے راز، ما کی فہمایش لیلیٰ کو، پردہ نشینی، مجنوں کی وحشت و بادیہ نوردی، مجنوں کے باپ کا جنگل سے سمجھا کر مجنوں کو ما کے پاس لانا، ما کی نصیحت، مجنوں کا باپ لیلیٰ کے یہاں شادی کا پیام دیتا ہے، نفرت کے ساتھ جوابِ انکاری، سردارِ قبیلہ نوفل کا لیلیٰ کے خاندان سے لڑنا، اسی معرکہ میں مجنوں کی جانب سے کوؤں کی ضیافت، مجنوں کی شورش کی ترقی، نوفل نے خود اپنی لڑکی کا نکاح قیس سے کردیا، مجنوں کا جوشِ وحشت اور قطعِ تعلق، لیلیٰ کا نکاح کی خبر سُنکر مجنوں کو خط لکھنا، قیس کا جواب، احباب دھوکہ دیکر مجنوں کو باغ میں لے آئے، دیوانہ گھبرا کر بھاگ نکلا، بُلبل سے مکالمہ، سگِ لیلیٰ سے ملاقات، لیلیٰ بیمار پڑتی ہے، خواب میں مجنوں کو دیکھکر شدتِ بیقراری میں ناقہ پر سوار ہوتی اور مجنوں کے پاس جا پہنچتی ہے، لیلیٰ کی مراجعت، مجنوں کی

آہ وزاری، لیلیٰ کی زار نالی، لیلیٰ سہیلیوں کے ساتھ باغ میں جاتی ہے وہاں مجنوں کا ایک رفیق اُس کو پہچان کر مجنوں کی ایک غزل پر درد و سوزناک آواز سے گاتا ہے لیلیٰ اُس کو سُنکر بیتابانہ مجنوں کا حال پوچھتی ہے، وہ رفیق امتحاناً مجنوں کی وفات کی خبر سُناتا ہے، لیلیٰ بیقرار ہوکر گھر آتی اور مُبتلائے مرضِ موت ہوتی ہے، بہارِ حُسن کی خزاں، لیلیٰ کی وفات، مجنوں خبر مرض سُنکر عیادت کو آتا اور جنازہ دیکھتا ہے، مستانہ ترانہ، دفن کے وقت جان دیتا اور ساتھ دفن ہوتا ہے، امیر خسرو اپنی والدہ اور بھائی کا نوحہ کرتے ہیں، خاتمۂ کتاب۔

داستانِ لیلیٰ مجنوں کا جو خاکہ ہم نے اوپر دکھایا اُس سے عیاں ہوتا ہے کہ قصۂ مذکور میں نہ بزم آرائی ہے اور نہ قصر وایوان کی آراستگی، تکلف سے مبرا سوز و گدازِ عشق اور مصائبِ فراق کا جانسوز افسانہ ہے اور دشت پیمائی و بادیہ نوردی کی حکایت اس کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی وہ سرکارِ خسروی میں وافر مہیا تھا، مبدأ فیاض نے دلِ پر درد اور سینۂ سراپا سوز عطا فرمایا تھا۔ حضرت نظام المشایخ قدس سرہٗ دعا میں اُن کے سوزِ سینہ کا واسطہ دیتے تھے، چشتی نسبت جوش و خروش کی ضامن تھی۔ غزل اُن کا خاص میدان تھی۔ قصۂ مجنوں کی جان تغزل ہے۔ فسانہ کا کمال یہ ہے کہ واقعہ معلوم ہو۔ واقعہ نگاری امیر خسرو کا حصّہ تھی۔ اُن کے دواوین کے مقدمات قیمتی تاریخی معلومات سے مالامال ہیں جن سے مورخوں نے مدد لی ہے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں جو شخصیت (کیرکٹر) ہے بولتی چالتی تصویر ہے۔ ہر قصہ واقعہ سے

ہمسری کرتا ہی۔ شاعر مصور فطرت ہی۔ امیر خسرو کے قلم نے جو تصویریں الفاظ میں کھینچی ہیں وہ مرقع مانی و بہزاد کی یادگار ہیں۔ امیر خسرو کا عہد ۶۵۱ھ سے ۷۲۵ھ تک ہی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مولانا نظامی مثنوی کی، سلمان ساوجی قصیدہ کی، اور شیخ سعدی غزل کی زبان مانجھ کر روکش آئینہ کر چکے تھے۔

امیر خسرو ان تینوں اقلیموں کے بادشاہ تھے۔ خود اُن کی شہادت ہی (اور اس سے بڑھکر شہادت کیا ہو سکتی ہی) کہ اُس عہد میں ہندوستان کی فارسی خراسان و ایران کی فارسی سے زیادہ فصیح و صحیح تھی۔ خلاصہ یہ کہ جس پاکیزہ اور پُرسوز زبان کی ایک عشقیہ داستان کے لئے ضرورت ہی وہ مثنوی مجنوں لیلیٰ کی زبان ہے خود فرماتے ہیں۔

آرایشِ پیکرِ معانی
بستم بہ سلاستِ روانی

بعض بعض الفاظ اُس میں ایسے بھی ہیں جو بعد کو متروک ہو گئے مثلاً نائرہ، الفنج، ستنبہ، توزی۔ مگر یہ الفاظ ایسے موقع پر استعمال ہوئے ہیں جو پرتکلف ہیں مثلاً دیووں کا قصہ حُسن و عشق کی داستان میں وہی الفاظ ہیں جن پر ایک باکمال شیرازی و اصفہانی فخر کر سکتا ہی۔ فغانی و حافظ کی غزلوں سے مقابلہ کرو ان الفاظ سے بہتر الفاظ نہ پاؤ گے۔ اب ہم مذکورۂ بالا مضامین کا جُدا جُدا نمونہ دکھاتے ہیں۔

شخصیات (۱) مجنوں (بچہ مکتب میں جاتا ہے)

سالش بشمار پنجم اُفتاد — زد نور بہ چرخ و انجم اُفتاد
شد تازہ چو نیم رستہ سروے — یا بال دمیدہ نو تدروے
زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیش معلمش نشاندند (خوبی تشبیہ ملاحظہ طلب ۱۲)
دانائے رقم زبہرِ تعلیم — کردش بہ کنار تختۂ تسلیم

(ابتدائے عشق مکتب میں)

زانو زدہ قیس بردگرسو — ہم چرب زباں وہم سخن گو
نازک چو نہالِ نو دمیدہ — خوش طبع و لطیف و آرمیدہ
شیریں سخنے کہ ہوش می بُرد — رونق زشکر فروش می بُرد
نالندہ بہ تختہ در دبستاں — چوں بُلبل مست در گلستاں
لحنش چو شدے بروزنِ گوش — از روزنِ جاں بروں شدی ہوش
زاں تن کہ صدائے او شنیدے — جاں رقص کناں بروں دویدے
از نامہ بجاں نوردمی داد — از نالہ صدائے دردمی داد

نوعمری کی شیریں آوازی میں جو درد کی چاشنی پیدا ہوگئی ہے اُس کی تصویر اس سے بہتر کیا کھنچ سکتی ہے؟ ع

از نالہ صدائے دردمی داد

"چوں بلبلِ مست در گلستاں" کی تشبیہ اس حال میں اور "یا بال دمیدہ نو تدروے" کی

تشبیہ اوپر کے بیان میں پڑھکر مقابلہ کرو، دونوں موقعوں کی تصویرِ شخصیت آنکھوں میں پھر جائے گی۔

(لیلیٰ کی پردہ نشینی کے بعد)

چوں ماند پریوشِ حصاری — در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند — در درسِ ادب دوید یک چند
می بست بخامشی دہن را — میداشت بہ حیلہ خویشتن را
آہے بجگر فرو دمی خورد — والماس بہ سینہ خُرد می کرد
زیں ناوکِ غم کہ بے سپر بود — ہر دم خلہ ایش در جگر بود
دُز دیدہ سرشکِ دیدہ می ریخت — وز دیدہ دُرِ چکیدہ می ریخت
زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست — می کرد شکیب تا توانست
چوں سیلِ غمش رسید بر فرق — از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک — وافگند بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد بے تاب — بر خاک مراغہ (غلطید ۱۲) کرد چوں آب
میراند ز آبِ دیدہ رودے — میگفت چو بلبلاں سرودے

لیلیٰ کے حجاب سے جو بےچینی پیدا ہوئی اُس کو افشا کے خوف سے قیس نے چھپایا۔ اس ضبط کی کشمکش کو چھٹے شعر تک کیسے لگتے ہوئے مضامین و الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بالآخر سیلابِ عشق ضبط کے بند کو توڑ کر موج زن ہو گیا۔ بقیہ اشعار میں اُس کی

تصویر ہی۔ بلبل کے ساتھ تشبیہ اس سے پہلے بھی آئی ہی۔ دیکھو پہلے بیان میں بلبل مست کا ترانہ تھا۔ قیس بھی جوش نوجوانی میں تھا اور دیدار و ہمنشینی کی قوت دل میں رکھتا تھا۔ جب قوتِ عشق سے مغلوب اور فراق کے صدمہ سے چور ہو گیا تو اس صورت میں گویا شکستہ بال بُلبل کی مُورت بن گیا۔ خود بُلبل بغیر کسی صفت کے غم و درد کی مجسّم تصویر ہی۔

(انتہائے وحشت)

یک روز بہ گاہِ نیم روزاں کانجم شدہ ز آفتاب سوزاں
مجنوں بہ کنار رہ سوادے می گشت بسان گرد بادے
افروختہ روئے و تن بخوں غرق در آتش و آب ماندہ چوں برق
بالاش ز غم دو تاہ گشتہ رخسارہ ز زلف سیاہ گشتہ
ہر جا کہ رسید کرد زاری بگریست چو ابرِ نوبہاری
ہر سو کہ شنید بانگ رودے ق یا خاست ز گوشہ سرودے
مستانہ برقص پائے افشرد گہ زندہ شد و گہے فرو مرد

(۲) لیلیٰ (کمالِ جمال)

بود از صفِ آں بتانِ چوں ماہ ماہے کہ زد آفتاب را راہ
لیلی نامے کہ مہ غلامش خالش نقطے ز نقش نامش
مشعل کُشِ آفتاب و انجم دیوانہ کُنِ پری و مردم

تاراج گرِ متاعِ جانہا — بنیادِ شگافِ خانمانہا

سلطانِ شکرلبانِ آفاق — لشکرشکنِ شکیبِ عشاق

سرتابقدم کرشمہ و ناز — ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز

نازے و ہزار فتنہ در دہر — چشمے و ہزار کشتہ در شہر

چشمش زکرشمہ مست و بیہوش — آہو برہ بخوابِ خرگوش

خنداں چو سمن بہ تازہ روئی — شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی

از وسوسۂ چشم دیو بستہ — تسبیحِ فرشتگاں شکستہ

نے بُت کہ چراغِ بُت پرستاں — طاؤسِ بہشت و کبکِ بُستاں

افگندہ بدوش زُلف چوں شست — خود بےخبر و نظارگی مست

معجونِ لبش بہ درفشانی — پروردۂ آبِ زندگانی

خورشید غلام زادۂ او — مہ داغِ جبیں نہادۂ او

(لیلیٰ کی نوگرفتاری)

واں لعبتِ دردمند و دلتنگ — دل دادہ بباد و ماندہ بےننگ

باآنکہ غمش بزیرِ گل بود — سیمائے رخش گواہِ دل بود

خونِ دلش از صفائے سینہ — پیدا چو مے اندر آبگینہ

برچہرہ زشرم پردہ می دوخت — وآتش بدلش گرفتہ می سوخت

ہرچند کہ غنچہ بود سربست — می کرد زبوئے خلق را مست

می سوخت چو مجمر اندروں عود — میشد بدماغِ مرداں زود

لے مانندِ عود اندرونِ مجمر ۱۲

(وارفتگی پردہ نشینی کے بعد)

افسانہ سرائے شکّریں گفت — زالماسِ زباں گہر چنیں سُفت

کاں گوشہ نشینِ روئے بستہ — بودے ہمہ وقت دل شکستہ

چوں غمزدگاں بہ خاک خفتے — خاشاک زخوابگہ نرُفتے

گاہے زجگر نوالہ کردے — گہ جاں بہ عدم حوالہ کردے

آمیختنی نہ داشت باکس — مونسِ غم آشنائے خود بس

پرداختہ دل زصبر و آرام — گشتے ہمہ شب چو ماہ بربام

ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد — چوں ابر گریستے بہ فریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے — باخود زفراق سرگذشتے

(لیلیٰ نکاحِ مجنوں کی خبر سنتی ہے)

گویندۂ ایں کہن فسانہ — زاں شعلہ چنیں کشد زبانہ

کاں شمعِ نہاں گدازِ شب خیز — پروانہ صفت بر آتشِ تیز

چوں یافت خبر کہ یار برگشت — واندیشۂ دل قفائے سرگشت

روزے دو سہ در زخلق دربست — وزخونِ دلش زمیں جگر بست

نزدیک بمردن از دمِ سرد — نے رغبتِ خواب و نے غمِ خورد

آنرا کہ دل از شکیب فردست — از شب تا روز یار دردست

او خود غمِ عشق داشت در کار — شد با غمِ عشق غیرتش یار

کبکے کہ شکستہ بال باشد — شاہین زندش چہ حال باشد

بس کاندہِ سینہ شد فزونش — از دل بہ دہن رسید خونش

پردۂ ضبط میں جو آگ لیلیٰ کو پھونک رہی ہو اُس کے لحاظ سے "شمع نہاں گداز" کیسا حسبِ حال و بلیغ ہو۔ شکستہ دلی و مایوسی کی حالت میں نکاحِ مجنوں کی خبر زخمِ کاری بن کر دل کو پارہ پارہ کرتی ہو۔ غیرتِ نسوانی صدمہ کو اور زیادہ جانکاہ بنا دیتی ہو۔ اس حالت کا بیان اس شعر میں ہو ؎

کبکے کہ شکستہ بال باشد

شاہین زندش چہ حال باشد

چکور (جو ایک بھولا بھالا پرند ہو) بازو شکستہ مبتلائے مصیبت ہو۔ ایسی حالت میں شاہین (شکاری جانور) اُس پر آ ٹوٹتا ہو اور جسم پر زخم لگاتا ہو۔ شکاری جانور اچانک اپنے شکار پر حملہ کرتے ہیں۔ اور دفعتہً جو صدمہ پہنچے وہ زیادہ سنگین ہوتا ہو۔ شکستہ خاطر بھولی بھالی لیلیٰ نے نکاحِ مجنوں کی خبر سُنی تو اسی طرح اُس کی جان پر بھی بن گئی۔ نکتۂ بلاغت، شکستہ بال چکور پر جو بے خبری میں حملۂ شاہین سے مُصیبت پڑی اُس کی تشریح نہیں کی بلکہ "چہ حال باشد" کہکر پڑھنے والوں کے قیاس پر چھوڑ دیا کہ جہاں تک چاہیں اندازہ کو وسعت دے لیں۔ اَلکنایۃ ابلغ من الصراحۃ۔

(لیلیٰ بسترِ مرگ پر)

لیلیٰ کہ بہارِ عالمے بود — از چشمۂ زندگی نمے بود
آتش زدہ گشت نوبہارش — وز آب برفتہ چشمہ سارش
آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت — جاں برد کہ سوئے جاں گزر داشت
آں دل کہ شدش بہ عشق پامال — جاں نیز رواں شدش بہ دنبال
آمیخت بہ سروِ نوجوانش — بیماریِ جسمِ ناتوانش
شعلہ ز تنش چناں برآمد — کش دود ز استخواں برآمد
پہلو بہ کنارِ بستر آورد — سر بوشِ اجل بہ سر درآورد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں — وز بسترِ رنج ساخت بالیں
در آتشِ تپ فتادہ نعلش — یاقوتِ کبود گشت لعلش
گیسوز شکنجِ ناز ماندش — نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش — وافتادہ بزردی آفتابش
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار — یک جاں بدو غم شدہ گرفتار

تصویرِ فطرت

(بہار)

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر یکسر — در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر
سرو از عَلَمِ بلند پایہ — بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل — آراست گلوئے گل حمائل

غنچہ بدر آمد از شبستاں | پر شیر شدش ز ابر پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہردار | شد بر سرِ یاسمن گہربار
نازک تنِ لالۂ دل افروز | لرزندہ شد از نسیمِ نوروز
با شاہدِ رومی خجستہ تاباں | گشتند بہ سرِ چمن خراماں

(خزاں)

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ | بنشست بجائے بلبلاں زاغ
رُخسارۂ لالہ پر زچیں گشت | آئینۂ آب آہنیں گشت
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ | در ریختن آمد از سرِ شاخ
پر برگ شدہ زمینِ گلزار | چوں مجلسِ مُکریاں زردینار
ریزاں گُل و لالہ شستہ در دست | مالیدہ چنار دست بر دست
ہر سوئے برہنہ گلستانے | چوں راہ فتادہ کاروانے
ز آسیبِ طپانچہائے صرصر | غلطاں بہ زمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ بر سرِ گل | مقراض شدہ بہ پرِّ بلبل
شیرازۂ گل گرہ کشادہ | ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے | از خندۂ شکّریں تُرش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزاں | ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں
نرگس کہ ز خواب چشم بستہ | از بانگِ زغن ز خواب جستہ

سوسن زغبار سینہ پُرخار | کازادہ و باخساں سرو کار
رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے | پیمانۂ لالہ باد پیمائے
در زلزلہ سرو راست خانہ | چوں مردم راست در زمانہ
نسریں بہ لتِ زمانہ خوردن | وزشاخ بہ تازیانہ خوردن
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں | چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
درہم شدہ جعدِ سنبل از باد | شانہ طلب از درختِ شمشاد

لالہ کا رنگ بہار و خزاں دونوں میں دکھایا ہے۔ بہار کی بہار دیکھو ؎

نازک تنِ لالۂ دل افروز
لرزندہ شد از نسیم نوروز

وہی برگِ لالہ خزاں کے صدمے سے پژمردہ ہوکر پرشکن بن جاتا ہے۔ ع

رُخسارۂ لالہ پر زچیں گشت

خزاں کے ہاتھوں جو تباہی باغ پر پڑی اُس کی تشبیہ اُس کارواں سے جس کو قزاقوں نے ابھی ابھی لوٹا ہو کس قدر بلیغ ہی۔ ع

چوں راہ فتادہ کاروانے

خشک پتّوں کو جو ہوا ادھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہی اُس کا تصور باندھکر اس مصرع کو مکرر پڑھو۔ ع

ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں

خود کھد وگے کہ ہو بہو تصویر کھنچ گئی۔ "سرو راست" کے زلزلہ کی تشبیہہ راست باز آدمیوں کی پریشان حالی سے جو زمانے کے ہاتھوں نصیب ہوتی ہی کیسی دلکش ہے۔

(دوپہر کی تپش)

یک روز بگاہِ نیم روزاں　　کانجم شدہ زافتاب سوزاں
جائے نہ کہ دیدہ را برد خواب　　ابرے نہ کہ تشنہ را دہد آب
مُرغانِ چمن خزیدہ در شاخ　　در رفتہ خزندگاں بہ سُوراخ
خورشید چنانچہ تیزیِ اوست　　بکشاد چو مار از آدمی پوست
در حوضۂ خشک از آتش و تاب　　صد پارہ شدہ زمینِ بے آب
در دشت سرابہائے کیں توز　　چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز
مرغابی در آرزوے آبے　　خوں خوردہ بگردِ ہر سرابے
ریگ از بط پختہ در گرانی　　چوں تا بہ بروزِ میہمانی
از گرمیِ ریگہائے گرداں　　پر آبلہ پائے رہ نورداں
ہر کس بچنیں ہوائے ناخوش　　در حجرۂ سر دکردہ جاخوش۔

واقعہ نگاری افسانہ نگاری کا کمال یہ ہی کہ فرضی قصہ اس انداز سے بیان ہو کہ واقعہ معلوم ہونے لگے۔ اس کے لئے شاعر کو فطرتِ انسانی اور واقعات کا کامل نبض شناس ہونا چاہیئے۔ جن شعرا کو یہ ملکہ حاصل تھا وہی اس میدان کو کامیابی سے طے کر سکے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں دوماؤں کا ذکر ہی ایک مجنوں کی دوسری لیلیٰ کی۔

دونو مائیں اپنے لخت جگر کی رُسوائی کا حال سُنتی ہیں۔ مگر نازک فرق یہ ہے کہ ایک لڑکے کی رُسوائی سُنتی ہے دوسری لڑکی کی۔ ظاہر ہے کہ دونو کے فکرو رنج میں ایک لطیف تفاوت ہی۔ حضرت امیر خسرو اس فرق کو پیش نظر رکھکر دونو کا حال لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس موقع پر مجنوں کا باپ اور اُس کی ماں اپنے لخت جگر کو نصیحت کرتی ہی تو وہاں بھی اس نازک فرق کو ملحوظ رکھا ہی جو ایک ما اور ایک باپ کے جذبات اور انداز فہمایش میں ہو سکتا ہی۔

(لیلیٰ کی ماکو اُس کی وارفتگی معلوم ہوتی ہی)

چوں رفت بگوشِ ہر کس این راز — وز ہر طرفے بر آمد آواز
تاگشت ز گفتگوے او باش — بر مادرِ لیلی این خبر فاش
مادر ز نہیبِ شرمِ اغیار — بنشست بگوشۂ دل افگار
زاں آتشِ دہ زبانہ ترسید — وز سرزنشِ زمانہ ترسید
فرزند خجستہ را نہانی — بنشاند ز راہ مہربانی
گفت اے دل و دیدۂ مرا نور — از روئے تو باد چشمِ بد دُور
دانی کہ جہاں فریبناک ست — آسودگیش غم و ہلاک ست
ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد — پنہاں بنوالہ زہر دارد
ہر سُرخ گلے کہ در بہارے ست — در دامنِ او نہفتہ خارے ست
تو سادہ مزاجی و تنک دل — وز نیک و بدِ زمانہ غافل

چوں اہلِ زمانہ را وفا نیست
زیشاں طلبِ وفا روا نیست

ہاں تا نکنی عنانِ دل سُست
کافتادہ خلاص چوں تواں جُست

القصہ شنیدہ ام کہ جائے
داری نظرے بر آشنائے

ترسم کہ چو گرد دایں خبر فاش
بدنام شوی میانِ اوباش

با ایں تنِ پاک و گوہرِ پاک
آلودہ چرا شوی بہر خاک

جائے منشیں کہ چوں نہی پائے
تہمت زدہ خیزی از چناں جائے

صوفی کہ شود بہ مجلسِ مے
البتہ چکد پیالہ بر وے

عشق ارچہ بود بہ صدق و پاکی
خالی نہ بود ز شرمناکی

گر دم نہ زنند کاردانان
چوں باز رہی ز بدگمانان

(مجنوں کی ماں)

در پیش نشست و زار بگریست
گفتا کہ بہ است مرگ ازیں زیست

تا زادہ شد از عدم وجودم
رنجے ز جہاں نیازمودم

دولت ہمہ عمرم آنچناں داشت
کز اندہِ دہر بر کراں داشت

آزادم داشت بختِ فیروز
ز آسیبِ زمانہ تا بامروز

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری
کافوری گشت زلفِ قیری

بالائے چو تیر شد کمانم
و آمد تبِ لرزہ استخوانم

مپسند کہ در چنیں زمانے
سوزد بغمت گرسنہ جانے

هر دانہ برآر پائے از گل | بندی بخدائے خویشتن دل
تا بو کہ بصبرِ فرخ انجام | از کام روا برآیدت کام
ما ہم زپیت چنانکہ دانیم | جہدے بکنیم تا توانیم

(مجنوں کا باپ)

پیر از جگر کباب گشتہ | رُخ شستہ بہ خونِ آب گشتہ
بگریست بر و بہ خستہ جانی | بوسید سرش بہ مہربانی
میسوخت بزاری از گزندش | میداد ز سوزِ سینہ پندش
کاے شمعِ دل و چراغِ دیدہ | وے میوۂ جان و باغِ دیدہ
باآں خردے کہ داشت رایت | چوں در وحل او فتادپایت
در دِ کہ نہاد بر تو ایں بار | سودائے کہ کرد با تو ایں کار
پیرانہ سرم گزاشتی چہر | بر پیریِ من نیامدت مہر
بودم بگماں کہ گاہِ پیری | مونس شویم بدست گیری
چوں بشکند ایں تنِ سفالیں | غمخوار تو باشیم بہ بالیں
خود گشت دریں سفالِ پُر درد | پیش از تنِ من سفالِ تو خورد
دریاب کہ عمرِ با سر آمد | طوفانِ اجل بسر در آمد
جنبید درائے کاروانم | ہودج طلبید ساربانم
بگسست زہِ کمانِ سختم | وز زلزلہ سُست شد درختم

گر چوں خلفاں شوی جگر سوز — باشد خلف از برائے ایں روز
بشتاب کہ تا دریں غم آباد — پیش از اجلم رسی بہ فریاد
زیں پس کہ بہ جستنم شتابی — جوئیم بسے ولے نیابی
نقدِ تو ہماں بود کہ خنداں — بینی بہ جمالِ ارجمنداں
با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش — یارانِ عزیز را کنی خوش
زمیناں نفسے بہ جہل مشمر — عمر ست نہ باد سہل مشمر
آں تحفہ کہ قیمت ست جانش — ضائع چہ کنی بہ رائگانش
سستی ست بہ لطمہ پست گشتن — وز جامِ نخست مست گشتن
گر واقعہ چند سینہ سوز ست — مردی ز پئے کدام روز ست
زیں غم ہمہ گر مرا دیار ست — غم ہیچ مخور کہ در کنار ست
گر بر ہمہ آسماں نہی ہوش — کوشم کہ رسانمت در آغوش

آپ نے تینوں نظمیں پڑھیں لیلیٰ کی ما جیسے ہی لیلیٰ کے تعلقِ خاطر کا حال سنتی ہی رسوائی و بدنامی کے خیال سے جگر تھام لیتی ہی اور فرطِ صدمہ سے ایک گوشہ میں جا بیٹھتی ہی۔ بالآخر سنبھلتی اور لیلیٰ کو تنہائی میں سمجھاتی ہی۔ شرم و غیرت کے جذبات کو ابھار کے اور بدنامی و رسوائی سے خوف دلا کر اُس کا خیال بدل دینے کی کوشش کرتی ہی۔ یہ بھی سمجھاتی ہی کہ ابنائے زمانہ بیوفا ہیں دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ صنفِ نازک کے خیال میں مرد ایک خود غرض مخلوق ہی۔ اسی کی جھلک اس نصیحت میں ہی۔ ابتدائے

محبت میں عموماً اپنی پاک بازی پر بھروسہ اور یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم پاک باز ہیں تو ہم کو کوئی بُرا کہنے کا کیا حق رکھتا ہے۔ لیلیٰ کی ماں اس خیال کی بھی تردید کرتی ہے ؎

صوفی کہ رود بہ مجلسِ مے
البستہ چکد پیالہ بروے

بالآخر بقیہ شبہ بھی رفع کر دیتی ہے ؎

گردم نہ زنند کاردانان
چوں باز رہی ز بدگمانان

اہلِ خرد بدنام کرنے سے احتیاط بھی کریں تو بدگمانوں سے کب پناہ مل سکتی ہے۔ غالباً ایسے موقع پر اس سے بہتر نصیحت کا پیرایہ نہیں ہو سکتا۔

مجنوں کی ماں اپنے فرزند کی گرفتاری کا حال سُن کر اُس کو اس پیرایہ میں سمجھاتی ہے کہ اب تک میں آرام سے رہی ہوں اب مجھکو صدمۂ جانکاہ مت دے۔ پھر اُس کو مردانہ ہمت یاد دلا کر ضبط و صبر کی جانب رہنمائی کرتی اور بالآخر حصولِ مدعا میں حتی الامکان کوشش کی تسلّی دیتی ہے۔ مجنوں کا باپ بھی یہی نصیحت کرتا ہے مگر مردانہ لہجہ و انداز میں وہ کہتا ہے کہ اولاد بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہے۔ مجھکو بھروسہ تھا کہ پیری کے وقت تو میری دست گیری و ہمدردی کرے گا مگر تو خود ہمدردی و دست گیری کا محتاج ہے۔ پھر اپنے بڑھاپے پر اُس کو رحم دلانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوست احباب کے جلسے یاد دلا کر اُس طرف طبیعت کو مائل کرتا ہے۔ عمر کے گرانمایہ ہونے

اور بیکار نہ کھونے کا فلسفہ سمجھاتا ہی۔ اور اُس کی دانشمندی سے اپیل کرتا ہے۔ ع

یا آں خردے کہ داشت ریت

پھر مردانہ جذبات کو تحریک میں لاکر صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہی۔ بالآخر یہ کہتا ہی کہ کچھ بھی ہو اُس کا دامنِ مقصود بھر دیا جائے گا۔

دیکھو ماں اپنی ضعیفی و بیکسی اس طرح بیان کرتی ہی:

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری — کافوری گشت زلفِ قیری
بالائے چو تیر شد کمانم — وآمد بتزلزل اُستخوانم
مپسند کہ درچنیں زمانے — سوز و بغمت گسستہ جانے

باپ بڑھاپے اور ناتوانی کا یوں اظہار کرتا ہی:

دریاب کہ عمرِ ما سرآمد — طوفانِ اجل بسر درآمد
جنبید درائے کاروانم — ہودج طلبید ساربانم
بگسست زہِ کمانِ سختم — وزززلزلہ سُست شد درختم
گرچوں خلفاں شوی جگرسوز — باشد خلفا از برائے ایں روز

ان دو شعروں کا مقابلہ کرو، زنانہ عجز اور مردانہ قوت کا پتا لگے گا:

ما: { بالائے چو تیر شد کمانم / وآمد بہ تزلزل اُستخوانم }

باپ: { بگسست زہِ کمانِ سختم / وزززلزلہ سُست شد درختم }

وعدۂ کوشش کا فرق:

ما

ماہم زپیت چنانکہ دانیم
جہدے بکنیم تا توانیم

یعنی جہاں تک ہم سے ہو سکے گا کوشش کرینگے۔

باپ

زیں غم ہمہ گر مراد یارست
غم ہیچ مخور کہ در کنارست
گر بر مہِ آسماں نہی ہوش
کوشم کہ رسانمت در آغوش

اپنا مقصود اپنے دامن میں آیا سمجھ۔ آسمان کا چاند بھی ہے تو اُس کو تیرے پاس لانے کی کوشش کروں گا۔

ایک اور واقعہ کی تصویر: مجنوں جوشِ جنوں میں سرگرداں ہر مخلوق کا پیچھے ہجوم ہی۔ دیوانوں کے اُستاد لڑکے بھی سرگرمِ ضیافت ہیں:

میرفت چو باد کوہ بر کوہ | خلقے زپیش رواں بانبوہ
ہر کس بہ لطافتِ جوانیش | میخورد فسوس زندگانیش
ایش زدر و نہ پندمی داد | وانش بہ جفا گزندمی داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست | ایش زدو آں شکست و خست

باوجود اس جور و جفا کے مجنوں کا کیا حال تھا:

با آں شغبے کہ در گزر بود | دیوانہ ز خویش بے خبر بود
میراند ز آبِ دیدہ رودے | می گفت چو بُلبلاں سرودے

زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔ لڑکوں کے سارے طوفان بے تمیزی کا نقشہ اس ایک مصرع میں کھینچ کر دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ع

اینش زد و آں شکست و آں خست

چوٹ کی یہ تین ہی قسمیں ہو سکتی ہیں خفیف، شدید، مہلک۔

ایک اور واقعہ نگاری: بعدِ دعوت مجنوں کا پیام شادی دیا گیا۔ اس کو سن کر لیلیٰ کے باپ کا حال اور جواب:

ایں قصہ کہ کرد میزباں گوش | از بس خجلی بماند خاموش
بر خود قدرے چو مار پیچید | وانگہ بجواب دُر بسنجید
گفتا چہ کنم کہ میہمانی | ورنہ کنم آں سزا کہ دانی
ہر نکتہ کزاں کسے برنجد | رنجیدہ شود کسے کہ سنجد
شخصے کہ ز نقش تا سر انجام | ما را بقبیلہ کرد بدنام
دیوانہ و مست و لاابالی | و ز مردمیِ زمانہ خالی
از بے ننگی فتاد در ننگ | از بے سنگی بہ خوردنِ سنگ
خلق از خبرش بہ کوچہ و در | انگشت بہ گوش و دست بر سر
زیں گونہ حریفِ ناخردمند | در خورد کجا بود بہ پیوند

لڑکی کا پیام سن کر جو حجاب ہوتا ہے اُس کی تصویر۔ ع

از بس خجلی بماند خاموش

مجنوں کی حالت کی وجہ سے پیام کی ناگواری۔ ع

برخود قدرے چو مار پیچید

یہ تین مضمون صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ قصہ سرزمین عرب کا ہی:

ع گفتا چہ کنم کہ میہمانی

ع مارا بہ قبیلہ کرد بدنام

ے وانگہ بخدای خداوند

از صدقِ عقیدہ خورد سوگند

کیں در نشود کشادہ تا دیر

گر کارِ زباں رسد بہ شمشیر

ایک بار لیلیٰ ناقہ پر سوار ہو کر مجنوں کے پاس گئی ہی۔ مجنوں کے ہمدم ہر قسم کے درندے تھے اس واقعہ کے بیان میں یہ پہلو امیر خسرو کے نکتہ سنج قلم سے فروگذاشت نہیں ہوتا کہ اونٹ درندوں سے ڈرتا ہی۔ لیلیٰ کا ناقہ درندوں کی بو سونگھ کر رک جاتا ہی:

او خفتہ و گردِ او دوانش (مجنوں ۱۲) | شیرانِ شکار پاسبانش
از بوئے دوانِ صید فرسائے | از کار بشد جمازہ را پائے

اس ملاقات کی خوشی درندوں کے سوا کون مناتا۔

از عشرتِ آں دو مستِ بے جام | در رقص درآمدہ دد و دام

کانٹے بھی حاضر ہیں ؎

ہر خار کشیدہ دُور باشے
می کرد بچشمِ بد خراشے

سحرِ حلال | شاعر کا اعلیٰ کمال یہ ہی کہ اُس کو یہ قدرت ہو کہ چاہے تو مخاطب کے دل میں ایک چیز سے نفرت پیدا کر دے اور چاہے رغبت۔ دنیا میں کوئی چیز شر مطلق نہیں ہی کہ کوئی صفت اُس میں نہو۔ نہ خیر محض ہے (سوائے ذات باری تعالیٰ کے) کہ اُس میں کوئی بُرائی نہو۔ فطرت کا مصور (شاعر) ہر ایک شے کے اچھے بُرے پہلو دیکھتا اور اپنے سحر انگیز بیان کے زور سے رغبت دلانے یا نفرت پیدا کر دینے کا کام لے لیتا ہی۔

حضرت امیر خسرو ایک موقع پر سگِ لیلیٰ کے ذکر میں یہ جادو بیانی دکھاتے ہیں۔ اوّل دیکھو کیسا گھناؤنا اور مکروہ صورت کُتا ہی۔

(مجنوں پھرتے پھرتے ایک موقع پر پہنچتا ہے)

دید از طرفِ گذر بسوئے | غلطیدہ سگے بہ کنجِ کوئے
خارش زدہ و خراش خوردہ | واز پہلوئے خود تراش خوردہ
در گردِ سرش چو فرقِ نقّاب | وز سلخ تنش چو پیشِ قصّاب
خم یافتہ در تہی گہش راہ | گشتہ شکمش ہمہ تہی گاہ

از دم دہنش فراز ماندہ | دندانش زخندہ باز ماندہ
سرتا قدمش جراحت وریش | شویاں بزباں جراحتِ خویش
بے لقمہ گلوئے لقمہ خوارش | لیسیدنِ دست وپائے کارش

گلی میں ایک خارشتی کتا پڑا ہوا ہے۔ خارش سے سارا جسم گھائل ہے پہلو میں زخم ہو گئے ہیں زخموں سے خون بہتا ہے۔ سر خاک میں گھسا ہوا ہے۔ منہ کھلے کا کھلا رہ گیا ہے کمر کبڑی ہو گئی ہے۔ بھوکوں کا مارا پیٹ کمر سے جا لگا ہے۔ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور اور خون آلودہ زخموں کو زبان سے چاٹ رہا ہے۔ اس نفرت انگیز مخلوق کو مجنوں دیکھتا ہے۔

مجنوں چو بہ حالِ او نظر کرد | درپیش دوید و دیدہ تر کرد
بگرفت بہ رفق در کنارش | می شست بگریہائے زارش
جایش زکلوخ و خار می رفت | وز پائے و سرش غبار می رفت

یہ مجنونانہ حرکت نہیں ہے۔ حق شناسی و حق پسندی کا جوش ہے۔ وجہ سنئے۔

گفت اے گلِ تازہ وفا سرشتہ | نقشت فلک از وفا نوشتہ
ہم نانِ کسان حلال خوردہ | ہم خوردۂ خود حلال کردہ
کردہ زنِ حلال خواری | با منعمِ خویش حق گزاری
جانت زحلال خوارگی مست | وآسودگیت حرام پیوست
پیکار پذیر پاسبانان | بیدار کنِ خراس بانان

از سایۂ تو رمیدہ نقاب	چوں سایہ کہ وارمد ز مہتاب
از خاستنِ شبِ سیاہت	میموں شدہ خوابِ صبح گاہت
تو شیرِ جوان و مست بودہ	وز شیر و پلنگ جاں ربودہ
معشوقۂ خسرواں بہ نخچیر	وا فگندہ بدوش زلفِ زنجیر
صد خوں زلبت چکیدہ در خاک	وز لوثِ جنایتت دہن پاک
امروز کہ باز ماندی از کار	خواری ہمہ را مرانۂ خوار

مجنوں کہتا ہے اے کُتے تو وفا تیری گھٹی میں پڑی ہے۔ حلال کی کمائی تو کھاتا ہے۔ اپنے محسن کا حقِ خدمت و وفاداری پورا کرتا ہے۔ اُس کی جان و مال کی حفاظت پر اپنا آرام قربان کر دیتا ہے۔ جو پاسبان اپنی خدمت انجام دینے میں سُستی کرتے ہیں اُن کا تو دشمن ہے۔ چور تیرے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ رات بھر کی محنت کے بعد صبح کا تیرا سونا مبارک ہے۔ جب تو جوان تھا تو شیر و پلنگ تجھ سے کانپتے تھے۔ بادشاہوں کا معشوق تھا۔ دوش پر زنجیر کی زلف پڑی ہوتی تھی۔ ان اوصاف کو پڑھ کر فرمائیے کہ جس مخلوق میں یہ وصف ہوں اُس کی کون قدر نہ کرے۔ اس صفت کو دیکھئے

جانت ز حلال خوار گی مست
وآسودگیت حرام ہویست

جس انسان پر یہ شعر صادق آجائے وہ قدم چومنے کے قابل ہو گا۔ کُتے کا یہ معمولی وصف ہے۔ مجنوں کے پیار کا فلسفہ اس سے بھی اعلیٰ ہے:۔

پائے تو کہ گشت بر درِ یار | بر چشمِ منش سزاست رفتار
از حسرتِ آنکہ چشمِ آں ماہ | دیدہ است بہ جانبِ تو گہ گاہ
خواہم کہ شگافم ایں دلِ تنگ | در وے کشمت چو لعل در سنگ
خاکت بہ مژہ فشانم از پائے | در دیدہ کشم کہ ہست از انجائے
ہستیم من و تو ہر دو شب گرد | لیکن تو بہ نالہ و من از درد

ایک شخص نے مجنوں کی اس سگ نوازی پر اعتراض کیا تو وہ جواب دیتا ہے:

گر من تہِ پائے سگ زنم بوس | زاں پائے بود نہ زیں لبِ افسوس
ایں پا کہ بہ شہر و کوئے گشتہ است | پیشِ درِ یارِ من گذشتہ است
روزیش بہ کوئے آں پری کیش | دیدم گذراں بہ دیدۂ خویش
تعظیم و یم نہ از پئے اوست | کش دوست گرفتم از پئے دوست

سوز و گداز

(مجنوں کا نالۂ مستانہ)

ما ہیچ کسانِ کوئے یاریم | ما سوختگانِ خام کاریم
جائے نہ و با خضر ہم آبیم | نورے نہ و یارِ آفتابیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم | در زیرِ گلیم بادشائیم
بے منتِ تاج سرفرازیم | بے زحمتِ دیدہ عشق بازیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم | خانہ ز پئے نظاں سوزیم
گنجے ست غم اندرونِ سینہ | ما راست کلیدِ آں خزینہ

جانم ز فراق برلب آمد — می آئی یا بروں خرامد

(خطاب بہ لیلیٰ ۱۲)

گفتی کہ صبور شو بہ دُوری — دُوری ز تو وانگہے صبوری

بنمائے رُخِ چو یاسمینم — بنواز بہ شربتِ لبینم

تیغم بزن آستاں بکن پاک — مگذار کہ بر درت شوم خاک

آسودہ مباد جانم آں روز — کز دودِ غمت نباشدم سوز

گیرم خوش و شادماں تواں زیست — ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست

سیلابِ بلا برآمد از فرق — کشتیم چہ سود چوں شدم غرق

بر سوزِ دلم کہ رستخیز است — انگشت منہ کہ شعلہ تیز است

ہر قطرۂ خوں بریں رُخِ زرد — پندار کہ چشمہ ایست از درد

مہرِ تو در استخوانِ من باد — دردِ تو دوائے جانِ من باد

(لیلیٰ کی زار نالی ویرانۂ عاشق سے مراجعت کے بعد)

بازم غمِ عشق در سر افتاد — بنیادِ صبوریم در افتاد

باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد — خود را بو بالِ من گرو کرد

بازم ہوسے گرفت دامن — کز عقل نشاں نماند با من

باز ایں شبِ تیرہ جگر سوز — بربست بروئے من درِ روز

خوں موج درونہ بر سر آورد — طوفاں ز تنور سر بر آورد

دو دے کہ ز شوق در بر افتاد — از سینہ گذشت و بر سر افتاد

طاقت برمید چند جو شم	آتش بدرونہ چند پوشم
گیرم کہ بود بہ پردہ جایم	وز حجرۂ غم بروں نیایم
ایں خانہ شگاف نالۂ زار	پوشیدہ کجا شود بہ دیوار
آں راکہ درونہ چاک باشد	از پردہ دری چہ باک باشد
در مجلسِ عشق جام خوردن	وانگہ غمِ ننگ و نام خوردن
دستِ من و آستینِ یارم	گو خلق کنند سنگسارم
شوریدہ کہ غرقِ حال باشد	رسوا شدنش جمال باشد
ہر کبک دری بہ تیز گامی	بر لالہ و گل بہ خوش خرامی
مسکیں منِ مستمندِ دل تنگ	محبوسِ بلا چو لعل در سنگ
اے دوست کہ بے منی و با من	آتش زدہ یا توئی و یا من
زارم ز غمت عظیم زارم	دستے کہ ز دست رفت کارم
گر کرد زمانہ بے وفائی	بارے تو مکن کہ آشنائی
ما نطعِ حیات در نوشتیم	تو دیر بزی کہ ما گذشتیم

حقائق و معارف | مجنوں لیلیٰ اگرچہ ایک عشقیہ داستان ہے لیکن امیر خسرو کی دقیقہ سنجی نے جابجا اُس میں ایسے معارف درج کر دیئے ہیں جو ایک کامیاب زندگی اور رفعتِ مرتبہ کے واسطے دستور العمل بن سکتے ہیں۔

(کمالِ انسانی ہمت و علم پر منحصر ہے)

لیکن بنود حیات جاوید | تا سر نکشی بہ ماہ و خورشید

واں راست باوجِ آسماں سر | کز جوہرِ علم یافت افسر

(علم سطحی و سرسری نہو بلکہ عمیق و کامل ہونا چاہیئے)

آں نیست نشانِ علمِ والا | کز خلق بری بہ حیلہ کالا
علم آں باشد کہ رہ کند پاک | نے زرقِ مزوّرانِ چالاک
آں تختہ درست کن بہ تکرار | تا آگہ شوی از نہایتِ کار

(مرد بننے کی کوشش کرنی چاہیئے)

چوں مرد بگرد مردمی گرد | نے ہمچو بخیلِ ناجوانمرد
سرمایۂ مردمی مکن کم | کز مردمی ست قدرِ مردم

(دوست اور دوستی)

تا پا نہ نہی بدستیاری | از دوست مخواہ دوستداری
یارے کہ بجاں نیازمائی | در کارِ خودش مدہ روائی
صد یار بود بہ نان تنکے نیست | چوں کار بجاں فتد یکے نیست

(آسودگی دل کا راز)

خواہی کہ نگردی آرزومند | می باش بہرچہ ہست خورسند
پویاں حریص روئے زرد ست | خورسندیِ دل صلائے مرد ست

(عزت ہمت کا ثمرہ ہے)

خواہی شرف و بزرگواری | میکوش بہمتے کہ داری

کاں تن کہ بہتے سرشتہ است — مردم نگری ولے فرشتہ است
فی الجملہ بہر چہ دست سائی — ہمت چو قوی بود برآئی

(بے اصول کام بیکاری سے بدتر ہے)

بے بہرہ کہ کار کردنش جوست — بیکار ترینِ مردماں اوست

(سستی ارادہ کو بھی سست کر دیتی ہے)

آں خواجہ کہ کاہل ست خویش — کاہل تر از وست آرزویش

(جو کام کرو کوشش کے ساتھ کرو)

ہر گہ کہ علم شدی بہ کارے — در غایتِ آں بکوش بارے

(تھوڑی اچھی چیز بہت سی بری سے بہتر ہے)

یک شاخ کہ میوۂ دہد تر — بہتر ز ہزار باغِ بے بر
یک بلبلِ خوش نوائے دلکش — بہتر ز دو صد کلاغِ ناخوش

(اچھا لکھو اگرچہ تھوڑا ہو)

آں بہ کہ چو نکتہ سگالی — حرفے بنود ز نکتہ خالی
نے چوں حبشی کہ از تباہی — نورے نہ وعالم سیاہی

جو لوگ بے معنی دفتر سیاہ کرتے ہیں اُن کی تحریروں کی تشبیہہ حبشی سے کیا خوب ہے۔ ع

نورے نہ وعالم سیاہی

حفظِ مراتب امیر خسرو کو دقیقہ سنجی و واقعہ نگاری کا جو ملکہ مبدء فیاض سے عطا ہوا تھا اُس کی جانب ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی صفت کا اثر ہی کہ اُن کے کلام میں حفظ مراتب کا پہلو نمایاں ہی اور اُن کا قلم کبھی دائرۂ اعتدال سے باہر نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ لغزش گاہ پیر کی مدح ہی۔ زور مبالغہ کبھی حدِّ رسالت سے ٹکرا دیتا ہی اور کبھی سدِّ الوہیت سے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے ساتھ جو جوشِ عقیدت امیر خسرو کو تھا اور جو شفقت حضرت کو اُن کے حال پر تھی وہ یادگارِ زمانہ ہی۔ تاہم مدح مُرشد میں پورا لحاظ حفظ مرتبہ کا رکھا ہی۔ اور ایک لفظ قلم سے ایسا نہیں نکلا جو اس دائرہ سے باہر ہو مع ہذا پیر کی مدح میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی۔ غالباً یہ مدح نمونۂ مدح کہی جاسکتی ہی۔

چوں گوہرِ مدحِ خواجہ سفتم | ازغیب شنیدم آنچہ گفتم
اکنوں قدرے دُرِ معانی | ریزم بسرِ جنیدِ ثانی
قطبِ زمن و پناہِ ایماں | سرجملۂ جملۂ کریماں
در شرع نظامِ دینِ احمدؐ | یعنی کہ نظامِ دیں محمدؐ
در حجرۂ فقر بادشاہے | در عالمِ دل جہاں پناہے
بر خاک ز رحمت آسمانے | بر چرخ ز دولت آستانے
بر مہ ز گلیم بُردہ رایت | سلطانِ ممالکِ ولایت
شاہنشہ بے سریر و بے تاج | شاہانش بہ خاکِ پائے محتاج

در پردۂ غیب محرم راز | وز راز سپہر کیسہ پرداز
در عالم وحدت ایستادہ | بر ہر دو جہاں قدم نہادہ
از خواجگی آستیں کشیدہ | در پایۂ بندگی رسیدہ
بینا تر جملہ پاک بیناں | بیدار تریں شب نشیناں
ہر شب کہ رود بریں کہن بام | بر فرش فرشتگان زند گام
در پیش دوند جملہ مشتاق | گویند بہ عرش قُم علی الساق
مسند ز سپہر بر ترش باد | خسرو چو بستان چاکرش باد

تشبیہ | شاعری کے کمالات میں سے خوبی تشبیہ بھی ہی۔ تشبیہ کا حسن یہ ہی کہ واضح ہو اور بدیع یعنی جس کی تشبیہ ہو اُس کا پورا نقشہ کھینچے۔ اسی کے ساتھ ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ امیر خسرو نے مجنوں لیلیٰ میں بہت سی نادر تشبیہیں پیدا کی ہیں۔ بعض نمونے اوپر درج ہو چکے ہیں۔ چند اب لکھے جاتے ہیں۔ جانباز دلاور جب میدان میں حملہ آور ہوتا ہی تو اس پھرتی اور سبک دستی سے ہر سمت حملہ کرتا ہی کہ اس کی تلوار شعلۂ جوالہ بن جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایک ہی وقت میں چاروں طرف ہاتھ مار رہا ہی۔ امیر خسرو اپنے بھائی کے ہتوں کا بیان فرماتے ہیں:

رو از ہمہ سو برزم چوں تیغ
تیغ از ہمہ رو چو برق در میغ

علاوہ خوبی تشبیہ دونوں مصرعوں کا تقابل اور تیغ کی الٹ پلٹ قابل داد ہے۔

لیلیٰ مجنوں ایک مرتبہ خوبیِ تقدیر سے باہم ملتے ہیں لیکن پاکبازی و پاک دلی کے ساتھ

دو صبح بہم رسیدہ از دور

دو مشعلہ را یکے شدہ نور

چونکہ دونوں سوختہ جاں تھے اس لیے مشعل کی تشبیہ حسب حال ہے۔

مراجعتِ لیلیٰ کے بعد مجنونِ سوختہ اختر تمام شب تپشِ غم کے ہاتھوں نیم مُردہ ہی رہا۔

نے مُردہ نہ زندہ بود تا روز

چوں نم زدہ مشعلِ جگر سوز

تیل میں پانی ملجائے تو اُس کے اثر سے مشعل بحالتِ نیم سوختگی سخت شورش و پراگندگی کے ساتھ جلتی ہے۔یہی حال مجنوں کا تھا۔کمال تشبیہ یہ ہے کہ مشعل شب کو جلتی ہے،مجنوں بھی رات ہی کے وقت آتش فراق میں جل رہا تھا۔

فرطِ غم و اندوہ سے لیلیٰ کے نازک رُخساروں پر چھائیاں پڑگئی ہیں:

نے کُلفہ کہ سایہ بُد بمہتاب

نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

رُخسارِ نازک کی چھائیں پانی پر سایہ،یہ نازک خیالی امیر خسرو کا حصہ ہے۔

سراب کی تشبیہ:

در دشت سرابہائے کیں توز

چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز

جاں بلب پیاسا پانی سمجھکر سراب پر بامید سیرابی پہنچتا ہی اور وہاں دیکھتا ہے کہ پانی نہیں ریگ موج زن ہی۔ جو صدمۂ مایوسی اُس کے دل کو پہنچتا ہے وہی اُس شخص کے دل کو پہنچتا ہی جو وفائے وعدہ کی اُمید پر سفلہ کے پاس جاتا اور اُس کی وعدہ خلافی سے خونِ جگر پیتا ہی۔ مجنوں اپنی ناقدری کا شکوہ کرتا ہی:

بے قیمت وقدر و خوار و کاہاں

چوں مرکبِ کورِ بادشاہاں

دیکھو کیسی تشبیہ تام ہی۔ مشبّہ کی چاروں صفات "بے قیمت وقدر و خوار و کاہاں" مشبّہ بہ میں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ بادشاہ کی سواری کا گھوڑا اندھا ہو جائے تو ہمیشہ خوار و زار رہتا ہی۔ معمولی گھوڑا ہو تو مار دیا جائے۔ وہ نہ مارا جاتا ہے نہ کچھ قدر ہوتی ہی اور نہ پیٹ بھر کر کھانا ملتا ہی۔ یوں ہی کس مپرسی و لاغری میں ایام زندگی پورے کرتا ہی۔

لیلیٰ کے دفن کی تشبیہ:

گریاں جگرِ زمیں کشادند

واں کانِ نمک درو نہادند

"جگرِ زمین" اور "کانِ نمک"۔ للہ درّ قائلہ۔

مجنوں لیلیٰ کا مقابلہ لیلےٰ مجنوں (۱) مولٰنا نظامی گنجوی (۲) مُلّا ہاتفی ہروی اور (۳) مُلّا مکتبی شیرازی کے ساتھ

مولٰنا نظامیؒ امیر خسرو

مقابلے سے پہلے یہ اظہار ضروری ہے کہ مقابلۂ کلام میں اگر اشعار امیر خسرو کو مولٰنا نظامی کے اشعار پر ترجیح دی جائے تو اُس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مولانا کے پایۂ بلندی میں کچھ فرق آتا ہے۔ مثنوی میں مولٰنا نظامی کا مرتبہ امیر خسرو سے بلند ہے۔ اور اس کو خود امیر نے اس بلند آہنگی سے ظاہر کیا ہے کہ مولانا نظامی کا بڑے سے بڑا مداح اس سے بڑھکر بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مولانا نظامی کا کل کلام امیر خسرو کے تمام کلام سے افضل ہے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں کلام خسروی کی برتری صاف عیاں ہے۔ میں اپنی فہم وادراک کے موافق موازنہ کرکے فرقِ کلام آزادانہ ظاہر کردونگا۔

مقابلے کے واسطے وہ اشعار انتخاب کئے گئے ہیں جو ہم قافیہ یا ہم مضمون ہیں۔ اس طرح پورا موقع مقابلہ کا ہے۔ موازنہ دو طرح ہوسکتا ہے۔ اوّلاً مجموعۃً ثانیاً انفراداً۔

مجموعی مقابلے کے لئے پہلے مولانا نظامی کا کلام پڑھو اور بار بار پڑھو۔ اور جب پڑھ چکو تو غور کرو کہ دل پر کیا اثر ہوا۔ تمہارے دل پر متانت بلاغت کلام کا اور مضامین کی بلندی و رزانت کا اثر پڑے گا اور تم کہہ اُٹھو گے کہ ضرور یہ

ایک قادر الکلام استاد کا کلام ہے۔ اس کے بعد امیر خسرو کے اشعار اسی انداز سے پڑھو اور سوچو۔ متانت، فصاحت کلام اور بلندی و خوبی مضامین کے ساتھ ساتھ وہ دلی چاشنی پاؤ گے اور تمہارا دل شہادت دیگا کہ یہ ایک درد آشنا دل کی صدا ہے۔

اوّل حمد کو لیجیے۔

حمد

مولانا نظامی	امیر خسرو
اے نام تو بہترین سر آغاز	اے دادہ بہ دل خزینۂ راز
بے نام تو نامہ کے کنم باز	عقل از تو شدہ خزینہ پرداز
اے کارگشائے ہر چہ ہستند	اے تو بہ ہمیں صنعت سزاوار
نام تو کلید ہر چہ بستند	نام تو گرہ کشائے ہر کار
اے ہست کن اساس ہستی	اے قدرت تو بہ چیرہ دستی
کوتہ ز درت دراز دستی	از نیست پدید کردہ ہستی
اے ہفت عروس نہ عماری	اے چار بساط و ہفت پردہ
بر درگہ تو بہ پردہ داری	بر ہفت عروس عقد کردہ
اے آنکہ نہ بر طریق چونی	ہر چہ از تو گماں برم بہ چونی
دانائے درونی و برونی	آں من بوم و تو زاں برونی
اے سرمہ کش بلند بینان	اے دیدہ کشائے دور بینان
در باز کن درون نشینان	سرمایہ دہ تہی نشینان

مولنا نظامی

صاحب تویٔی آں دگر کدام اند
سلطاں تویٔی آں دگر غلام اند
اے پرورقِ تو درسِ ایّام
ز آغاز رسیدہ تا بانجام
اے واہب عقل و باعث جاں
با حکمِ تو ہست و نیست یکساں
اے امرِ ترا نفاذِ مطلق
از امرِ تو کائنات مُشتق
راہِ تو بہ نورِ لایزالی
از شرک و شریک ہر دو خالی
در صُنعِ تو کامد از عدد بیش
عاجز شدہ عقلِ علّت اندیش
گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی
ہفتاد گرہ بدو کشادی
ترتیبِ جہاں چنانچہ بایست
کردی بہ مثابتے کہ شایست

امیر خسرو

قادر تویٔی آں دگر چہ باشد
منعم تویٔی آں دگر کہ باشد
وز تربیتِ تو یافت ایّام
پیرایۂ صبح و زیورِ شام
بودِ ہمہ گشتہ از تو موجود
حکمِ تو رواں بہ بود و نابود
اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
شرکت نبرد بہ مُلک راہے
خاصہ کہ بہ مُلک چوں تو شاہے
باریکیِ حکمتت کہ داند
کز کُن مکنِ تو نکتہ راند
دعویٰ گریِ سپہرِ پرپیچ
در محکمۂ قضائے تو ہیچ
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد
حکمت ز تو یافت آدمی زاد

امیر خسرو	مولنا نظامی
در کار تو آسمان زبونے	بے کوہی زکاف و نونے
در کلک تو کون کاف و نونے	کردی چو سپہر بیستونے

انفرادی مقابلہ۔ مطلع مولنا نظامی کا بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ پہلا مصرع دلیل دوسرا دعوی۔ "سرآغاز" کا لفظ کس قدر مناسب موقع ہے۔ دوسرا مصرع

بے نام تو نامہ کے کنم باز

جتنی بار پڑھوگے نام اور نامہ کی تجنیس تازہ للف دے گی۔ امیر خسرو کے مطلع میں ایک خاص خوبی ہے۔ داستان عشق وحسن کے مناسب خزینہ راز ہے اور قصہ مجنوں کے ساتھ خزینہ پردازی عقل صنعت تضاد۔ مولنا نظامی کا مطلع ہر مضمون کی مثنوی کا سرنامہ ہوسکتا ہے۔ امیر خسرو کا مطلع صرف داستان عشق کا طرۂ دستار بن سکتا ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	(۲)	اے کارکشائے ہر چہ ہستند
نام تو گرہ کشائے ہر کار		نام تو کلید ہر چہ بستند

امیر خسرو کا شعر بہتر ہے مولنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون امیر خسرو کے دوسرے مصرع میں آگیا۔ "کارکشا" سے "گرہ کشا" زیادہ بلیغ ہے۔ گرہ کشائی مشکل کشائی پر دال ہے لہذا اُس سے اظہار قدرت بیشتر ہوگا۔

امیر خسرو کا پہلا مصرعہ "اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار" مضمون و بندش دونوں میں لاثانی ہے۔ اور المستجمع لجمیع صفات الکمال کی پوری تفسیر۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

اے ہست کُنِ اساسِ ہستی (۳) اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی
کوتہ ز درت دراز دستی | از نیست پدید کردہ ہستی

مولنا نظامی کے اوّل مصرعہ کا مضمون امیر خسرو کے شعر میں زیادہ بلیغ انداز میں ادا ہوا ہے۔ قدرت اور چیرہ دستی سے کلام میں خاص زور پیدا ہو گیا جو حسب حال ہے۔ نیست سے ہستی کا پیدا کر دینا قدرت کا اظہار بمقابلہ اساسِ ہستی کو ہست کرنے کے زیادہ کرتا ہے۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

اے ہفت عروسِ نُہ عماری (۴) اے چار بساط ہفت پردہ
بر درگہِ تو بپردہ داری | بر ہفت عروس عقد کردہ

مولنا نظامی کے یہاں مضمون زیادہ صفائی سے بندھا ہے۔ ہفت عروس و نُہ عماری کے واسطے پردہ داری بہت مناسب ہے۔ سبعہ سیارہ کی جانب جو تصرفات و احکام نجوم منسوب ہیں ان کے لحاظ سے بھی پردہ داری بہت موزوں ہے۔ امیر خسرو کے یہاں چار بساط، ہفت پردہ، ہفت عروس، ایک عقد جمع ہیں۔ مولنا نظامی کے یہاں صرف دو، ہفت عروس و نُہ عماری۔ امیر خسرو کے شعر میں لفظ عقد عروس کے

نہایت مناسب ہی۔

مولٰنا نظامی | امیر خسرو

اے آنکہ نہ بر طریق چونی (۵) ہر چہ از تو گمان برم بچونی

دانائے درونی و برونی | آں من بوم و تو زاں برونی

مولٰنا نظامی نے سادہ مضمون بیان فرمادیا ہی۔ امیر خسرو ایک دقیق فلسفہ پیدا کرتے ہیں یعنی جو بھی تصور اعلیٰ سے اعلیٰ ذات باری تعالیٰ کا ہم اپنے ذہن میں قایم کریں وہ ہمارے دماغ کی ایجاد ہوگا نہ ذات باری کا ادراک۔ لہذا وہ ایک ناقص ہستی کا ادراک و تصور ہوگا، نہ کامل واجب الوجود کا۔ "آں من بوم" پر غور کرو۔ ظلوم وجہول انسان بڑی کاوش سے ایک مفہوم ذات باری کا قایم کرتا ہی اور اُس پر بزعم خود بڑے سے بڑے نتائج لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ اس پردہ میں وہ خود چھپا ہوا ہی اور خود اپنے ہی بابتہ احکام صادر کر رہا ہی۔ جو بیچون ہے وہ چگونگی میں کس طرح سما سکتا ہی۔ اس راہ میں کیسے کیسے مدعیان خرد نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

مولٰنا نظامی | امیر خسرو

اے سُرمہ کش بلند بیناں (۶) اے دیدہ کشائے دُور بیناں

در باز کنِ دروں نشیناں | سرمایہ دہِ تہی نشیناں

اہلِ معرفت کو جو فیض مبدء فیاض سے پہنچتا ہی اُس کا ذکر ہی۔ امیر خسرو کا شعر بلند پایہ ہی۔ سرمہ کش، اور دیدہ کشائے کو اول دیکھو۔ صفاتی و عارضی قوت اور ذاتی قوت کا

فرق ہی۔ جو آنکھ سُرمہ کی مدد سے دیکھے وہ اُس آنکھ کو کہاں پہنچ سکتی ہے جو خود اپنی قوت سے دیکھے۔ اس کے بعد بلندیں اور دوریں کے فرق پر غور کرو۔ بلندیں شان رفعت کو ہویدا کرتا ہی۔ عارف شش جہت میں نگاہ سے مطلوب کا جلوہ دیکھتا ہی اور اُس کی نظر میں فوق وتحت سب یکساں ہی۔ در بازکن اور سرمایہ دہ کا فرق بھی ملاحظہ ہو۔ در کھول دینے سے یہ حاصل ہی کہ نظارہ گاہ پیش نظر ہے، اہلِ بصر اپنی نظر سے کام لیں۔ سرمایہ دہ سے یہ مُراد ہی کہ نظارہ اور توفیق نظارہ سب اُسی طرف سے ہی۔ نظارہ گاہ کے ساتھ قوت نظارہ بھی اُسی طرف سے آتی ہے۔ سرمایہ دہ سے فیض ذاتی مفہوم ہوتا ہی۔ دروں نشین وتہی نشین، دروں نشین میں زیادہ سے زیادہ خلوت نشینی کا مفہوم ہے۔ تہی نشین میں احتیاج وافلاس ہے جو درِ کریم پر پہلا ذریعہ حصول فیض کا ہی۔ نظر کو مزید وسعت دو۔ جو خودی سے تہی ہو کر اور فنا کے مراتب طے کر کے سرحدِ بقا پر پہنچے اُس کی کامیابی اور مایہ داری کہاں تک پہنچے گی۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
قادر تو ئی آں دگر چہ باشد	(۷)	صاحب تو ئی آں دگر کدام اند
منعم تو ئی آں دگر کہ باشد		سلطاں تو ئی آں دگر غلام اند

مولانا نظامی کا شعر صاف بلند پایہ ہے۔ ع "سلطان تو ئی آں دگر غلام اند" کو امیر خسرو کا کوئی مصرعہ نہیں پہنچتا۔

امیر خسرو	مولانا نظامی

اے بر ورقِ تو درسِ ایّام (۸) وز تربیتِ تو یافت ایّام

زآغاز رسیدہ تا بانجام پیرایۂ صبح و زیورِ شام

مولانا نظامی نے سادہ الفاظ میں یہ مفہوم ادا فرمایا ہی کہ زمانہ باآں ہمہ امتداد بس اس قدر وسعت رکھتا ہی کہ اُس کے سارے واقعات کی سرگزشت کتاب قدرت کے صرف ایک ورق پر ثبت ہی۔ امیر خسرو تغیر مضمون کے ساتھ زیادہ دلکش الفاظ میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عالم کی دلکش نیرنگیاں یدِ قدرت ہی کی بخشی ہوئی ہیں۔

ع پیرایۂ صبح و زیورِ شام

کیسا دلآویز مصرع ہی۔ صبح کا نورانی لباس شام کا مرصّع زیور تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔
مولانا نظامی کے شعر سے درسِ ایّام کا وقوع ثابت ہوتا ہے اور بس۔ نتیجۂ تعلیم نہیں معلوم ہوتا۔ امیر خسرو کے شعر سے درس و نتیجۂ درس دونوں ظہور پزیر ہیں۔

امیر خسرو	مولانا نظامی

اے واہبِ عقل و باعثِ جاں (۹) بودِ ہمہ گشتہ از تو موجود

باحکمِ تو ہست نیست یکساں حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

مولانا نظامی نے صرف عقل و جان کے عطا و ایجاد کا تذکرہ فرمایا ہی، نیز یہ کہ حکم ربّانی وجود و عدم دونوں پر یکساں نافذ ہے۔ امیر خسرو تمام مخلوق کا ایک زرا سے

لفظ ہمہ میں انحصار کرکے وسعتِ قدرت دکھاتے ہیں جس طرح ایک مصوّر تل کی برابر نقطہ میں ایک شہر کا منظر نمایاں کردیتا ہی۔ دوسرے دونوں مصرعے مقابل پڑھو۔

ع با حکمِ تو ہست و نیست یکساں

ع حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

امیر خسرو کا مصرع زیادہ چست اور زور دار ہی۔ حکم الٰہی کا نفوذ و نفاذ جس قوت کے ساتھ امیر خسرو نے ظاہر کیا ہی وہ مولنا نظامی کے لفظوں میں نہیں ہی۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
اے امرِ ترا نفاذِ مطلق	(۱۰)	اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
از امرِ تو کائنات مشتق		عالم ز دو حرف کردہ مشتق

مولنا نظامی کے اوّل مصرع سے امرِ الٰہی کا محض نفاذِ علی الاطلاق عیاں ہوتا ہی۔ امیر خسرو کے مصرع میں امرِ مطلق کا عین حکمت ہونا بھی بیان ہوا ہی، اور یہی شانِ عدل ہی۔ مولنا نظامی کے پورے مصرع کا مضمون امیر خسرو کے ان دو لفظوں میں آگیا امرِ مطلق۔ از امرِ تو کائنات مشتق میں وہ لطف نہیں جو عالم ز دو حرف کردہ مشتق میں ہی۔ صرف دو حرف سے سارے عالم کا مشتق ہوجانا قدرت پر زیادہ دلالت کرتا ہے بہ مقابلہ عظیم الشان امرِ الٰہی سے مشتق ہونے کے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
شرکت نبرد بملک راہے	(۱۱)	راہِ تو بہ نورِ لا یزالی
خاصہ کہ بملک چوں تو شاہے		از شرک و شریک ہر دو خالی

مولنا نظامی کے شعر کا پایہ بہت بلند ہے۔ نورِ لایزالی نے جو برقی قوت مولنا نظامی کے کلام میں پیدا کی ہے اُس کا عشرِ عشیر بھی امیر خسرو کے شعر میں نہیں ہے۔ امیر خسرو نے شاہانہ غیرت کی بنیاد پر شرکت کی نفی کی ہے مولنا نظامی جلالِ ربانی کی برقِ خرمن سوز سے شریک و شرکت دونوں کی ہستی کو مٹاتے ہیں۔ وَبَینَهُمَا بونٌ بعِید۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
در صنعِ تو کامد از عدد بیش	(۱۲)	باریکیِ حکمت کہ داند
عاجز شدہ عقلِ علت اندیش		کز کُن مکُنِ تو نکتہ راند

مولنا یہ بیان فرماتے ہیں کہ تیزی بے شمار صنعت عقلِ علت اندیش کے عجز کا سامان ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چونکہ حکمتِ الٰہی کی باریکی کو پہنچنا محال ہے اس لئے اُس کے امر و نہی میں کون عقل کو دخل دیسکتا ہے۔ اس طرح دعویٰ دلیل سے ثابت ہو گیا۔ اس کے علاوہ مولنا نظامی کے مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ بے شمار صنعت کو دیکھکر عقل عاجز ہوتی ہے۔ امیر خسرو باریکیِ حکمت کو سبب عجز قرار دیتے ہیں جو ذرہ ذرہ میں عیاں ہے لہذا ہر ذرہ عجز عقل کے لئے کافی ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی	(۱۳)	دعویٰ گری ہپہرِ پر پیچ
ہفتاد گرہ بدو کشادی		در محکمۂ قضائے تو ہیچ

مولنا نظامی فرماتے ہیں آسمان میں اگر سات گرہیں (سبعہ سیارہ) دستِ قدرت نے

لگادی ہیں تو اُن کے ذریعے سے ستّر گرہیں کھول دی ہیں۔ یعنی آبائے علوی کے جو تصرفات عالم میں جاری ہیں اُن سے ہزاروں کام ہو رہے ہیں۔ یا احکامِ نجوم کی جانب اشارہ ہو۔ سات گرہ دے کر ستّر گرہیں کھول دینا پُرلطف مضمون ہے۔ لفظی رعایت پر خیال کرو تو بدو بکشادی میں دو کا لفظ ہفت و ہفتاد کے مناسب ہے۔

امیر خسرو کا مضمون اس سے بلند تر ہے۔ فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی کے سامنے آسمان کیا چیز ہے محض ہیچ اور ناچیز۔ لہذا عظمتِ الٰہی کا اظہار امیر خسرو کے شعر میں زیادہ ہے۔ سپہر کے ساتھ پرپیچ کا لفظ لطف خاص رکھتا ہے۔ نجومی اور فلکی آسمان کے جس چکر میں ہیں اُس سے آج تک بال بھر بھی نہیں نکلے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
عالم زتو شد بہ حکمت آباد	(۱۴)	ترتیبِ جہاں چنانکہ بایست
حکمت زتو یافت آدمی زاد		کردی بمشابتے کہ شایست

مولٰنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون ایک مصرع میں امیر خسرو نے زیادہ شاندار الفاظ میں لکھدیا ہے۔ چنانکہ بایست اور بمشابتے کہ شایست کا پورا مفہوم بہ حکمت آباد میں زیادہ بلیغ پیرایہ میں آگیا ہے۔ دوسرے مصرع میں امیر خسرو شرفِ انسانی کو نمونۂ قدرت قرار دیتے ہیں۔ یہ مضمون مولٰنا نظامی کے شعر میں نہیں ہے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
در کارِ تو آسماں زبونے	(۱۵)	بے کوہکنی زکاف و نونے
وز کلکِ تو کون کاف و نونے		کردی چو سپہر بیستونے

عظمت و قدرتِ ربانی کا جو اظہار ع "درکارِ تو آسمان زبونے" سے ہوتا ہے وہ ع
"از کرد ی چو سپہر بیستونے" سے نہیں ہوتا۔ مولنٰا نظامی فلک بیستون کی رفعت دکھا کر
عظمتِ قدرت ثابت فرماتے ہیں۔ امیر خسرو پستی و زبونی یعنی عظمتِ قدرت اس قدر
ہی کہ اُس کے سامنے عظمتِ آسمان کا تخیل بھی نہیں ہو سکتا ع "بے کو ہی زکاف و نونے"
سے معلوم ہوتا ہی کہ بلا دشواری قدرت نے سپہر سا بے ستون بنا دیا۔ کلام خسروی سے
ظاہر ہوتا ہی کہ قلم برداشتہ کاف اور نون دو حرف لکھدیئے بس یہ قدرت کے ردبرد
یہ کائنات ہی ساری کائنات کی (جس کا آسمان ایک جزو اقل ہی) اب تم خود سمجھ
لو کہ کونسا مضمون زیادہ آسانی ظاہر کرتا ہے۔ اس مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے کہ
منجملہ پندرہ اشعار کے چار شعر مولنٰا کے افضل ہیں گیارہ امیر خسرو کے۔

مضامین خاصّہ

امیر خسرو	مولنٰا نظامی
اے بیش ز دانشِ خردمند	سلسلۂ ہیچ خطے نگشت زاوّل
فرمانِ تو نطق را زبان بند	بے حجّتِ نام تو مُسجّل
اے سترِ تو بستہ وہم را گوش	اے خطبۂ تو تبارک اللہ
در معرفتِ تو عقل بیہوش	فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ
اے جاں بہ جسد فگندۂ تو	اے ہر چہ رمیدہ و آرمیدہ
ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو	در کُن فیکوں تو آفریدہ

مولنا نظامی

اے مقصدِ ہمتِ بلنداں
مقصودِ دلِ نیازمنداں
ہم قصۂ نانمودہ دانی
ہم نامۂ نانوشتہ خوانی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہ سینہائے مجروح
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردم کنِ آدمی و آدم
اے بندہ نواز بندگی دوست
زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود
جز تو کہ تواند اینچنیں بود
اندیشہ بسے بلندی و پست
بگزشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بدامن
پس فرق چہ باشد از تو تا من
چوں حکم تو گردد آشکارا
کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری
کز ہیچ کست نبود یاری

امیر خسرو

عاجز نہ اُز اساسِ ہمہ ساز

تا یار طلب کنی و انباز

قفلِ ہمہ را کلید بر تو

پنہانِ ہمہ پدید بر تو

اے خاک بران سرکز اخلاص

برخاکِ عبادتت نشد خاص

مولٰنا نظامی کے اشعارِ خاص میں (یعنی جن کا مقابلہ امیر خسرو کے یہاں نہیں ہے)

یہ شعر بہت بلیغ و نادر ہے ؎

اے خطبۂ تو تبارک اللہ   فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ

تبارک اللہ و بارک اللہ کا مقابلہ دیکھو۔ تبارک اللہ اشارہ ہے فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

کی طرف۔ ماشاء اللہ کیا بلیغ خطبہ ہے۔ یہ اشعار بھی بہت خوب ہیں:

اے ہیچ خطے نشد ز اوّل   بے حجتِ نام تو مُسجّل

اے ہر چہ رمیدہ وآرمیدہ   درکن فیکون تو آفریدہ

امیر خسرو کے اشعارِ خاص تعداد میں زیادہ ہیں۔ اشعار ذیل میں اُن کا خاص درد

نیاز کا رنگ ہے ؎

اے خالقِ جسم و صانعِ روح | مرہم نہِ سینہائے مجروح
اے بندہ نواز بندگی دوست | زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
اے خاک براں سرے کز اخلاص | بر خاکِ عبادتت نہ شد خاص

اس رنگ کے اشعار مولٰنا نظامی کے یہاں نہیں ہیں۔ اشعار ذیل کی معرفت ملاحظہ ہو

اے بیش ز دانشِ خرد مند | فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے سرِ تو بستہ وہم را گوش | در معرفت تو عقل بیہوش
اے نور دہِ چراغِ عالم | مردم کنِ آدمی و آدم
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود | جز تو کہ تواند اینچنیں بود
چوں حکمِ تو گرد د آشکارا | کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری | کز ہیچ کست نبود یاری
عاجز نہ ازاساسِ ہر ساز | تا یار طلب کنی و انباز
اندیشہ بہر بلندی و پست | بگزشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بہ دامن | پس فرق چہ باشد از تو تا من

آخر کے دو شعروں میں اُس غلطی کی اصلاح کی ہے جس میں فکر انسانی اپنے منتہائے کمال پر پہنچکر مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب وہ کُنہ واجب الوجود کے ادراک سے عاجز آجاتی ہے تو انکار کی جُرأت کر بیٹھتی ہے۔ امیر خسرو فکر نارسا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ ادراک نہ ہو سکے تو انکار نہ کر بلکہ یہ سمجھ لے کہ مادی مخلوق اور ذات

مجرد کا فرق مستلزم عدمِ ادراک ہے۔ عدمِ ادراک عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔

مُناجات

مولنا نظامی

عقل آبلہ پائے و کوئے باریک
وانگاہ رہے چو موئے باریک
توفیق اگر نہ رہ نماید
ایں قفل بہ عقل کے کشاید
اے عقلِ مرا کفایت از تو
جُستن ز من و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانیِ بار
طاقت نہ۔ چگونہ باشد ایں کار
میکوشم و در تنم تواں نیست
کازرم تو ہست باک ازاں نیست
گر لطف کنی و گر کنی قہر
پیشِ تو یکیست نوش تا زہر

امیر خسرو

اے عذر پذیر عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع بر گناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست
آں را کہ تو افگنی بہ ہرزیست
برداشتنش ببازوئے کیست
ہم رحمت تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست
دستے کہ فتاد نفس خود رائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار ز خاکِ رہ کہ پستم
از دست رہا مکن کہ مستم
ہر چند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست در خورد

مولنا نظامی

شک در دلِ من بود کاسیرم
کز لطف زیم ز قہر میرم
گر قہر سزائے ماست آخر
ہم لطف برائے ماست آخر
تا در نفسم کفایتے ہست
فتراک تو کے گزارم از دست
وانگہ کہ نفس بآخر آید
ہم خطبۂ نامِ تو سراید
واں لحظہ کہ مرگ را بسیچم
ہم نامِ تو در حنوط پیچم
چوں گرد شود وجودِ پستم
ہر جا کہ روم ترا پرستم
احرام گرفتہ ام بکویت
لبیک زناں بہ جستجویت
احرام شکن بسی ست زنہار
ز احرام شکستنم نگہ دار

امیر خسرو

با اینہمہ گر بریزی این خاک
نقصان چہ بود بہ عالمِ پاک
نزدیکِ خودم بخواں بداں نور
کز خود ابدالابد شوم دور
از یادِ خودم کن آنچناں شاد
کز ہستیِ خود نیایدم یاد
جائیم رساں کز اوجِ اخلاص
دیوم بفرشتگی شود خاص
در گلشنِ قدس کن نہالم
مگذار بہ گلخنِ دبالم
آں بخش کہ از توام دہد یاد
واں دہ کہ براہِ تو تواں داد
خواہم بستایشِ تو بودن
من خود چہ توانمت ستودن
ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم
در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم

مولنا نظامی

من بیکس و رخنها نهانی
هان ای کس بیکسان تو دانی
یک ذره ز کیمیای اخلاص
گر بر مس من نهی شود خاص
آنجا که دهی ز لطف یک تاب
زر گردد خاک و دُر شود آب
پیش تو نه دین نه طاعت آرم
افلاس تهی شفاعت آرم
تا غرق نشد سفینه در آب
رحمت کن و دستگیر دریاب
هم تو به عنایت الهی
آنجا قدمم رسان که خواهی
از ظلمت خود رهاییم ده
با نور خود آشناییم ده
بردار مرا که اوفتادم
از مرکب جهد خود پیادم

امیر خسرو

تا گوید ذکر تو به تمییز
تنها نه زبان که جان و دل نیز
بگزندی بی هیچ سانم
آن جان که بجویش زنده مانم
آن چشم دهم که بیش بیند
عفو تو و جرم خویش بیند
آن پرده کشا که بار یابم
در پرده صلاح کار یابم
پیداست که نیست از همه هست
نقدیم بجز امید بر دست
افلاس ببین و از سر جود
بکشای خزینهای مقصود
گیرم که نیم بلطف درخور
آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمت تست بر نکو زیست
رحمت کن بندگان بد کیست

مولانا نظامی

روزی که مرا ز من ستانی
ضایع مکن از من آن چه دانی
وانگه که مرا به من دهی باز
یک سایهٔ لطف بر من انداز
آن سایه که از چراغ دورست
آن سایه که آن چراغ نورست
تا با تو چراغ نور گردم
چون نور ز سایه دور گردم
بی یاد تو ام نفس نیاید
با یاد تو یاد کس نیاید
گر تن حبشی سرشتهٔ تست
در خط ختنی نبشتهٔ تست
گر باز بدا ورم نشانی
ای داور داوران تو دانی

امیر خسرو

چون زان توئیم پاک و ناپاک
هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه گلم سرشتهٔ تست
نیک و بد من نوشتهٔ تست
چون من رقم از تو می پزیرم
گر نامه سیه بود دگیرم
جرم منگر که چاره سازی
طاعت مطلب که بی نیازی
گر فضل تو رحمتی نه ریزد
از طاعت چون منی چه خیزد
فردا که ز بنده راز پرسی
ناکرده و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار رستم
شرمنده مکن بباز جستم
از رحمت خویش کن درم باز
بی آنکه ز کرده پرسیم باز

امیر خسرو

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور
از ظلمتِ راہِ من کُن دور
روشن کُن ازاں نمط رہم را
کاری بسحر شبانگہم را
زینساں کہ اُمید دارم از تو
خواہش بجز ایں ندارم از تو
کاندم کہ دمم زتن برآید
با نامِ تو جانِ من برآید
در حُجلۂ قدس بخش جایم
تا با تو بجانبِ تو آیم
آں راہ نما بمن نہانی
کاندر تو رسم دگر تو دانی

مناجات کے تین جز ہیں جو خود خالق اکبر نے سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے تلقین فرمائے ہیں۔ اوّل ستایش، دوم نیایش، سوم گزارش۔ ستایش کا حصّہ زیادہ تر حمد میں ختم ہو لیتا ہے۔ مناجات کے لئے نیایش وعرض حال دو جزرہ جاتے ہیں۔ نیایش کی جان عجز و شکستگی ہے

گزارشِ مدعا کی نسبت یہ دیکھنا ہی کہ بارگاہِ عالی میں کیا مُدعا پیش کیا۔ ستایش کے نمونے تم کافی دیکھ چکے۔ اب نیایش وگزارش کی کچھ کیفیت معلوم کرو۔

(نیایش)

مولنا نظامی

اے عقل مرا کفایت از تو
جستن ز من و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانیِ بار
طاقت نہ۔ چگونہ باشد ایں کار
گر قہر سزائے ماست آخر
ہم لطف برائے ماست آخر
بردار مرا کہ اوفتادم
از مرکبِ جہد خود پیادم
تا در نفسم کفایتے ہست
فتراکِ تو کے گذارم از دست
وانگہ کہ نفس بآخر آید
ہم خطبۂ نام تو سر آید

امیر خسرو

اے عذر پذیرِ عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع بر گناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست
دستے کہ فتاد نفسِ خود رائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے
ہر چند تنِ گُناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست درخورد
با اینہمہ گر بریزی ایں خاک
نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک
خواہم بہ ستایشِ تو بودن
من خود چہ توانمت ستودن

مولنا نظامی

چوں گرد شود وجود پستم
ہر جا کہ روم ترا پرستم
من بیکس و رخنہا نہانی
ہاں اے کسِ بیکساں تو دانی
پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم
افلاسِ تہی شفاعت آرم
گر تن حبشی سرشتۂ تست
ور خط ختنی نبشتۂ تست
گر باز بداورم نشانی
اے داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم
در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم
پیدا است کہ نیست از ہمہ ہست
نقدیم بجز امید در دست
افلاس ببین واز سرِ جود
بکشائے خزینہائے مقصود
گیرم کہ نیم بلطف درخور
آخر نہ کہ بندہ ام بریں در
گر رحمتِ تست بر نکو زیست
رحمت کُن بندگانِ بد کیست
چوں زانِ تو ایم پاک و ناپاک
ہم تو بکرم نگر دریں خاک
آخر نہ گلم سرشتۂ تست
نیک و بدِ من نوشتۂ تست
جرمم منگر کہ چارہ سازی
طاعت مطلب کہ بے نیازی

امیر خسرو

گر فضلِ تو رحمتے نہ ریزد

از طاعتِ چوں منے چہ خیزد

مجموعۂ اشعار پڑھنے سے عجز و شکستگی کا رنگ امیر خسرو کے اشعار میں زیادہ نمایاں ہے۔ بندۂ کمینہ، تنِ گناہ پرور، خاک، بندۂ در، ناپاک، عذر خواہ، بے سر و پا، افلاس، رحمت، عفو، شفیع، یہ عاجزانہ الفاظ امیر خسرو کے یہاں ہیں۔ مولنٰا نظامی کے یہاں اس رنگ کے الفاظ بیدل، عاجز، وجودِ پست، افلاسِ تہی، بیکس، تن جستے، شفاعت اور لطف ہیں۔ خود ان الفاظ کا مقابلہ کرو تو باعتبار اکثر امیر خسرو کے الفاظ میں انکسار و شکستگی زیادہ پاؤ گے۔

مولنٰا نظامی	امیر خسرو
بردار مرا کہ اوفتادم (۱)	دستے کہ فتادنفسِ خودرائے
از مرکبِ جہد خود پیادم	درمطرحِ سیل بے سر و پائے

بردار، دستے۔ اس موقع پر دستے کہکر مدد طلب کرنا بمقابلہ بردار کے زیادہ موثر ہے۔ مولنٰا نظامی کے شعر میں یہ مضمون ہے کہ ایک شخص گھوڑے سے گر گیا ہے اور کہتا ہے بردار (اُٹھاؤ) امیر خسرو یہ سمان دکھاتے ہیں کہ ایک شخص سیلاب میں اُچھلتا ڈوبتا چلا آتا ہے اور چلاتا ہے دستے، (ہاتھ پکڑنا) بتاؤ دیکھنے والے کے دل پر کس کا درد زیادہ اثر کرے گا ؟ یقیناً ڈوبنے والے کا۔ فرض کرو تم دونوں واقعے ایک ساتھ اپنی آنکھ سے

دیکھتے ہو۔ ڈوبتے ہوئے کو بچا کر گھوڑے سے گرنے والے کو اٹھاؤ گے۔ سوار گھوڑے سے گر کر اکثر خود دامن جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جو سیلاب میں بے قابو ہو جائے اُس کو خدا ہی بچائے تو بچے۔

امیر خسرو		مولنٰا نظامی
گر رحمت تست بر نکو زیست	(۲)	گر قہر سزائے است آخر
رحمت کُن بندگانِ بد کیست		ہم لطف برائے ماست آخر

نیازمندانہ ناز مولنٰا نظامی کے یہاں ہے، امیر خسرو کے یہاں شانِ عجز۔ اوّل لطف اور رحمت کا موازنہ کرو۔ پھر اس عاجزانہ سوال پر غور کرو۔ ع

رحمت کُن بندگانِ بد کیست؟

امیر خسرو		مولنٰا نظامی
افلاس ببین واز سرِ جود	(۳)	پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم
بکشائے خزینہائے مقصود		افلاسِ تہی شفاعت آرم

اپنے اپنے رنگ میں دونوں شعر لاجواب ہیں۔ خسروی عجز مولنٰا نظامی کے شعر میں ہے اور نظامی شوکت امیر خسرو کے شعر میں۔ امیر خسرو کے سوال میں بھی اس موقع پر شانِ خسروی ہے

بکشائے خزینہائے مقصود

افلاس، جود، خزینہ، مناسب الفاظ ہیں۔ مولنٰا کے یہاں "تہی" کے لفظ نے شعر میں جان ڈال دی ہے۔

امیر خسرو		مولنٰا نظامی
جائیم رساں کز اوج اخلاص	(۴)	یک ذرّہ ز کیمیائے اخلاص
دیوم بفرشتگی شود خاص		گر بر مسِ من نہی شود خاص

مولنا نظامی ایک ذرۂ اخلاص کے طالب ہیں۔ امیر خسرو اوجِ اخلاص پر صعود چاہتے ہیں۔ مس کو سونا کر دینے سے دیو کو فرشتہ بنا دینے میں زیادہ ترقی ہے۔ امیر خسرو کا مضمون زیادہ بلند ہے۔

(گزارش)

امیر خسرو	مولنا نظامی
زینساں کہ امید دارم از تو	روزیکہ مرا زمن ستانی
خواہش بجز ایں ندارم از تو	ضائع مکن از من آں چہ دانی
کاندم کہ دمم ز تن بر آید	وانگہ کہ مرا بہ من دہی باز
با نامِ تو جانِ من بر آید	یک سایۂ لطف برمن انداز
در حجلۂ قدس بخش جایم	آں سایہ کہ از چراغ دورست
تا با تو بہ جانبِ تو آیم	آں سایہ کہ آں چراغ نورست
آں راہ نما بہ من نہانی	تا با تو چراغِ نور گردم
کاندر تو رسم دگر تو دانی	چوں نور ز سایہ دور گردم

مولنا نظامی نے دو سوال کیے ہیں۔ ایک اوّل شعر میں ضائع مکن از من الخ اس میں قبولِ عمل کا پہلو ہے۔ دوسرے سوال کا بیان دوسرے شعر سے شروع ہو کر چوتھے پر ختم ہوتا ہے۔ انتہا یہ ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو صرف ایک سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

خواہش بجز این ندارم از تو

سوال کی انتہا یہ ہی ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دونوں انتہائی مصرعوں پر غور کرو اور دیکھو کہ فنا فی اللہ کا مضموں کس میں زیادہ نمایاں ہی؟ یقینی امیر خسرو کے مصرع میں۔ دیکھو مولٰنا نظامی کا مدعا ختم ہو جاتا ہی ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو فنا فی اللہ کے بعد بھی ترقی مدارج کے آرزومند ہیں ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دگر تو دانی میں مدارج کی انتہا نہیں۔ علم قدیم غیر متناہی ہے۔ علیٰ ہذا سوال کی بھی انتہا نہیں۔ جہاں تک رسائی فہم تھی، مدعا ظاہر کیا اور خوب ظاہر کیا۔ آگے حضرتِ کریم کے علمِ قدیم کے حوالہ کر دیا۔ اُفوضُ امرِیْ اِلیٰ اللہ۔ مولٰنا نظامی کے یہاں نور، سایہ اور چراغ کا تلازم بہت خوب ہی۔ امیر خسرو نے صاف صاف الفاظ میں مدعا عرض کر دیا ہی۔ اوّل حُجلہ قدس میں مقام چاہتے ہیں پھر وہاں سے رفیق اعلیٰ کی رفاقت میں قدم آگے بڑھتا ہی ع

تا با تو بہ جانبِ تو آیم

انتہائے سیر ہے ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

نیں نہیں کچھ انتہا ہی نہیں۔ لفظ نہانی کس قدر بلیغ و حسب حال ہی۔ امیر خسرو نور ظلمت کے
مضمون کو دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں:

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور　　　از ظلمتِ راہِ من مکن دُور
روشن کن ازاں نمط رہم را　　　کاری بہ سحر شبانگہم را

ظلمتِ شب کو نورِ سحر سے بدل دینا کمال تنویر ہی۔ ان دو شعروں کا مقابلہ کرو۔

مولٰنا نظامی　　　(۲)　　　امیر خسرو

وانگہ کہ نفس بآخر آید　　　کاندم کہ دمم ز تن بر آید
ہم خطبۂ نام تو سر آید　　　با نامِ تو جانِ من بر آید

ظاہر ہی کہ مضمون دونوں شعروں کا ایک ہی یعنی خاتمہ تیرے نام پر ہو۔ خطبہ کے
لفظ سے مولٰنا نظامی کے مصرع میں خاص شانِ بلاغت پیدا ہو گئی ہی۔ بیان امیر خسرو کا
زیادہ موثر ہی جو موقع کے بالکل مناسب ہی۔ مولٰنا نظامی فرماتے ہیں جب نفَس آخر ہو
(زندگی ختم ہو) تو تیرے نام کا خطبہ پڑھ رہا ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں جب دم نکلے
تو جان تیرا نام لیتی ہوئی نکلے۔ جان اور نفَس میں جس قدر فرق ہی اُسی قدر نام کی
محبوبیت میں فرق اسلوبِ بیان سے مفہوم ہو گا۔ امیر خسرو کے کلام میں 'با نامِ تو'
میں لفظ 'با' نے خاص لطف پیدا کیا ہی جو رفاقت پر دلالت کرتا ہی۔ مولٰنا کے
شعر میں نفَس نام پاک لیتا ہوا ختم (آخر) ہو رہا ہی۔ امیر خسرو کے کلام میں جان نامِ پاک

کے ساتھ جارہی ہے۔ "برآید" پر غور کرکے دیکھو کہ کہاں۔ کچھ شبہ نہیں کہ یہ خوبی مضامین حضرت نظام المشایخ کی صحبت کا فیض ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

مولنا نظامی کے اشعار ذیل نہایت بلیغ اور اثر عجز و نیاز میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

من بیکسم و رخنہا نہانی — ہاں اے کس بیکساں تو دانی
پیش تو نہ دیں نہ طاعت آرم — افلاس تہی شفاعت آرم
گر تن چہ جشنے سر شتۂ تست — ور خط غنیمت نبشتۂ تست

ہاں اے کس بیکساں سبحان اللہ۔ اخیر شعر کا مضمون اور تقابل الفاظ کمال استادی ہے

نعت

امیر خسرو	مولنا نظامی
شاہ رسل و شفیع مرسل	اے ختم پیمبران مرسل
خورشید یقین و نور اول	حلوائے پسین و ملح اول
سلطان ممالک رسالت	اے حاکم کشور کفایت
طغرائے صحیفۂ جلالت	فرماں دہ جملہ ولایت
ہم نور دہ چراغ بینش	اے خاک تو توتیائے بینش
ہم چشم و چراغ آفرینش	روشن بہ تو چشم آفرینش
گنجینۂ کیمیائے عالم	خاک تو ادیم روئے آدم
پیش از ہمہ پیشوائے عالم	نور تو چراغ ہر دو عالم

مولنا نظامی

هر که آرد با تو خود پرستی
شمشیر ادب خورد دو دستی
ای شاه سوار ملک هستی
سلطان خرد به چیره دستی
ای بر سر سدره شاهراهت
وی بر سر عرش تکیه گاهت
رفته ز ورای عرش والا
هفتاد هزار پرده بالا
ای صدر نشین هر دو عالم
محراب زمین و آسماں هم
گشته زمیں آسمان ز دینت
نی نی شده آسماں زمینت
هر عقل که بے تو پے نبرده
هر جاں که نه زندهٔ تو مُرده
عقل ارچه خلیفهٔ شگرف ست
بر لوح سخن تمام حرف ست

امیر خسرو

سرکوب مخالفان ابتر
تن پوش برهنگان محشر
شاهنشه تخت آسمانی
خوانندهٔ تختهٔ نهانی
محجوبه کشائے پردهٔ غیب
گنجور خزینهائے لاریب
پروانه رسان ظلمت و نور
وز نور و دخاں نوشته منشور
یٰسیں ز دهانش دُر فشانده
طاهاش و ان یکاد خوانده
نامش به سریر پادشاهی
توقیع سپیدی و سیاهی
جاروب زنان بارگاهش
از پرّ فرشته رُفته راهش
شمشیر سیاستش سرانداز
شمشیر زبانش گوهرانداز

مولنا نظامی

ق

ہم مہر مؤیدی ندارد
تا دینِ محمدی ندارد
ای شاہِ مقربانِ درگاہ
نامِ تو ورای ہفت خرگاہ
صاحب طرفِ ولایتِ جود
مقصودِ جہان جہانِ مقصود
سرجوشِ خلاصۂ معانی
سرچشمۂ آبِ زندگانی
سرخیل توئی و جملہ خیل اند
مقصود توئی ہمہ طفیل اند
سلطانِ سریر کائناتی
شاہنشہِ کشورِ حیاتی

امیر خسرو

ذیلِ کنفش ز فتنہا دور
خاکِ قدمش بدیدہا نور
در کتبِ کاف و نون شب و روز
زو جملہ رسل دو حرف آموز
کلک از صفتش زبان بریدہ
نہ مُعجز ز کلکِ او چکیدہ
لشکرکشِ آسمان غلامش
تعویذ کلاہ کردہ نامش
خورشید بہ نیلگون عماری
دربانِ درش بہ پردہ داری

مولنا نظامی کے مطلع کے مصرع اوّل میں صرف ایک صفت ختم رسالت کا ذکر ہے۔ دوسرا مصرع بہت مشہور ہے اور اُس میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل و آخر شرف کو نہایت لطیف و مرغوب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ملح اوّل و حلوا پسین خوان کریم پر دستور قدیم کے مطابق آغاز نمک سے ہوتا ہے۔ خاتمہ حلوہ یا شرینی پر ہے

جب کائنات کا خوان کرم بچھا تو اُس پر صلائے عام کا آغاز و انجام ذات اقدس
سے ہوا۔ روحی فداہ ۔ نہ صرف یہ بلکہ جس طرح نمک قوام بدن کا باعث اور غذا میں
لطفِ ذوق پیدا کرنے والا ہے اسی طرح ذات ہمایوں قوام و صلاح عالم کا اصلی سبب
اور جمالِ مبارک تمام کائنات کا نمک اور حُسن تھا۔ خاتمہ دسترخوان کا حلوہ پر ہوتا ہے
جو علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے ہاضم طعام ہونے کی حیثیت سے غذا کے اصل مفاد کے
حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ شیرینی ذوق کی اعلیٰ ضیافت ہے۔ اسی طرح ذات مبارک پر
رسالت کا خاتمہ تمام اگلی رسالتوں کی تعلیم کی کامیابی اور مرغوب ترین انجام تھا۔
امیر خسرو کے مطلع کے اوّل مصرع میں دو صفتیں مذکور ہیں ایک سروری انبیا دوسری
شفاعتِ مذنبین۔ دوسرا مصرع بہت بلند پایہ ہے۔ ع

حلوائے پسین و ملحِ اوّل

امیر خسرو فرماتے ہیں: ع "خورشید پسین و نورِ اوّل"۔ اس مضمون میں قابل غور یہ ہے کہ
خورشید کے طلوع ہوتے ہی سارے ستارے نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں اور
خورشید سب کا تنہا قایم مقام بن جاتا ہے۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے تمام ادیان
سابقہ کے انوار محو ہو گئے اور نورِ حق کی روشنی سے عالم رشکِ روزِ روشن بن گیا۔
دیکھو ایک لطیف مضمون۔ سورج کا نکلنا ستاروں کے فنا کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اُن کے
انوار نورِ آفتاب میں محو و جذب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شرع محمّدی نے تمام ادیان
کی خوبیوں کو احاطہ کر لیا ہے۔ ملح اوّل کے مقابل نورِ اوّل حدیث کا مضمون ہے۔

اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور شان وجلالت کے عین مطابق۔ مُلا کتبی شیرازی کا مصرع ہے

خورشید پسین وصبح اوّل

صبح اوّل میں وہ عالم نہیں جو نور اوّل میں ہے۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
سلطانِ ممالکِ رسالت	(۲)	اے حاکمِ کشورِ کفایت
طغرائے صحیفۂ جلالت		فرماں دہِ جملۂ ولایت

امیر خسرو کے شعر کا ترفع کسی شرح کا محتاج نہیں حاکم کشور کفایت کے مقابل سلطان ممالک رسالت ہر لفظ زور وشکوہ میں بڑھکر ہے۔ ع فرماں دہِ جملۂ ولایت ع طغرائے صحیفۂ جلالت۔ مضمون اگرچہ جدا ہی تاہم شکوہِ الفاظ محتاج بیان نہیں۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
ہم نور دہِ چراغِ بینش	(۳)	اے خاکِ تو توتیائے بینش
ہم چشم وچراغِ آفرینش		روشن بہ تو چشمِ آفرینش

توتیا آنکھ کو قوت دیتا ہی جس سے ایک شخص دیکھ سکتا ہی بشرطیکہ عالم روشن ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چراغ بینش کا نور تیز کردیا جس سے ہزاروں آنکھوں کے سامنے منظر حقیقت روشن وعیاں ہوگیا۔ دوسرے مصرع میں روشن کا مقابلہ چشم وچراغ سے کرو علاوہ شوکت الفاظ کی قوت ہدایت صاف دیدہ افروز ہوگی۔ نہ صرف آنکھیں کھولیں

بلکہ شاہ راہِ معرفت پر چراغ بھی رکھدیا۔ امیر خسرو کا دوسرا مصرع ہی ع

خاکِ قدمت بدیدہا نور

مقابلہ کرو۔ ع

اے خاکِ تو توتیائے بینش

فرق صاف روشن ہی۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

خاکِ تو ادیم روئے آدم (۴) گنجینۂ کیمیائے عالم

نورِ تو چراغِ ہر دو عالم پیش از ہمہ پیشوائے عالم

مولنا نظامی کے اوّل مصرع میں خاکِ پاک روئے آدم کی رونق کا باعث ہی۔ ادیم و آدم کا تناسب ظاہر ہر۔ امیر خسرو نے کیمیائے عالم سے اُس صفت کو بیان کیا جس نے قلب کی ماہیت بدل کر مس سے کُندن بنا دیا۔ ظاہر کی رونق سے اندرونی صفائی پیدا کرنے میں زیادہ کمال ہی۔ دوسرے مصرعوں کا مضمون جُدا جُدا ہے۔ بندش دونوں کی قابل داد ہی۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

ہر کہ آرد با تو خود پرستی (۵) سرکوبِ مخالفانِ ابتر

شمشیرِ ادب خورد دودستی تن پوشِ برہنگانِ محشر

مولنا نظامی کے شعر میں صرف شانِ جلال کا ظہور ہی۔ امیر خسرو نے پہلے مصرع میں اس مضمون کو ختم کر کے دوسرے میں شانِ رحمت بھی دکھلا دی ہی اور کیسے دلگداز

الفاظ میں ؎

تن پوشِ برہنگانِ محشر

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ۔

ہم مضمون وہم قافیہ اشعار کا مقابلہ ختم ہو چکا۔ باقی اشعار دونوں اُستادوں کے اپنے اپنے رنگ میں فرد ہیں۔ مولٰنا نظامی کے حسبِ ذیل اشعار کس قدر بلیغ ہیں:

اے صدر نشینِ ہر دو عالم — محرابِ زمین و آسماں ہم
گشتہ زمیں آسماں زدینت — نے نے شدہ آسماں زمینت
ہر عقل کہ بے تو۔ بے نبردہ — ہر جاں کہ نہ زندۂ تو۔ مردہ
سرجوشِ خلاصۂ معانی — سرچشمۂ آبِ زندگانی
صاحب طرفِ ولایتِ جود — مقصودِ جہاں جہانِ مقصود
سرخیل توئی و جملہ خیل اند — مقصود توئی ہمہ طفیل اند

امیر خسروؔ کے اشعار ذیل غالباً زیادہ بلیغ اور شانِ رسالت کے مُظہر ہیں۔

مجوبہ کشائے پردۂ غیب — گنجورِ خزینہائے لاریب
پروانہ رسانِ ظلمت و نور — وز نور دو خاں نوشتہ منشور
یٰسیں زدہانش دُر فشاندہ — طاہاش واں یکا دخواندہ
جاروب زنانِ بارگاہش — از پرِ فرشتہ رُفتہ راہش
در مکتبِ کاف و نوں شب و روز — زو جملہ رُسُل دو حرف آموز

معراج

معراج کے ذکر میں معرکہ کا مقام قربِ خاص کا بیان ہی اور وہاں کمال شاعری معلوم ہوتا ہی۔ سب سے اوّل یہ دیکھنا ہی کہ دونوں اُستادوں نے اس موقع پر کیا پیرایہ اختیار فرمایا ہی۔

مولٰنا نظامی

ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی
ہم سرِّ کلامِ حق شنیدی
از غایتِ فہم و نورِ ادراک
ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک
در خواستی آں چہ بود کامت
درخواستہ خاص شد بنامت
از قربتِ حضرتِ الٰہی
باز آمدی آں چنانکہ خواہی
گلنار شگفتہ از جبینت
توقیعِ کرم در آستینت
آوردہ براتِ رستگاراں
از بہرِ چو ما شکستہ کاراں

امیر خسرو

دید آں چہ عبارتش نسنجد
در حوصلۂ خرد نگنجد
دیدارِ خدائے دید بے غیب
گفتار ز حق شنید بے ریب
زاں گفت و شنیدِ بے کم و کاست
ہم گفتن و ہم شنیدنت راست
کرد از کفِ غیب شربتے نوش
کز ہستیِ خویش شد فراموش
ایزد ز کمالِ مہربانی
دادش بہ کمال ہر چہ دانی
بنواخت بہ عزتِ سلامش
بسپرد ودیعتِ کلامش

امیر خسرو

مقصودِ دو کون بر تنش ریخت

گنجِ دو جہاں بدامنش ریخت

با بخششِ پاک بندۂ پاک

آمد سوئے بند خانۂ خاک

آورد ز حضرتِ خداوند

منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولانا نظامی نے تصریح فرما دی ہے

هم حضرتِ ذوالجلال دیدی هم سرّ کلام حق شنیدی

امیر خسرو نے جن الفاظ میں اس موقع کا ذکر کیا وہ بہت بلیغ و پر معنی ہیں

دید آں چہ عبارتش نسنجد در حوصلۂ خرد نگنجد

وہ نظارہ ضرور ایسا ہی تھا جو وسعتِ عبارت اور حوصلۂ خرد دونوں سے ماورا تھا

مولانا نظامی کے مطلب کو امیر خسرو نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

دیدارِ خدائے دید بے غیب گفتار ز حق شنید بے ریب

"دیدارِ خدائے دید بے غیب" میں جو شانِ رویت ہے وہ غالباً "ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی" میں نہیں ہے۔

امیر خسرو	مولنا نظامی
زاں گفت و شنیدِ بے کم و کاست	از غایتِ فہم و نورِ ادراک
ہم گفتن و ہم شنیدنت راست	ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک

مولنا نظامی کا پہلا مصرع بہت بلیغ ہی اور رسالت کے فہم و ادراک کی شان نہایت پر معنی الفاظ میں ظاہر فرمائی ہی۔ وہ موقع جس اہتمام و احتیاط کا تھا اُس کا اظہار امیر خسرو کے الفاظ "بے کم و کاست" اور "راست" میں لفظ "پاک" سے زیادہ مصرح ہی۔ عنایت سرمدی کا ذکر مولنا نظامی ان الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

درخواستہ خاص شد بہ نامت	درخواستی آں چہ بود کامت

یعنی جو کچھ مقصود تھا آپ نے چاہا اور جو چاہا عنایت خاص سے عطا ہوا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

دادش بہ کمال ہرچہ دانی	ایزد بہ کمالِ مہربانی

اوّل تو بے مانگے بخشا پھر کمال مہربانی کو کمال بخشش کے ساتھ ملا کر غور کرو تو ذہن عطیۂ الٰہی کی عظمت سے مالا مال ہو جائیگا۔ خداوند ذوالجلال کمالِ عنایت سے بخشش علیٰ وجہ الکمال فرمائے تو اُس کا اندازہ کون کرسکتا ہی۔ اسی لئے امیر خسرو زورِ کلام کو مزید ترقی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "ہر چہ دانی"۔ امیر خسرو کے ان اشعار کو پڑھو لطفِ سرمدی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائیگا ؎

کز ہستیِ خویشتن شد فراموش	کرد از کفِ غیب شربتے نوش

بنواخت بہ عزتِ سلامش | بسپرد ودیعتِ کلامش
مقصودِ دوکون برتنش ریخت | گنجِ دوجہاں بدامنش ریخت

مراجعت ملاحظہ ہو۔ مولنٰا نظامی ؎

از قربتِ حضرتِ الٰہی | باز آمدی آں چنانکہ خواہی
گلنار شگفتہ از جبینت | توقیعِ کرم در آستینت
آوردہ براتِ رستگاراں | از بہرِ چو ما شکستہ کاراں

امیر خسرو ؎

بابخششِ پاک بندۂ پاک | آمد سوئے بند خانۂ خاک
آورد زحضرتِ خداوند | منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولنٰا نظامی کا دوسرا شعر بہت بلند پایہ ہی۔ خصوصاً دوسرا مصرعٔ "توقیعِ کرم در آستینت"
امیر خسرو نے ؎ بابخششِ پاک بندۂ پاک + آمد سوئے بند خانۂ خاک ؛ میں کمال
عبودیت کو جو کمال محمدی ہی عیاں فرمایا ہی۔ کیسا پاکیزہ مصرع ہی ع

بابخششِ پاک بندۂ پاک

اس شعر کو اُن اشعار کے ساتھ ملا کر پڑہو جو قرب خاص کے بیان میں گزرے ' حفظ مراتب اور پاس ادب کی داد دل سے نکلے گی۔

مولنٰا نظامی کے اخیر شعر کا امیر خسرو کے اخیر شعر سے مقابلہ کروگے تو امیر خسرو کا شعر زیادہ چست معلوم ہوگا۔

ایک اور موقع دیکھو۔حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی آمد :

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
از سدرہ رسید مرغِ والا	جبریل رسید طوق در دست
خواندش بہ نویدِ حق تعالیٰ	کز بہرِ تو آسماں کمر بست
آورد جنیبۂ فلک گام	ہر ہفت فلک کہ حلقہ بستند
فردوس نوردو فرقد آشام	نظّارۂ تست ہر چہ ہستند
داد از نمطِ جنیبہ داری	برخیز وہلا نہ وقت خواب ست
شہ را بہ جنیبہ شہسواری	مہ منتظرِ تو آفتاب ست
آں شاہ سوار آسماں گرد	
آہنگ بہ گشتِ آسماں کرد	

آگے باقی سیّاروں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

امشب شبِ قدرِ تست دریاب
قدرِ شبِ قدرِ خویش دریاب
آرایشِ سرمدی ست امشب
معراجِ محمّدی ست امشب

اشعار بالا کے مقابلہ سے واضح ہوگا کہ غالباً حفظ مراتب کلام خسروی میں زیادہ ہے۔

اور زور کلام مولٰنا نظامی کے یہاں۔

روانگی معراج کے موقع پر:

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
اوّل ز سرائے ام ہانی	سر بر زدہ زیں سرائے فانی
شد محرمِ کعبۂ یمانی	بر اوج سرائے ام ھانی

امیر خسرو

پس داد بابروئے مقوّس

محراب بہ قبلۂ مقدّس

در قبلہ شد و بہ قعدہ بنشست

تحریمہ بہ قبلۂ سما بست

علاوہ خوبیٔ کلام امیر خسرو کے اشعار میں شان عبودیت کا پورا جلوہ ہے۔

امیر خسرو	مولنا نظامی
بازار جہت گزاشت برجائے	بازار جہت بہم شکستی
بنہاد بہ نطعِ بے جہت پائے	از زحمتِ فوق و تحت رستی
سرزاں سوئے کائنات برکرد	خرگاہ بروں زدی زکونین
ملکِ ازل و ابد نظر کرد	در حجلۂ قربِ قابَ قوسین

زور کلام امیر خسرو کے یہاں زیادہ ہی۔ دیکھو انسان جب کسی بلند مقام پر پہنچتا ہی تو شوق سے چاروں طرف کا منظر دیکھتا ہی۔ امیر خسرو نے کیا نظارہ گاہ پیدا کیا۔ ع

ملکِ ازل و ابد نظر کرد

مولنا نظامی کا یہ شعر ؎

جبریل ز ہمرہیت ماندہ اللہ معک زدور خواندہ

لاجواب ہی۔ اللہ معک لاکھوں موقعوں پر استعمال ہوا ہوگا، لیکن شاید ہی اس سی بہتر

مستقل ہوا ہو۔ عالم ملکوت میں اپنے مرتبہ پر حضرت جبریل کا رہ جانا اور دُوسرے "اللہ معک" زبان پر لانا کس دلآویز اور بلیغ پیرایہ میں آپ کے علو مرتبہ اور تقرب الٰہی پر دلالت کرتا ہی۔ اللہ معک معمولاً کلمۂ رخصت ہی لیکن اس موقع پر جو قرب ذاتِ باری کا پہلو اُس میں نکل رہا ہے وہ شانِ بلاغت بلکہ جانِ بلاغت ہی۔ حضرت جبریل بارگاہ جلال میں قدم آگے نہیں بڑھا سکتے اور دُوسرے کہتے ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہی۔ یعنی اب خدا کی ذات اور آپکے سوا اور کوئی نہیں۔ اُردو میں اس موقع پر "اللہ کے سپرد" کہتے ہیں لیکن اُس میں یہ پہلو نہیں۔ مولنا نظامی کی عربی فقروں کی تضمین کندن میں نگینہ ہی۔ بعض نمونے اوپر بھی دیکھ آئے ہو۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مقابلہ کی کشمکش دیباچہ کے مضامین (خصوصاً مضامین مذکورۂ بالا) میں ختم ہوجاتی ہی۔ آگے (داستان لیلیٰ مجنوں کا میدان) اقلیم خسروی ہے ع

شرکت نبرد بہ تلک راہی

صرف دونوں اُستادوں کا کلام بالمقابل پڑھنے سے فرق عظیم نمایاں ہوجاتا ہے۔ لہذا وجوہ مقابلہ کی تفصیل تحصیل حاصل ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ خود مولنا کو اس کا احساس تھا کہ یہ میدان اُن کے اشہب قلم کے واسطے تنگ ہی۔ چنانچہ سبب تالیف میں اُس موقع پر فرماتے ہیں جب فرمان شاہی داستان لیلیٰ مجنوں کے نظم کرنے کی بابتہ پہنچا ہی۔ مولنا کو تامل ہی۔ صاحبزادہ محمد نظامی کو اصرار کہ شاہی فرمایش کی تعمیل ضرور ہو۔

گفتم سخنِ تو ہست بر جائے ❊ اے آئینہ رشئے وآہنیں رائے

لیکن چہ کنم ہوا دو رنگ ست | کاندیشہ فراخ و سینہ تنگ ست
دہلیزِ فسانہ چوں بود تنگ | گردد سخن از شد آمدن لنگ
میدانِ سخن فراخ باید | تا طبع سواریِ نماید
اسبابِ سخن نشاط و نازست | زیں ہر دو سخن بہانہ سازست
بر شیفتگی و بند و زنجیر | باشد سخنِ برہنہ دلگیر
ایں آیت اگرچہ ہست مشہور | تفسیرِ نشاط ہست ازو دور
در مرحلۂ کہ رہ ندانم | پیداست کہ نکتہ چند رانم
نے باغ نہ بزمِ شہریاری | نے رود نہ مے نہ کامگاری
بر خشکیِ ریگ و سختیِ کوہ | تا چند رود سخن بانبوہ

دیکھو، امیر خسرو کی روانی طبع نے اسی خشک ریگ اور سنگ لاخ پہاڑ پر فصاحت کے دریا بہادئے اور رنگینیِ کلام سے اُن کو رشکِ گلستاں بنادیا۔ فقد صدق افصح العرب والعجم صلّی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ البیانِ لَسِحرًا۔

جمالِ لیلیٰ

امیر خسرو	مولانا نظامی
بود از صفتِ آں بتانِ دلخواہ	بود از صدفِ دگر قبیلہ
ماہی کہ زد آفتاب را راہ	ناسفتہ دُریش[1] ہم طویلہ

[1] ضمیر ش راجع بہ جانب مجنون ۱۲ حسرت

مولانا نظامی

آفت نرسیده دخترے خوب
چوں عقل بہ نامِ نیک منسوب
آراستہ لعبتے چو ماہے
چوں سروِ سہی نظارہ گاہے
شوخیکہ بہ غمزۂ کمینہ
سفتے نہ یکے ہزار سینہ
آہو چشمے کہ ہر زمانے
کشتے بکرشمۂ جہانے
ماہِ عربی بہ رُخ نمودن
ترکِ عجمی بہ دل ربودن
زلفش چو شبے رخش چراغے
یا مشعلۂ بہ چنگِ زاغے
محجوبۂ بیتِ زندگانی
شہ بیتِ قصیدۂ جوانی
تعویذِ بُتانِ ہمنشیناں
درخوردِ کنارِ نازنیناں

امیر خسرو

لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش
خالش نقطے ز نقشِ نامش
مشعل کُشِ آفتاب و انجم
دیوانہ کُنِ پری و مردم
تاراج گرِ متاعِ جانہا
بنیاد شگافِ خانمانہا
سلطانِ شکر لبانِ آفاق
لشکر شکنِ شکیبِ عشاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتا بہ قدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن و ہم سرافراز
نازے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش
آہو برہِ بہ خواب خرگوش

مولنا نظامی

بر رشتهٔ عقدِ زلف و خالش
آمودہ جواہرِ جمالش
گلگونہ ز روئے خویش پرورد
سُرمہ ز سوادِ ما در آورد
در ہر دلے از ہواش میلے
گیسوش چو لیل و نام لیلے
شکّر شکنی بہر چہ خواہی
شکّر شکن از شکر چہ خواہی

امیر خسرو

خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از دو سرِ چشم دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں
فرمودہ کلالہ را سواری
دادہ مژہ را سلاح داری
افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
او بے خبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بہ دُر فشانی
پروردہ بہ آبِ زندگانی
ہمخوابۂ لالہ گیسوانش
ہمشیرۂ انگبیں دہانش
خورشید غلام زادۂ او
مہ داغِ جبیں نہادۂ او

امیر خسرو

اندر صفتِ آں بتانِ شیریں

چوں زہرہ بہ نور و مہ بہ پرویں

ابتدائے عشق

مولنا نظامی

عشق آمد و جام جام درداد
جامے بدو خوئے خام درداد
مستی بہ نخست بادہ سخت ست
اُفتادنِ نافتادہ سخت ست
چوں از گلِ مہر بو گرفتند
باخود ہمہ روز خو گرفتند
ایں جاں بہ جمالِ او سپردہ
دل بُردہ و لیک جاں نبردہ
آں بر رُخِ او نظر نہادہ
دل دادہ و کامِ دل ندادہ
عشق آمد و خانہ کرد خالی
برداشتہ تیغ لاابالی

امیر خسرو

ہر دو بہ نظارہ روئے در روئے
وارفتہ خیال موئے در موئے
لب ماند ز گفتن و زباں ہم
دل گشتہ بہم یکے و جاں ہم
بیہوشیِ شاں بہ گفتنِ راز
خاموشیِ شاں بہ پردہ آواز
ہر دو بہ غم و گداز ماندہ
لب بستہ و دیدہ باز ماندہ
آں کردہ نظر بہ روئے ایں گرم
وافگندہ ز دیدہ برقعِ شرم
ایں تن بہ ہلاک ساز دادہ
او سینہ بہ تیغِ ناز دادہ

مولنا نظامی

غم داد-دل از کنارشاں برد
وز دل شدگی قرارشاں برد
زاں دل کہ بیکدگر بدادند
در معرضِ گفتگو فتادند
ایں پردہ دریدہ شد بہر سوئے
واں راز شنیدہ شد بہر کوئے
ایں قصہ کہ محکم آیتے بود
در ہر دہنے حکایتے بود
کردند بہم بسے مدارا
تا راز نگردد آشکارا
بندِ سرِ نافہ گرچہ خشک ست
بوئے خوشِ او گواہِ مشک ست
بادے کہ ز عاشقی خبر داشت
برقع ز جمالِ عشق برداشت
کردند شکیب تا بکوشند
کاں عشقِ برہنہ را بپوشند

امیر خسرو

ایں گفتہ غمِ خود از رخِ زرد
او دادہ جوابش از دمِ سرد
ایں دیدہ درو بہ چشمِ پاکی
او نیز دلے بہ شرمناکی
ایں کامِ خود از فغانِ خود دوخت
او سینۂ خود ز آہِ خود سوخت
عشق آمد و خوں بہ خوں در آمیخت
خونابۂ دل ز دیدہ می ریخت
اندیشہ متاعِ صبر گم کرد
غم بر دل و دیدہ اشتلم کرد
سلطانِ خرد بروں شد از تخت
ہم خانہ بباد داد ہم رخت
طوفاں ز تنور سر برآورد
وآفاق بموجِ خوں درآورد
افتاد ز فرقِ عافیت تاج
خازن شدہ و خزینہ تاراج

امیر خسرو

در دادہ چو بادہ ساقیِ شوق
گم شد دو حریف در یکے ذوق
مستاں ز شراب خانہ جستند
خُم بر سرِ محتسب شکستند
در شہرِ وفا در آمد آں بوئے
ہم خانہ خراب گشتہ ہم کوئے
عاشق منگر کہ داغ پوشد
کو مقنعہ بر چراغ پوشد
دستے کہ کند عبیر سائی
انگشت بر و دہد گوائی
بودند بہ زاریِ آں دو غمخوار
در چنبرِ یکدگر گرفتار
میکرد دو سینہ جوشِ بر جوش
میرفت دو قصہ گوش در گوش
یاراں کہ بہ ہر کنارہ بودند
دز دیدہ در آں نظارہ بودند

امیر خسرو

بیندہ بہ نقش بینی از دور
عاشق بہ حسابِ خویش مستور
رازیکہ ز سینہا بجو شد
آں باز کند گرایں بپو شد
باشد چو خریطہ پر ز سو زن
بندی دہنش چہ زروزن
بر روئے محیط پل تواں بست
نتواں لبِ خلق را زباں بست

مجنوں کی آشفتگی لیلی کی پردہ نشینی کے بعد

مولنا نظامی

مجنوں چو ندید روئے لیلی
از ہر مژہ کشاد سیلی
میگشت بگرد کوئے و بازار
در دیدہ سرشک و دردل آزار
میگفت سرودہائے کاری
میخواند چو عاشقاں بہ زاری

امیر خسرو

چوں ماند پریوشِ حصاری
در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند
در درسِ ادب دوید یک چند
در گوشۂ صحن و کنج دیوار
می کرد سرودِ عشق تکرار

مولنا نظامی

هر صبحدمے شدی شتاباں
سرپائے برہنہ در بیاباں
او می شد و می زدند ہر کس
مجنوں مجنوں ز پیش واز پس
کوشید کہ رازِ دل بپوشد
با آتشِ دل کہ باز کوشد
خوں از جگرش بہ دل برآمد
وز دل بگذشت و بر سر آمد
او در غمِ یار و یار ازو دور
دل پر غم و غمگسار ازو دور
چوں شمع بہ ترکِ خواب گفتہ
ناسودہ بہ روز و شب نخفتہ
می کُشت بہ درد خویشتن را
می جُست دوائے جان و تن را
می کند بریں اُمید جانے
می کوفت سرے بر آستانے

امیر خسرو

آہی بہ جگر فرو دمی خورد
والماس بہ سینہ خورد می کرد
زاں ناوکِ غم کہ بے سپر بود
ہر دم خلہ ایش در جگر بود
زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست
می کرد شکیب تا توانست
چوں سیل غمش رسید بر فرق
از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک
وافگندہ بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد از تاب
ور خاک مراغہ کرد چوں آب
برداشت زخانہ راہِ صحرا
چوں خضر نمود میلِ خضرا
میرفت چو باد کوہ بر کوہ
خلقے ز پیش دواں بانبوہ

مولنا نظامی

او بندۂ یا رو یار در بند
از یکدگراں ببوئے خرسند
ہر شب بہ فراق بیت خواناں
چوں باد شدے بکوئے جاناں
در بوسہ زدے و باز گشتے
باز آمدنش دراز گشتے
در وقت شدن ہزار پرواشت
چوں آمد خار بر گزر داشت

امیر خسرو

ہر کس زلطافت جوانیش
می خورد فسوس زندگانیش
اینش زد رونہ پند می داد
وانش بہ جفا گزند می داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست
اینش زد و آں شکست و او خست
با آں شغبے کہ در گزر بود
دیوانہ زخویش بے خبر بود
میراند ز آب دیدہ رودے
میگفت چو بلبلاں سرودے
می زد ز درون جان دم سرد
زاں باد چو ریگ وجد می کرد

مجنوں کے نالہائے نزار

مولنا نظامی

چوں ماندہ شد از عذاب اندوہ
سجادہ فرو فگند زانبوہ
بنشست و بہ ہائے ہائے بگریست
کاوخ چہ کنم دوائے من چیست

امیر خسرو

ما ہیچکسانِ کوئے یاریم
ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خضر ہم آییم
نورے نہ و یارِ آفتابیم

مولٰنا نظامی

آوارہ زخانماں چنانم
کز کوئے بہ خانۂ ندانم
نے بر درِ دیر خود پناہے
نے بر سرِ کوئے دوست راہے
قرّابۂ نام و شیشۂ ننگ
اُفتاد و شکست بر سرِ سنگ
ویراں نہ چناں شدہ است کارم
کابادیِ خویش چشم دارم
اے کاش کہ برمن اوفتادے
بادے کہ مرا بباد دادے
یا صاعقۂ برآمدے سخت
ہم خانہ بسوختے وہم رخت
کس نیست کہ آتشے درآرد
دود از تن و جانِ من برآرد
انداز دود ردمِ نہنگم
تا باز رہد جہاں ز ننگم

امیر خسرو

چوں گل بہ خوشی بہ خندہ کوشیم
ہر چند پلاس ژندہ پوشیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم
در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم
خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
بے منّتِ تاج سرفرازیم
بے منّتِ دیدہ عشق بازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم
با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جائے روبیم
بر نغمۂ جغد پائے کوبیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ
مار است کلیدِ آں خزینہ
دل خستہ و گریہ خونِ نابست
ہاں گر ہوسِ می و کبابست

مولنا نظامی

خونریز منِ خراب و خسته
هست از دیت و قصاص رسته

اے همنفسانِ مجلسِ رود
پدرود شوید جمله پدرود

کاں شیشهٔ مے که بود در دست
افتاده شد آبگینه بشکست

اے بے خبراں ز دودِ آهم
خیزید رها کنید راهم

من سوخته ام مرا مسوزید
بر سوختگاں نمک مریزید

از پائے فتاده ام چه تدبیر
اے دوست بیا و دستِ من گیر

ایں خسته که دل سپردهٔ تست
زنده به تو به که مردهٔ تست

بنواز به لطف یک سلامم
جاں تازه کنم به یک پیامم

امیر خسرو

یارب چه خوش ست نالهٔ زار
خاصه ز درونهائے افگار

جانم ز فراق بر لب آمد
مے آئی و یا بروں خرامد

جز نیم دلم نماند حالی
باز آے که خانه گشت خالی

گفتی که صبور شو به دوری
دوری ز تو وانگهے صبوری

بنمائے رخ چو یاسمینم
بنواز به شربتِ لبینم

تیغم بزن آستاں بکن پاک
بگذار که بر درت شوم خاک

گنجینهٔ عشق شد وجودم
بے عشق مباد تار و پودم

آسوده مباد جانم آں روز
کز دودِ غمت نباشدم سوز

مولنا نظامی

زلفِ تو دریدہ ہرچہ دل دوخت
ایں جامہ دری وراکہ آموخت

اے راحتِ جانِ من کجائی
در بردنِ جانِ من چرائی

جرمِ دلِ عذرخواہِ من چیست
جز دوستیت گناہِ من چیست

یک شب ز ہزار شب مرا باش
یک رائے صواب گو خطا باش

عشقِ تو ز دل نہادنی نیست
ایں راز بکس کشادنی نیست

با شیر بہ تن در آمد ایں راز
با جاں بدر آید از تنم باز

آں را کہ خبر نہ ز آتشِ گرم
گو دست بروز ند با آزرم

ایں گفت و فتاد بر سرِ خاک
نظارگیاں شدند غمناک

امیر خسرو

گیرم خوش و شادماں تواں زیست
ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست

فریاد کہ جاں ز غم زبوں شد
وز رخنۂ دیدہ دل بروں شد

آں تن کہ خمیدہ بود بشکست
واں دل کہ نداشتم شد از دست

سیلاب بلا برآمد از فرق
کشتیم چہ سود چوں شدم غرق

بر سوزِ دلم کہ رستخیز است
انگشت منہ کہ شعلہ تیز است

ہر قطرۂ خوں بریں رخِ زرد
پندار کہ چشمہ ایست از درد

از دیدہ رود چو جوئے خونم
شیراں نکشند بوئے خونم

از شعلۂ آہ ۔ در دہانم
پُر آبلہ بیں ہمہ زبانم

امیر خسرو

شادم بر خت کہ غم کند کم
پیش چو تو ئی و آگہی غم
ور غم رسد از تو نیز شادم
ایں شادی و غم ہمیشہ بادم
مہرِ تو در استخوانِ من باد
دردِ تو دوائے جانِ من باد
مجنوں چو بدیں دم دل آئینہ
از سینہ بروں زد آتشِ تیز
کوہ از جگرش بہ خوں در آمد
فریاد ز وحشیاں بر آمد

بہار

مولنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا
شد خاک بروئے گل مطرا
خندید شگوفہ بر درختاں
چوں سکہ بروئے نیکبختاں

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز
بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر یکسر
در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر

مولنا نظامی

از لالۂ لعل و از گلِ زرد
گیتی علمِ دو رنگ برکرد
سیرابیِ سبزہاۓ نوخیز
از لولوۓ تر زمرد انگیز
لالہ زورق فشاند شنجرف
کافتاد سیاہیش بران حرف
زلفینِ بنفشہ از درازی
در پاۓ فتادہ وقت بازی
غنچہ کمر استوار می کرد
پیکاں کشی زخار می کرد
گل یافت ستبرقِ حریری
شد باد بگوشوارہ گیری
شمشاد بہ جعد شانہ کردن
گلنار بہ ناردانہ کردن
سنبل سرِ نافہ باز کردہ
گل دست بدو دراز کردہ

امیر خسرو

سرو از عَلَم بلند پایہ
بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنم گوہریں شمائل
آراست گلوۓ گل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں
پر شیر شدش ز ابر پستاں
بید از سرِ غنچۂ گہر دار
شد بر سرِ یاسمن گہربار
نازک تنِ لالہ دل افروز
لرزندہ شد از نسیم نوروز
با شاہد وسمہ خجستہ ناماں
گشتند بہ سرِ چمن خراماں

مولنا نظامی

خونے کہ بود درونِ ہر شاخ
بیرون وہد از مشامِ سوراخ
قارورہ زآب سرد گردد
رُخسارۂ باغ زرد گردد
شاخ آبلۂ ہلاک یابد
زر جوید ولیک خاک یابد
نرگس بہ جمازہ برنہد رخت
شمشاد درافتد از سرِ تخت
سیمائے سمن شکست گیرد
گل نامۂ خوں بدست گیرد
برفرقِ چمن کُلالۂ تاک
پیچیدہ شود چو مارِ ضحّاک
چوں بادِ مخالف آید از دور
اُفتادنِ برگ ہست معذور
کانانکہ زغرقہ می گریزند
زاندیشۂ باد رخت ریزند

امیر خسرو

رُخسارۂ لالہ پرزچیں شد
آئینۂ آب آہنیں شد
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ
در ریختن آمد از سرِ شاخ
پر برگ شدہ زمینِ گلزار
چوں مجلسِ مُکرماں زدینار
ریزاں گل و لالہ شست درشست
مالیدہ چنار دست بردست
ہر سُوئے برہنہ گلستانے
چوں راہ فتادہ کاروانے
زآسیب طپانچہائے صرصر
غلطاں بزمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ برسرِ گل
مقراض شدہ بہ پرِّ بلبل
خفتہ علمِ شگوفہ برخاک
عبّاس شدہ درختِ ضحّاک

مولانا نظامی

چون سبزهٔ چرخِ لاجوردی
خیری شود از غبار زردی

نازک جگرانِ باغ رنجور
شیرین نمکانِ تاک مخمور

انداخته هندوئے کدیور
زنگی بچگانِ تاک را سر

سرهائے بهی ز طرهٔ کاخ
آویخته هم بطرّهٔ شاخ

نار از جگر کفیدهٔ خویش
خونابه چکانده بر دلِ ریش

بر پسته که شد دهن دریده
عنّاب زده ور لب گزیده

نارنج ز روئے زرد روئی
برده ز ترنج مشکبوئی

دهقان ز خمِ مئے مغانه
سرمستِ شده ببوئے خانه

امیر خسرو

شیرانهٔ گل گره کشاده
هر سو ورقے برون فتاده

مانده همه غنچهائے خوشبوئے
از خندهٔ شکّرین ترش روئے

برگے که ز باد شد گریزان
هر گوشه دوان فتان و خیزان

نرگس که بخواب چشم بسته
از بانگِ زغن ز خواب جسته

سوسن ز غبارِ سینه پر خار
کآزادهٔ و باخسان سر و کار

رخسارهٔ یاسمین زمین سائے
پیمانهٔ لاله باد پیمائے

گیسوئے بنفشه خاک بوسان
چون زلفِ خمیدهٔ عروسان

نسرین به لتِ زمانه خوردن
وز شاخ بتازیانه خوردن

امیر خسرو

درہم شدہ جعدِ سنبل از باد
شانہ طلب از درختِ شمشاد

قاصد و پیام

مولانا نظامی

(مجنوں ایک درخت پر کوا بیٹھا ہوا دیکھتا ہے)

بر شاخ نشستہ دید زاغے
چشمے و چہ چشم چوں چراغے
چوں زلفِ بتاں سیاہ و دلبند
با دل چو جگر گرفتہ پیوند
صالح مرغے چو ناقہ خاموش
چوں صالحیاں شدہ سیہ پوش
بر شاخ نشستہ چست و بینا
ہمچوں شبہ میانِ مینا
مجنوں چو مسافرے چناں دید
با او دلِ خویش ہمعناں دید
گفت اے سیہ سپید نامہ
از دست کہ سیاہ جامہ

امیر خسرو

(مجنوں ایک بلبل دیکھتا ہے)

دید از سرِ شاخ بلبلِ مست
در جستنِ صوتِ خویش می جست
دل در غمِ گل بہ خار می سفت
بر یادِ دمن سرود می گفت
مجنوں زنشاطِ آں فسانہ
چرخے بنمود عاشقانہ
مرغ از سرِ سوز در مقالت
مجنوں بہ بیانِ وجد و حالت
گفت اے زشرابِ عاشقی مست
با غمزدگاں بہ نالہ ہم دست
سازت کہ نوائے عشق بازیست
مجنوں بہ کشائے عشق بازیست

امیر خسرو	مولنا نظامی
در موسم گل که نو کنی ساز	شبرنگ چرای اے شب افروز
بس عشق کہن کہ نو شود باز	روزت بچہ شد سیہ بدیں روز
من با تو بہ عشق ہم شرابم	بر آتش غم منم تو جوشی
زیرا کہ تو مست و من خرابم	من سوگ زدہ سیہ تو پوشی
بوئے کشم و کنم خرابی	نہ سوختہ دل نہ خام رائی
فریاد ازیں تنک شرابی	چوں سوختگاں سیہ چرائی
چوں زمزمۂ وفا سگالی	زنگی بچۂ کدام سازی
بہر گل بیوفا چہ نالی	ہندوئے کدام ترکتازی
چندیں کہ بہر چمن گزشتی	روزے کہ روی بہ نزد یارم
در گرد گل و شگوفہ گشتی	گوئی کہ ز دست رفت کارم
گر چوں گل من بہ بوستانے	دریاب کہ گر تو در نیابی
دیدی سمنے وار غوانے	ناچیز شوم بدیں خرابی
گو تا بہ تبرکش ربایم	گفتی کہ مترس دست گیرم
گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم	ترسم کہ دریں ہوس بمیرم
چوں سرو من آید اندراں باغ	بینائی دیدہ چوں بریزد
تا در دل لالہ نو کند داغ	از دادن تو تیا چہ خیزد

مولنا نظامی

چوں گرگ برہ زمیش بربود
فریاد رسشاں کجا کند سود
چوں سیل خراب کرد بنیاد
دیوار چہ کاہ گل چہ پولاد
چوں کشتہ بماند خشک و بے بر
خواہ ابر ببار خواہ بگزر
او تیرِ سخن کشادہ گستاخ
واں زاغ پریدہ شاخ در شاخ
او تیرِ سخن دراز کردہ
پرندہ رحیل ساز کردہ
چوں گفت بے فسانہ با زاغ
بنشد (رفت ۱۲) زاغ نہادہ بر دلش داغ
مجنوں چو شب چراغ مردہ
افتادہ دو دیدہ زاغ بردہ
میریخت سرشکِ دیدہ تا روز
مانندۂ شمعِ خویشتن سوز

امیر خسرو

گوئی ز زبانِ من دعایش
بوسی بہزار عذر پایش
وانگہ بہ عبارتے کہ دانی
ایں قصہ بگوشِ او رسانی
کاے دعوی مہر کردہ با من
وانگہ ز وفا کشیدہ دامن
دور از تو بہ من نماند جز پوست
دوری و نعوذ باللہ از دوست
بر بوئے گل آمدم دریں گشت
ورنہ چہ کم ست خار در دشت
گلزار کہ بے رخِ تو بینم
آں بہ کہ بہ کنجِ غم نشینم
زیناں چمنے چو پرِ طاؤس
افسوس کہ بے تو بینم افسوس
او در سخن از درونۂ خویش
بلبل بہ نشاطِ نعرۂ خویش

امیر خسرو

پیغام رساں بہ گریہ تر بود
پیغام پذیر بے خبر بود
مجنوں دل از آہ پارہ می کرد
بلبل بہ چمن نظارہ می کرد
مجنوں ز سرشک لالہ می ساخت
او با گل و لالہ عشق می باخت
چوں دید کہ گفتہ ناصواب ست
قاصد نہ میانجیِ جواب ست
نالید دمے زبختِ ناشاد
وز سایۂ سرو جست چوں باد

لیلی بسترِ مرگ پر

مولنا نظامی

در معرکۂ چنیں خزانے
شد زخم رسیدہ گلستانے
لیلی ز سریرِ سربلندی
اُفتاد بچاہِ دردمندی

امیر خسرو

ناگہ بہ چنیں شگوفہ ریزے
اُفتاد گلے بر ستخیزے
لیلی کہ بہارِ عالمے بود
زو چشمۂ زندگی نمے بود

امیر خسرو	مولنا نظامی
آتش زده گشت نوبہارش	شد زخم زدہ بہار و باغش
وزآب برفتہ چشمہ سارش	زد باد طپانچہ بر چراغش
آں ریش کہن کہ در جگر داشت	آں سر کہ عصابہائے زر بست
جاں برد کہ سوئے جاں گزر داشت	خود را بہ عصابۂ دگر بست
آں دل کہ شدش بہ عشق پامال	گشت از تپ آں گل قصب پوش
جاں نیز رواں شدش بہ دنبال	چوں تار قصب ضعیف و بیہوش
آمیخت بہ سرو نوجوانش	شد بدر ہمیش چوں ہلالے
بیماری جسم ناتوانش	شد سرو سہیش چوں خلالے
شعلہ ز تنش چناں برآمد	سودائے دلش بہ سر برآمد
کش دود ز استخواں برآمد	سرسام سرش بہ دل درآمد
پہلو بہ کنار بستر آورد	گرمائے تموز ژالہ را برد
سر پوش اجل بسر درآورد	باد آمد و برگ لالہ را برد
گشتش تن گوہریں سفالیں	زاں روز کہ یار ازو جدا شد
وز بستر رنج ساخت بالیں	سروش ز گداختن گیا شد
چشمے کہ ہمے بہ خواب در گشت	زاں پیشتر ار چہ مہرباں بود
در بند غنودن دگر گشت	آں مہر یکے بہ صد بیفزود

مولنا نظامی

چوں عاشقِ خویش را بہ صد بند
دلسوختہ دید و آرزومند
بر خاطرِ او فراق رہ کرد
سودائے ورا یکے بدہ کرد
تا کار بداں رسید کز کار
یکبار فتاد و گشت بیمار
لرزہ بشکست پیکرش را
تبخالہ گزید شکّرش را
بالیں طلبید زاد سروش
وز سرو فتادہ شد تدروش
اُفتاد چنانکہ دانہ از کشت
سر بندِ قصب بہ رُخ فروہشت
ایں گفت و بگریہ دیدہ ترکرد
آہنگِ ولایتِ دگر کرد
چوں رازِ نہفتہ بر زباں راند
جاناں طلبید و رفت و جاں داد

امیر خسرو

در آتشِ تپ فتادہ نعلش
یاقوتِ کبود گشتہ لعلش
گشتش خوے تپ رواں بہ تعجیل
ہم وسمہ زروئے شست وہم نیل
گیسو ز شکنج ناز ماندش
نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش
واُفتاد بہ زردی آفتابش
تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ
تبخالہ نہاد بر لبش داغ
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار
یک جاں بدو غم شدہ گرفتار
گفت ایں سخن و زحال درگشت
وز حالتِ خویش بے خبر گشت
جانش کہ میانِ موجِ خوں رفت
مجنوں گویاں ز تن بروں رفت

امیر خسرو، ملّا مکتبی شیرازی، ملّا ہاتفی ہروی

میں نے ملّا مکتبی شیرازی اور ملّا ہاتفی ہروی کی لیلیٰ مجنوں کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا۔ ملّا مکتبی شیرازی کی لیلیٰ مجنوں کی والہ داغستانی نے اپنے تذکرہ میں خصوصیت سے تعریف کی ہے۔ ملّا ہاتفی ہروی مثنوی گویوں میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں اور مولانا جامی کے بعد اُن کا شمار ہے۔ تاہم ان دونوں کی مثنوی لیلیٰ مجنوں امیر خسرو کی مجنوں لیلیٰ سے باعتبار خوبیِ مضامین اور لطفِ کلام کے پست ہے۔ دو ایک مقام کے کلام بالمقابل لکھتے ہیں اہلِ ذوق خود اندازہ فرمالیں گے۔

حمد

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
اے دادہ بدل خزینۂ راز	اے بر احدیّت ز آغاز	ایں نامہ کہ خامہ کرد ایجاد
عقل از تو شدہ خزینہ پرداز	خلقِ ازل و ابد ہم آواز	توقیعِ قبول روزیش باد
اے دیدہ کشائے دوربیناں	اے سایہ مثال گاہِ بینش	طغراش بنامِ پادشاہے
سرمایہ دہِ تہی نشیناں	در حکم وجودت آفرینش	کو راست چو عرش بارگاہے
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	اے کالبد آفرینِ جانہا	بینا کنِ چشمِ اہلِ بینش
نامِ تو گرہ کشائے ہر کار	گوہر کشِ رشتۂ زبانہا	فیّاضِ وجودِ آفرینش
اے بیش زدانشِ خردمند	اے ظرفِ نہ آسمانِ عالی	نقّاشِ نگار خانۂ غیب
فرمانِ تو نطق را زباں بند	در بحرِ تو چوں حباب خالی	منشیِ صحیفہائے لاریب

امیر خسرو

اے بندہ نواز بندگی دوست
زان تو جہان ز مغز تا پوست
اے ستر تو بستہ وہم را گوش
در معرفت تو عقل بیہوش
اے حکمت تو بامر مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
اے جلوہ گر بہار خنداں
بینا کن چشم ہوشمنداں
اے کردہ ز گنج خانہ راز
بر آدمیاں در سخن باز
اے قدرت تو بہ چیرہ دستی
از نیست پدید کردہ ہستی
اے باز کن در معانی
بربا بہ کلید آسمانی
اے جان بہ جسد فگندہ تو
ہر کس کہ بجز تو بندہ تو

ملا مکتبی شیرازی

اے طائر عقل عرش پرواز
بے یاد خوش تو ناخوش آواز
اے مبدع آفریدگاری
سرمایہ دہ بزرگواری
اے قطرہ ابر و ذرہ ریگ
در حلقہ طاعتت بہ تسبیح
اے برتر ازانکہ دیدہ جوید
یا نطق زباں بریدہ گوید
اے بحر تو بیش ازاں مقعّر
کانجا بتواں فگند لنگر
در بحر تو گوہریست نایاب
زیراکہ کسش ندیدہ پایاب
از بحر تو یک حباب بشکست
ایں دائرہائے آبگوں بست
یعنی فلک ارچہ دیرپا ہست
با بود تو چوں خطے بر آب ست

ملا ہاتفی ہروی

زینت گر آسماں بانجم
تشریف دہ زمیں بآدم
لطفش زمہ خجستہ عید
خلخال بہ ساق عرش بخشید
بر کوہہ فیل چرخ خود رائے
او دادہ بہ ہندوئے زحل جائے
داد از پے ضبط فیل مستش
از قوس قزح کجک بدستش
او دادہ زنار ہائے خورشید
ابریشم چنگ عود ناہید
بر جیں کہ دید دولت دیں
سبحہ دہدش ز عقد پرویں
شد قوس فلک کمان بہرام
لشکر کشیش چو کرد انعام
او دادہ بآفتاب شاہی
وز خیل کواکبش سپاہی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہائے مجروح
اے چار بساط و ہفت پردہ
بر ہفت عروس عقد کردہ
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردم کنِ آدمی و آدم

ملا مکتبی شیرازی

عقل از کرمت بہ نکتہ دانی
دریائے گہر کفِ معانی
ہستیِ تو بحرِ بیکرانست
واں در ہمہ قطرہ عیانست
حرفے کہ ز ماہ تا بماہی ست
بر ذاتِ تو محضرِ گواہی ست

ملا ہاتفی ہروی

او کردہ بنا سراچۂ تن
بکشاد درونِ دیدہ روزن
بستہ بہ کمالِ قدرت از موئے
بر منظرِ دیدہ طاقِ ابروئے
او ساختہ ایں ہمہ عجائب
او کردہ بنائے ایں غرائب

نعت

شاہِ رسل و شفیعِ مرسل
خورشیدِ یقین و نورِ اول
ہم نور دہِ چراغِ بینش
ہم چشم و چراغِ آفرینش
شاہنشہِ تختِ آسمانی
خوانندۂ تختۂ نہانی
سلطانِ ممالکِ رسالت
طغرائے صحیفۂ جلالت
محجوبہ کشائے پردۂ غیب
گنجورِ خزینہائے لاریب

شاہنشہِ انبیا محمدؐ
ماہ افسرِ آفتاب مسند
عنوانِ صحیفۂ الٰہی
سرخیلِ سپیدی و سیاہی
آں مجملِ آخریں مفصل
خورشیدِ یقین و صبحِ اول
آں سایۂ رحمتِ الٰہی
فیروزہ نگینِ مہرِ شاہی
زاں از ہمہ سایہ اش نہاں بود
کش سایہ بروں از آں جہاں بود

آں دُرِ یتیمِ بحرِ سرمد
سرخیلِ پیمبراں محمدؐ
ای خاتمِ انبیائے مرسل
شد فتوئے دیں ز تو مسجل
اے قاضیِ شرع و فتوئ دیں
توقیعِ تو خاتم النبیین
اے چشم و چراغِ اہلِ بینش
مقصود توئی ز آفرینش
قایم بہ طفیلِ تست عالم
وز نورِ تو شد مکرم آدم

امیر خسرو

پروانہ رسانِ ظلمت و نور
وز نور و دخاں نوشتہ منشور
سرکوبِ مخالفانِ ابتر
تن پوشِ برہنگانِ محشر
گنجینۂ کیمیائے عالم
پیش از ہمہ پیشوائے عالم
در مکتبِ کاف و نون شب و روز
زو جملہ رسل دو حرف آموز
یٰسین ز دہانش در فشاندہ
طاہاش و ان یکاد خواندہ
نون والقلمش ز حق تعالیٰ
چترے ز برِ ستونِ والا
مہ میم شود بہ چرخ نون ہم
یعنی کہ ز بحرِ حسنِ او نم
کس از صفتش زبان بریدہ
بحر ز کلکِ او چکیدہ

ملا مکتبی شیرازی

زاں مہرِ ازل کہ بر نگیں داشت
اقبالِ ابد در آستیں داشت
عقل از کلمات اوست محفوظ
دل عرش و زبانش لوحِ محفوظ
او پیش قدم تر از جہاں بود
زاں پیشروِ جہانیاں بود
آدم کہ شدہ است لوحِ تصویر
زاں صورتِ خوب شد جہانگیر
سجادۂ شرعِ او کہ بکشود
در کشتیِ نوح بادباں بود
تا مشتِ خلیل از و زر آمد
ز آتشکدہ سرخ رو بر آمد
ہر ریگ ز رہگذارِ آں نور
ہاروں و کلیم را شدہ طور
ہر ذرہ ز خاکِ راہِ آں تاج
ادریس و مسیح راست معراج

ملا ہاتفی ہروی

چوں روزیِ آدمی نمک شد
شائستہ بہ سجدۂ ملک شد
شاہِ قرشی و ہاشمی خیل
زلفیں تو شد دو لامِ واللیل
آمد حرمت حریمِ بطحا
فراشِ درت دمِ مسیحا
ہم خادمِ خوانِ تو خلیلے
ہر مرغِ مدینہ جبرئیلے
بر درگہت اے رسولِ یثرب
موسیٰ بہ عصائے خویش حاجب
خضر آمدہ نیز سوئے ایں در
کز خاکِ درت لبے کند تر
باغِ ارم از نسیمِ کویت
خوشبوئے بنفشہ راز مویت
از بوئے خوشِ نسیمِ آں کوئے
روحِ قدس ست خاصیت جوئے

ملا ہاتفی ہروی	ملا مکتبی شیرازی	امیر خسرو
خورشید ز بہرِ درزۂ تاج	گر سدّ شرِ تعیش نہ بودے	نامش بہ سریرِ بادشاہی
با ہمرۂ سبحہ تو محتاج	طوفانِ بلا جہاں ربودے	توقیعِ سپیدی و سیاہی
گردیدہ ستونِ دیں عصایت	ور غنچہ لب نہ برکشادے	جاروب زنانِ بارگاہش
شد پردہ سرائے حق نوایت	از باغِ جناں کہ درکشادے	از پرِ فرشتہ رُفتہ راہش

دیکھو انبیا علیہم السلام کا ذکر جس پیرایۂ بیان میں مکتبی و ہاتفی کے کلام میں ہی اُس کا شائبہ بھی امیر خسرو کے کلام میں نہ پاؤ گے۔

لیلی

ملا ہاتفی ہروی	ملا مکتبی شیرازی	امیر خسرو
بس نادرہ دخترے لطیفے	زاں جملہ یکے عروس زیبا	بود از صفِ آں بتانِ دلخواہ
خلوتگہ اُنس را حریفے	چوں صورتِ چیں میانِ دیبا	ماہی کہ زد آفتاب را راہ
دریائے حیا و کانِ آزرم	از جلوۂ سروِ او برفتار	لیلی نامے کہ مہ غلامش
گویا کہ سرشتہ اندش از شرم	صد خانۂ مرغِ دل گرفتار	خالش نقطے ز حرفِ نامش
خورشید ندید سایہ اش را	رویش کہ بہشت را لقا بود	مشعل کُشِ آفتاب و انجم
مہ نیز نیافت پایہ اش را	حورانِ بہشت را لقا بود	دیوانہ کنِ پری و مردم
دایم گلِ عارضش ز پا کی	در تنگ ز انگبیں دہانش	تاراج گرِ متاعِ جانہا
در زیرِ عرق ز شرمنا کی	در گرد ز سرمہ آہوانش	بنیاد شگافِ خانمانہا

امیر خسرو

سلطانِ شکرلبانِ آفاق
لشکرشکنِ شکیبِ عشّاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتابقدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز
تازے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش
آہو برہ بخوابِ خرگوش
خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشمِ دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں

ملا مکتبی شیرازی

چشمش بہ ستارہ راہ مے زد
مژگانش سناں بماہ مے زد
مژگاں بہ دلِ خراب کردہ
بر آتشِ رخ کباب کردہ
مہ غالیہ دانِ دایۂ او
خورشید ندیدہ سایۂ او
لعلش عسلِ نخوردہ کس داشت
کز مردمِ دیدہا مگس داشت
وز مو چو فلک خمے فگندہ
بر گردنِ عالمے فگندہ
از نازکیِ کمر کہ او داشت
گفتی کہ بہ دل خیالِ مو داشت
زابرو و مژہ کمیں کشادہ
صد تیر بہ یک کماں نہادہ
باغے نشگفتہ گل بنفشہ دام
ماہے نشکستہ لیلیش نام

ملا ہاتفی ہروی

میخورد دہش ز روئے خور آب
زو پنجۂ آفتاب در تاب
لیلی نامے سمن عذارے
غنچہ دہنے سخن گزارے
با روئے گل و چو موئے سنبل
خنداں چمنے ز سنبل و گل
شیریں حرکات عشوہ انگیز
در خندۂ شکّریں شکر ریز
چشمے و ہزار ناز با اُو
صد گونہ کرشمہ اش در ابرو
از شکرِ لب شکرستانے
وز سنبلِ زلف بوستانے
بادامِ دو چشمِ آں سمن بر
مے بود نہالِ تازہ را بر
آں ہر دو ہلالِ ابرواں نام
از وسمہ دو برگِ سبزِ بادام

ملا ہاتفی ہروی	امیر خسرو
ہر ناخنِ آں نگارِ رعنا	فرمودہ کلالہ را سواری
چوں برگ شقائقے بہ حنا	دادہ مژہ را سلاح داری
رخسارۂ دلفریبش آبے	افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
گوئی زتنش ازاں حبابے	او بے خبر و نظارگی مست
زاں پائے کہ در نگار بستہ	معجونِ لبش بہ دُر فشانی
سرویست زلالہ زار رستہ	پروردہ بہ آبِ زندگانی

ختمِ کلام اس مقدمہ کے دورانِ تحریر میں دو نسخے مجنوں لیلی کے اور ملے (ایک کلکتہ کا مطبوعہ ۱۸۳۲ء دوسرا قلمی) ان دونوں نسخوں سے بھی صحت کی گئی۔ اس طرح اب ہمارا یہ نسخہ ایک نسخے سے نقل اور نو نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مسودہ اور اس کی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح میں تا بحد امکان بشری پوری کوشش کی گئی ہے۔ باقی العلم عند اللہ وما توفیقی الا بہ۔

محمد حبیب الرحمن خاں شروانی حسرت

حبیب گنج ضلع علیگڈھ:

۳ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

نوٹ: مقدمہ کے صفحہ ۱۰۲ پر چوتھے شعر کے پہلے مصرع میں بجائے "تاباں" کے "تاباں" اور متن کے صفحہ ۸۴ پر چودھویں شعر کے دوسرے مصرع میں بجائے "سوخت" کے "دوخت" پڑھنا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این قصه که از احسن القصص[۱] نمونه ایست بنام مجنون ولیلی داغ[۲] کرده شد وثنای باری تعوید صحتش ساخته آمد تا بیماران دل را مدام از خواندن آن صلاح قلب حاصل شود انشاء اللہ تعالیٰ واہب الصحۃ

ای داده بدل خزینهٔ[۱] راز — عقل از تو شده خزینه[۲] پرداز
اے دیده کشائے دور بیناں — سرمایه دهِ تهی[۳] نشیناں
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار — نامِ تو گره کشائے ہر کار
اے بیش ز دانشِ خرد مند — فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے بنده نواز[۱] بندگی دوست — زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
اے سرِّ تو بسته وہم را گوش — در معرفتِ تو عقل بے ہوش

ــــــــــــــــــــ

[۱] اے قصهٔ حضرت یوسف علیه السّلام ۱۲ حسرت [۲] نام نهاده شد ۱۲ حسرت [۳] صرف کننده و آرایند ۱۲ [۴] تهی دستاں ۱۲ حسرت

ای حکمتِ تو بامرِ مطلق ... عالم ز دو حرف[۱] کرده مشتق

ای جلوه گرِ بهارِ خندان ... بیناکنِ چشمِ هوشمندان

ای کرده ز گنجِ خانهٔ راز ... بر آدمیان درِ سخن باز

ای قدرتِ تو بچیره دستی ... از نیست پدید کرده هستی

ای بازکنِ درِ معانی ... بر ما بکلیدِ آسمانی

ای جان بجسد فگندهٔ تو ... هر کس که بجز تو بندهٔ تو

ای صانعِ جسم و خالقِ روح ... مرهم نه سینهائے مجروح

ای چار بساط[۲] و هفت پرده ... بر هفت عروس عقد کرده

ای نور دهِ چراغِ عالم ... مردم[۳] کنِ آدمی و آدم

عالم ز تو شد بحکمت آباد ... حکمت ز تو یافت آدمیزاد

هست از تو شده جهانِ فانی ... ور نیست کنیش هم تو دانی

در کارِ تو آسمان زبونے ... وز کلکِ تو کون کاف[۴] و نونے

کونین که از صفت برون ست ... بالا و فرودش کاف و نون ست

تقدیرِ تو چرخ بر زمیں کرد ... جز تو که تواند اینچنیں کرد

بودی تو نه چرخ و نے زمیں بود ... جز تو که تواند اینچنیں بود

دعوی گریِ سپهرِ پُرپیچ ... در محکمهٔ قضائے تو هیچ

---

۱ کن فیکون ۱۲ حسرت ۲ چار بساط اربعه عناصر، هفت پرده هفت افلاک، هفت عروس سبعه سیاره ۱۲ اشم
۳ مروت ۱۲ اس ۴ مراد از کن ۱۲ حسرت

گردد قلم تو حرف رانی / بر تختهٔ مرگ و زندگانی
حرف تو بنامهٔ الهی / بیرون ز سپیدی و سیاهی
اندیشه بهر بلندی و پست / ق / بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دست منت رسد بدامن / پس فرق چه باشد از تو تا من
هر چه از تو گمان برم بچونی / آن من بوم و تو زان برونی
با حکم تو گاه کارسازی / منصوبهٔ عقل جمله بازی
زین عقل ترا شناخت نتوان / زان بیش جنیبه[1] تاخت نتوان
زینسان که کمند ماست کوتاه / بر کنگر تو کرا بود راه
پس در رهِ تو به تیز هوشی / بیهوده بود سخن فروشی
آن به که زنیم سر خرد را / اقرار کنیم عجز خود را
با تو نه سخن رفیع سازیم / نادانی خود شفیع سازیم
داننده توئی بهر که رازیست / سازنده توئی بهر چه سازیست
از بودنی آنچه بود دارد / از تو رقم وجود دارد
وانچه عدمست نامش آن نیز / از حکمت تست مانده ناچیز
بود همه گشته از تو موجود / حکم تو روان به بود و نابود
چون حکم تو گردد آشکارا / کس را بچرا و چون چه یارا

[1] جنیبه اسپ ۱۲ ش

باریکیِ حکمت کہ داند — کز کُن مکُنِ تو کُنت راند
ہر ذرّہ کہ از ہواش تابیست — از صنع تو در روے آفتابیست
از امرِ تو شد کفایت اندوز — منشورِ شب و جریدهٔ روز
وز تربیت تو یافت ایام — پیرایهٔ صبح و زیورِ شام
از صنع تو گشت گوہرین چہر — یاقوتِ مہ و زبرجدِ مہر
کردی بازل تمام کاری — کز ہیچ کست نبود یاری
عاجز نۂ از اساسِ ہر ساز — تا یار طلب کنی و انباز
شرکت نبرد بہ ملک راہے — خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے
قادر توئی آں دگر کہ باشد — منعم توئی آں دگر چہ باشد
جز تو کہ نہد بہ جیبِ اُمید — دریوزه[1] مفلسانِ جاوید
کارے کہ خرد صلاحِ آں جست — موقوف بکارسازیِ تست
قفلِ ہمہ را کلید بر تو — پنہانِ ہمہ پدید بر تو
لطف تو انیسِ مستمنداں — قہرِ تو ہلاکِ زورمنداں
گر لطف کنی وگر کنی قہر — در ہر دو بود زمرحمت بہر
اے خاک بر آں سرے کز اخلاص — بر خاک عبادتت نشد خاص
ہموارہ درِ تو جاے من باد — توفیق تو رہنماے من باد

[1] دریوزہ بھیک ۱۲ حسرت

مُناجات بدرگاہِ الٰہی

ای عذر پذیرِ عذر خواہاں | عفوِ تو شفیع بر گناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست | در ہر چہ فتد فگندۂ تست
آں را کہ تو افگنی بہ زیست | برداشتنش ببازوئے کیست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست | افگندۂ خویش را دہد دست
مستے[1] ! کہ فتاد نفسِ خود رائے | در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار ز خاکِ رہ کہ پستم | از دست رہا مکن کہ مستم
ہر چند تنِ گناہ پرورد | ق | در حضرتِ قرب نیست درخورد
با ایں ہمہ گر پذیری ایں خاک | نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک
نزدیکِ خودم بخواں بداں نور | کز خود ابدالآباد شوم دور
از یادِ خودم کن آں چناں شاد | کز ہستیِ خود نیایدم یاد
جائیم رساں کز اوجِ اخلاص | دیوم[2] بفرشتگی شود خاص
در گلشنِ قدس کن نہالم | مگذار بگلخنِ دو عالم
گنجم کہ تو کردۂ نثارش | ہم تو بہ کرم نگاہدارش
در گرچہ دریں خزانہ کم نیست | چوں بدرقہ عونِ تست غم نیست

---

[1] یعنی مرے ۱۲ حسرت
[2] یعنی نفسِ امارۂ من فرشتہ گردد ۱۲ حسرت

ایں دادہ نگاهدار با من ... نا دادہ نثار کن بدامن

آں بخشش کہ از تو ام دہد یاد ... آں دہ کہ براہِ تو تواں داد

گر ترکنی از نمے دہانم ... بکشائے بشکر آں زبانم

شکرِ تو بہر کہ کامِ توز یست ... مفتاحِ خزینہائے روزیست

تا جاں بودم امید وارم ... کز شکرِ تو دل تہی ندارم

خواہم بستایشِ تو بودن ... من خود چہ تو امنت ستودن

ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم ... در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم

تا گوید ذکرِ تو بہ تمیز ... تنہا نہ زباں کہ جان و دل نیز

بہ گر ندہی بہیچ سانم ... آں جاں کہ بخویش زندہ مانم

جانیم دہ از خزینۂ بیش ... کم زندہ بتو کند نہ از خویش

آں چشم دہم کہ بیش بیند ... عفو تو و جرمِ خویش بیند

آں پردہ کشا کہ باریابم ... در پردہ صلاحِ کار یابم

توفیق دہم وَلے بکارے ... کز فضلِ تو باشدش شمارے

دلشاد کن از امید خویشم ... نومید بروں مراں ز پیشم

(تجنیس) ... (تجنیس)

پیداست کہ نیست از ہمہ ہست ... نقدیم بجز امید بر دست

افلاس ببین و از سرِ جود ... بکشائے خزینہائے مقصود

---

۱ ہرچہ مرا دادہ حفاظتِ آں کن و نخیدادہ مرا عطا کن ۱۲ ش ۲ تفسیر آیہ لَئِن شَکَرتُم لَاَزِیدَنَّکُم است ۱۲ ش ۳ توزیدں اندوختن و جمع کردن (برہان) ۱۲ حسرت ۴ آں چشم دہ مرا ۱۲ حسرت

گیرم که نیم بلطف درخور | آخر نه که بنده ام برین در
گر رحمت تست بر نکوزیست[1] | رحمت کن بندگانِ بد کیست
چون زانِ توئیم پاک و ناپاک | هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه بگلم سرشتهٔ تست | نیک و بد من نوشتهٔ تست
چون من رقم از تو می پذیرم | گر نامه سیه بود مگیرم[2]
جرمم منگر که چاره سازی | طاعت مطلب که بے نیازی
گر فضلِ تو رحمتے نه ریزد | از طاعتِ چون منے چه خیزد
فردا که ز بنده راز پرسی | ناکرده و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار سستم | شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز | بے آنکه ز کرده پرسیم باز
در صدرِ نعیم ده نشستم | منشور نجات نه بدستم
عفوِ تو که مشعلے ست پرنور | از ظلمتِ راه من مکن دور
روشن کن ازاں نمط رهم را | کاری بسحر شبانگهم را
خاکِ تنِ من درین شب داج[3] | از طاعتِ خود رساں بمعراج
زانگونه بخویش ده پناهم | کز فضل تو خواهم آنچه خواهم
زینساں که امید دارم از تو | خواهش بجز این ندارم از تو

١ نکوزیست آنکه زندگی او نیک ست ١٢ حسرت ٢ اے مواخذه مفرما ١٢ حسرت
٣ یعنی تاریک ١٢ اشش

کاندم که دمم ز تن برآید / با نامِ تو جانِ من برآید
در حجلهٔ قدس بخش جایم / تا با تو بجانبِ تو آیم
آن راه نما بمن نهانی / کاندر[1] تو رسم دگر تو دانی
در قربتِ حضرتِ مقدس / پیغمبرِ پاک رهبرم بس

نعت خاتم انبیا که لوح محفوظ نگین رستین[2] اوست و کلام الله نقش مبین او وزین الله خواتم امورنا بیاد آیه

شاهِ رسل و شفیعِ مرسل / خورشیدِ یسین و نورِ اوّل
هم نور دهِ چراغِ بینش / هم چشم و چراغِ آفرینش
شاهنشهِ تختِ آسمانی / خوانندهٔ تختهٔ[3] همانی
سلطانِ ممالکِ رسالت / طغرای صحیفهٔ جلالت
محجوبه کشاے پردهٔ غیب / گنجور خزینه هاے لاریب
پروانه رسانِ ظلمت و نور / وز نور و دخان[4] نوشته منشور
سرکوبِ مخالفانِ ابتر / تن پوشِ برهنگانِ محشر
گنجینهٔ کیمیاے عالم / پیش از همه پیشواے عالم
در مکتبِ کاف و نون شب و روز / زو جمله رسل دو حرف آموز

۱ فنائی الله ۱۲ حسرت ۲ نقش است ضد نقش و اژگون - چرا که نقش نگین منقلب می باشد و این عجیب است ۱۲ م
۳ تختهٔ همائی لوح محفوظ ۱۲ اشش ۴ نور و دخان نام سورتهاے قرآن ۱۲ ش

یٰس[1] ز دہانش دُر فشانده | طٰہٰ ش وَاِن یَّکاد[2] خوانده
نون و القلمش ز حق تعالیٰ | چترے ز برِ ستونِ والا
مہ میم شود بہ چرخ نون ہم | یعنی کہ ز بحرِ حُسنِ او نم
کلک از صفتش زبان بریده | نہ بحر ز کلکِ او چکیده
نامش بسر برِ پادشاہی | توقیعِ سپیدی و سیاہی
جاروب زنانِ بارگاہش | از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش
شمشیرِ سیاستش سرانداز | شمشیرِ زبانش گوہر انداز
شرعش بہ دو کون باز خورده | ہر دو بہ دو تیغ ضبط کرده
لشکر کشِ[3] آسماں غلامش | تعویذِ کلاہ کرد نامش
خورشید بہ نیلگوں عماری | دربانِ درش بہ پرده داری
ذیلِ کفش ز فتنہا دور | خاکِ قدمش بہ دیده ہا نور
بستہ کمر آسماں بکارش | انجم ہمہ چاؤشان[4] بارش
برکنگره کشیده فتراک | کانجا نرسد کمندِ ادراک

[1] اتباع رسم قرآنی کرده است تلفظ یاسین و طاہا باشند ۱۲ حسرت [2] مراد از آیہ وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارہم لما سمعوا الذکر و یقولون انہ لمجنون (سورۂ قلم) کہ برائے دفع نظر بد می خوانند ۱۲ حسرت

[3] مراد از ستارۂ مریخ کہ جلاد فلک ہست ۱۲ حسرت

[4] چاؤشاں بار نقیبان دربار ۱۲ است

در طیرانِ سیمرغِ قافِ قرآن سوئی سوادِ مازاغ باطاؤسِ سدره یمد ظلها الینا

فرخنده شبے که آں جهانگیر
از نطع زمیں شد آسماں گیر

طیاره زحجره بر قمر تاخت
زیں نه سوئے آں نهٔ دگر تاخت

برخاست زخوابگاهِ ایں دیر
در مرقدِ چرخ شد سبک سیر

از سدره رسید مرغ والا
خواندش بنوید حق تعالے

آورد جنیبهٔ فلک گام
فردوس نورد و فرقد آشام

داد از نمط جنیبه داری
شد زاں جنیبه شهسواری

آں شاه سوارِ آسماں گرد
آهنگ بگشتِ آسماں کرد

اوّل زسرائے اُمّ ہانی
شد محرمِ کعبهٔ یمانی

پس او زابروئے مقوس
محراب بقبلهٔ مقدس

درقبله شد و بقعده بنشست
تحریمه بقبلهٔ سما بست

برداشت ازیں حرابه محمل
در منزلِ ماه کرده منزل

زانجا بطریق تاجداری
بنشست بدو بمیں عماری

زانجا بسرِ بلندیِ بخت
شد تخت نشینِ سومیں تخت

ـه۱ طاؤس سدره جبریل علیه السلام ۱۲ ش ـه۲ نطع بستر ۱۲ حسرت ـه۳ کنایه از اسپ تیزرو (غیاث) ۱۲ حسرت
ـه۴ یعنی جهاتِ شش گانه و موالید ثلاثه، نهٔ دگر یه افلاک ۱۲ حسرت ـه۵ جنیبه داری سائیسی ۱۲ حسرت
ـه۶ بیت معمور ۱۲ حسرت

زانجا که رسید بر چهارم | شد خواجهٔ آن خجسته طارم
زانجا چو ز بر کشید رایت | شد والیِ پنجمین ولایت
زانجا چو بلند بارگه گشت | شهباز ششم شکارگه گشت
زانجا چو نمود بیشتر جهد | شد مهدیِ خاصِ هفتمین مهد
زانجا چو شد آن طرف روانه | شد خازنِ هشتمین خزانه
زانجا چو پرید بر نهم بام | آزاد شد از شکنج نُه دام
بازارِ جهت گذاشت بر جای | بنهاد بنطعِ[1] بیجهت پای
سر زان سوی کائنات بر کرد | ملکِ ازل و ابد نظر کرد
بست از دو دوال بندِ نعلین | شهباز[2] غرض بقاب قوسین
دید آنچه[3] عبارتش نسنجد | در حوصلهٔ خرد نگنجد
دیدار خدای دید بی غیب[4] | گفتار ز حق شنید بی ریب
زان گفت و شنید بی کم و کاست | هم گفتن و هم شنیدنش راست[5]
کرد از کفِ غیب شربتی نوش | کز هستیِ خود شدش فراموش
ایزد بکمالِ مهربانی | دادش بکمال هرچه دانی
بنواخت بعزت سلامش | بسپرد ودیعت کلامش[6]

نشیمن

آشیان

۱ نطع بے جهت بمعنی ملا اعلیٰ ۱۲ حسرت ۲ یعنی از دو تسمهائے پاپوش خود شهباز غرض او در قاب قوسین بست ش
۳ آنچه معائنه کرد او را عبارت نتوان سنجید ۱۲ ش ۴ عیان ۱۲ حسرت ۵ یعنی صحیح و درست ۱۲ ش
۶ کلام کتاب الله و سلام السلام علیک ایها النبی که در تشهد میخوانند ۱۲ ش

مقصود دو کون بر تنش ریخت — گنج دو جهان بدامنش ریخت

با بخشش پاک بندهٔ پاک — آمد سوئے بند خانهٔ خاک

آورد ز حضرت خداوند — منشور نجات عاصی چند

پس داد بهر خجسته یارے[1] — زآوردهٔ خویش یادگارے

یاران که ستوده حال بودند — منعم همه زان نوال بودند

بودند همه ز سینهٔ پُر — جوئے همه ازان محیط پُر دُر

بوبکر بغار هم قدم بود — فاروق بعدل محترم بود

وان حرف کش[2] جریده[3] پرداز — با خازن علم بود همراز

هر چار چو هشت باغ بودند — پروانهٔ یک چراغ بودند

زین چار ستون فرخ آرام — چون دین مرا بلند شد نام

اُمید که این خجسته بنیاد — تا روز ابد بماند آباد

جانم که چنین حصار دارد — بیگانه درو چه کار دارد

یارب که سرش بر آسمان باد — وز رخنهٔ دیو در امان باد

خسرو ز چنین اساس محکم — چون معتکفان کعبه بے غم

---

۱ صحابی ۱۲ حسرت ۲ حرف کش محرر و نویسنده (بهار عجم) ۱۲ حسرت
۳ آرائندهٔ جامع قرآن یعنی حضرت عثمان ابن عفان. خازن علم باب العلم حضرت علی یعنی عثمان و علی باہم موافق و ہمراز بودند ۱۲ ش

مدح شیخ الطریقه نظام الحق والحقیقه محمدی که عیسیٔ آخر الزمانش فرستادند تا دمِ جان بخشِ اسلامِ محمدی را از سر زنده گردانید و عمرِ جاوید بخشید متع الله المسلمین بطول بقائه

چون گوهرِ مدحِ خواجه سفتم — از غیب شنیدم آنچه گفتم
اکنون قدرے دُرِ معانی — ریزم بسرِ جنیدِ ثانی
قطبِ زمن و پناهِ ایمان — سر جملۂ جملۂ کریمان
در شرع نظامِ دینِ احمد — یعنی که نظامِ دینِ محمد
در حجرۂ فقر بادشاہے — در عالمِ دل جهان پناہے
بر خاک ز رحمت آسمانے — بر چرخ ز دولت آستانے
بر مه ز گلیم برده رایت — سلطانِ ممالکِ ولایت
شاهنشهِ بے سریر و بے تاج — شاهانش بخاکِ پائے محتاج
در پردۂ غیب محرمِ راز — وز راز سپهر کیسه پرداز
در عالمِ وحدت ایستاده — بر هر دو جهان قدم نهاده
از خواجگی آستین کشیده — در پایۂ بندگی رسیده

۱ حضرت نظام الدین معروف باولیا قدس الله سره ۱۲ حش

بنیاد تر جمله پاک بنیان | بیدار ترین شب نشینان
هر شب که رود برین کهن بام | بر فرش فرشتگان زند گام
در پیش وی اند جمله مشتاق | گویند بعرشش قم علی الساق
مسند ز سپهر بر ترش باد | خسرو چو ستاره چاکرش باد

نسخه

فی المحمدة المحمدیة هو ختم خلفاء العرب والعجم وارث خلافت بنی آدم علاء الدنیا والدین ناصر امیر المؤمنین المستنصر برب العالمین المعتصم بحبل الله المتین رفع الله فی الخلافة درجاته وجعل الخلافة خلفاء الاقالیم فی حمایته

ای بخت ز پیش پرده بردار | مارا رخ خویش در نظر دار
بنمای بما که تو چه چیزی | کاندر همه جا چنین عزیزی
نی مردم و نی فرشته نامی | دیوی که فرشته؟ کدامی؟
دولت که چنین بزرگوار است | پیش تو کمینه پیشکار است
هر پایه که در جهان توان جست | موقوف بکار سازی تست
بین تا تو چه بندهٔ درین خاک | کین مرتبه داد ایزد پاک
با آن که بجملگی زبانها | بود از تو صلاح خاص ما نها
لیک آمدن تو زیر نه مهد | مخصوص شد از برای این عهد

تابندہ بوی بجہد و تسلیم ‏ ‏ ‏ ‏ در خدمت شاہِ ہفت اقلیم

شاہے کہ بنصرتِ خدائی ‏ ‏ ‏ ‏ ختمست برو جہاں کشائی

سلطان جہاں علائے دنیا ‏ ‏ ‏ ‏ سرمایہ دہ سرائے دنیا

چوں سعد[۱] فلک سعادت اندود ‏ ‏ ‏ ‏ یعنی کہ محمّد ابن مسعود

ختم خلفا دریں کہن طاس ‏ ‏ ‏ ‏ زآدم شدہ سے زآلِ عبّاس

سینہ اش صدفِ دُرِ الٰہی ‏ ‏ ‏ ‏ سنگش[۲] محکِ عیارِ شاہی

ملکش بچہار حد شد آباد ‏ ‏ ‏ ‏ با سبع[۳] شداد بستہ بنیاد

دولت خبرے ز آستانش ‏ ‏ ‏ ‏ گردوں صفتے ز آستانش

رمحش ز سر سریر سرفرازی ‏ ‏ ‏ ‏ قادر کُشی و زبوں نوازی

فرمانش زمانہ را زبوں گیر ‏ ‏ ‏ ‏ سہمش بدل زبوں کشاں تیر

خلقے بحمایتش زن و مرد ‏ ‏ ‏ ‏ از ظلِ خدائے سایہ پرورد

برتر جہتِ[۴] جہاں مقامش ‏ ‏ ‏ ‏ وز حدِ جہت گذشتہ نامش

مصباح کواکب اختر او ‏ ‏ ‏ ‏ معراجِ ستارہ بر درِ او

شیرانِ سپاہ بارگاہش ‏ ‏ ‏ ‏ بربام فلک کشادہ راہش

اندیشہ گُم اندرونِ صدرش ‏ ‏ ‏ ‏ زاندیشہ بروں قیاس قدرش

۱؎ سعد فلک، سیارہ مشتری و زہرہ ۱۲ حسرت ۲؎ سنگ تمکین و وقار ۱۲ حسرت ۳؎ سبع شداد ہفت آسمان

۴؎ اے از جہت جہاں ۱۲ حسرت

در داشتن جہاں ہمہ گاہ | بازوش[1] راز و دست کوتاہ
زانکہ فگندہ[3] نطعِ شاہاں | بنشستہ[4] نفیرِ دادخواہاں
گر ردئے ترش کند بہ تندی | دندان فلک فتد بکندی
ہر زیج عدو کہ ہست در دہر | برکندہ ہمہ بصرصرِ قہر
تا صرصرِ او خس از زمیں رفت | ہر فتنہ کہ بود در جہاں خفت
آہو بزبانش بے تظلم | پیشانیِ شیر خارد از سُم
پیلاں بدرش بہ پیش بینی | رفتہ رہِ مورچہ بہ بینی
میزانِ عطا گرفت در چنگ | زر داد بخاک و چرخ را سنگ
ہنگام عطا چو شرمساراں | بخشندہ باحیا چو باراں
بذلش کہ درونِ حد نہ گنجد | در حوصلۂ خرد نہ گنجد
زاں لطف کہ دست مایہ کردہ | بر خلق ز دست سایہ کردہ
دستش ہمہ جود غرب تا شرق | ذاتش ہمہ حلم پائے تا فرق
آفاق بخوانچہ جلالش | مہمان وظیفۂ نوالش
پیمانۂ دوست پُر ز دُر کرد | پیمانۂ[5] خصم نیز پُر کرد
چوں کوکبہ سپہ کند راست | تکبیر[6] زند ستارہ بے خواست

[1] اے در حفاظت ملک ۱۲ حسرت [2] اے از ظلم ۱۲ حسرت [3] اے شاہان جہاں را سر انداخت یا آں کہ بر سریر شاہی جلوہ کرد ۱۲ حسرت [4] نفیر داد خواہاں فرو نشست یعنی کسے فریادی نیست ملک ۱۲ [5] یعنی ہلاک کرد ۱۲ حسرت [6] تکبیر زند یعنی از حیرت اللہ اکبر گوید ۱۲ ق

با دیست حبیبتش روانہ — کز وے پرد ابلق زمانہ
چترش سلبِ سیاہ بردوش — ز ہفت خلیفہ جاگیٔ[1] پوش
شبگوں علمش چو لیلۃ القدر — از چترِ سفید یافتہ بدر
خورشید جنیبۂ شکارش — مرتبح[2] سلاح دار بارش[3]
مہ کوست بر آسمان حشم اُو — در داخلِ دولتش[4] علم وار
کوسش زدہ بانگ بر ثریا — لرزاں شدہ آسمان چو دریا
دیں را شش عماری خواب — محرابیٔ[5] او پناہِ محراب
آں را کہ کشد بہ تیغِ خونی — رحمت کندش گہہ زبونی
خصم ار ہمہ در خورِ دو نیم است — شمشیرِ سیاستش رحیم است
از تیغ چو آب قطرۂ پاک — بنشاند غبارِ عالمِ خاک
تیغش چو زمیں زخوں رزیدہ — بس جاں کہ بہ تبتِ او خزیدہ
دریائے ز کفِ چو میغش — دوزخ شررے ز تابِ تیغش
رمحش زخطِ سما گزشتہ — تیرش ز حدِ خطا گزشتہ[6]
لو حلیست حسامش آبگوں سطح — حرفش رقمے ز سورۂ فتح
آراستہ ھدیۂ[8] سر ریش — نون والقلم[7] کمان دیر یش

---

۱ جاگی یا رختِ کہنہ (غیاث) ہفت خلیفہ مراد از روح حیوانی و عقل و سامعہ و باصرہ و ذائقہ و شامہ و لامسہ باشد ازیں خادم و تربیت یافتہ ممدوح ہستند ۱۲ حسرت ۲ بار، بارگاہ ۱۲ حسرت ۳ اے در حرمِ دولتش ۱۲ حسرت ۴ محرابی نوعے از شمشیر (غیاث) ۱۲ حسرت ۵ یعنی تیرش خطائی کند ۱۲ ش ۶ بالقلم مسلسل یادر (منتخب) ارد و حبالہ یعنی ہدیہ بہ سر ممدوح از تیر و کمانش آراستہ است ۱۲ حسرت

بادا بہ نشاطِ جاودانہ	در سایۂ تیغِ او زمانہ

درخطاب سکندر ثانی وسدِ عصمت مسلمانی ایدا للہ ارکان سریرہ علی قوائم التائید واید بنیان سدتہ علی اساطین التابید

اے روئے تو آفتابِ جاوید — وے رائے تو شب چراغِ خورشید
بر فرقِ تو چترِ بادشاہی — ہمسایۂ سایۂ الٰہی
بازوئے تو تختِ جم گرفتہ — ملکِ عرب و عجم گرفتہ
خاکِ درِ تو بہ روشنائی[1] — مصروفِ بشغلِ توتیائی
عہدت بدلِ بزرگ حالاں — چوں عیدِ بطبعِ خورد سالاں
نامِ تو کلیدِ تنگیٔ حال — مدحِ تو فسونِ جذبۂ مال[2]
در مشتِ تو نقدِ جملہ ہستی — احسنت زہے فراخ دستی
ابرے کہ جہاں کشادہ دست ست — با مکرمتِ تو نیک پست ست
دستت بکرم ضمانِ روزی — عالم بہ تو میہمانِ روزی
ہر تعبیۂ[3] تو در زمانہ — منصوبہ کشائے جاودانہ

۱ خاکِ درِ تو برائے روشنیِ چشم بسرمہ دادن مصروف است ۱۲ اش
۲ مدحِ تو مال و زر می کشد ۱۲ اش
۳ تعبیہ، ساختن چیزے کہ قدرے عجیب نماید (غیاث) مراد آئین نادر سلطنت باشد ۱۲ حسرت

رفے ز تو شد بہ بخششِ گنج — تضعیفِ محاسبانِ شطرنج

نزدِ خردِ نہایت اندیش — زاں بیشتری کہ گویمت بیش

من مدحتِ تو کہ بیش خواہم — بے قیمتِ بیتِ خویش خواہم

آں نادرہ کش بہا نباشد — قیمت کنمش روا نباشد

پیدا است کہ قیمتِ معانی — دانستہ نشد بہ کاردانی

لیک از کرمِ تو گنج دیدن — مزدیست برائے رنج دیدن

ایں زر[۱] کہ بہ نظمِ زیورِ تست — احساں تو مزدِ زرگرِ تست

من صنعتِ سہل کار بندم — شہ تودۂ زر دہد بلندم

مزدش کہ چنیں بلند باشد — بنگر کہ بہاش چند باشد

چوں من بہ سخن ز رنج بردن — بدخو شدہ ام بہ گنج بردن

ایں گنج[۲] و چہار گنجِ دیگر — کاراستہ[۳] شد بہ پنجِ دیگر

سختم[۴] ز درونِ حکمت آگاہ — از بہرِ خزینہ خانۂ شاہ

تا بو کہ مرا بدانش و داد (بود ۱۲) — گہ گہ بہ ضمیرِ شہ دہد یاد

اُمید کہ ایں متاعِ اخلاص — گردد بقبولِ بندگی خاص

---

۱ ایں زر اے نقدِ سخن ۱۲ حسرت

۲ مراد پنج گنجِ خسروی ۱۲ حسرت

۳ مطابق خمسۂ نظامی آراستہ شد ۱۲ حسرت

۴ سختن بمعنی سنجیدن (غیاث) ۱۲ حسرت

ایزد بدل تو جاه دادش | مقبولی خود عطا دهادش
بادش بمقام ارجمندی | از سکهٔ نام تو بلندی
از نام تو او خجسته رو باد | وین بنده خجسته نام از و باد

در سبب نظم این جواهر رشتهٔ خجسته را در کشیدن و در نظر جوهریان مبصر داشتن و قیمت عدل خواستن

چون من[1] بدو نامه زین ورق پیش | راندم قلمی به نکتهٔ خویش
از روح قدس شنیدم آواز | کای کرده لب تو گوش من باز
نی این رقم خیال کردی | بل جادوئی حلال کردی
آن به که کنون درین تفکر | کاهل نشوی به سفتن در
آن کو بهنر نشد طلبگار | چون بی هنران بود قفا خوار
اسپی که نه خانه خانه گردد | مستوجب تازیانه گردد
آن خواجه که کاهلیست خویش | کاهل تر از وست آز درویش
جان کن که غرض بچنگ یابی | کان کن که گهر بسنگ یابی

[1] ازین بیت معلوم می شود که این سوم کتاب پنج گنج ست هنوز دو دیگر نه نوشته شده پس این شعر که این پنج گنج چگونه صحیح باشد۔ مگر آن که گویند که چون قصد نوشتن خمسه بنام ممدوح داشتند این چنین فرمودند چنانکه در دیباچهٔ کتاب می گوید این کتاب به نام فلان نوشته شد۔ حالانکه وجود کتاب در ذهن می باشد۔ همه کتب خمسهٔ خسروی بنام سلطان علاء الدین نوشته شده ۱۲ حجت

تا چه بکنند که دهد نم؟ — تا ره نروند کے شود کم؟
لیکن بکن آن تفکّرِ خام — گر نامهٔ بد بوی نکو نام
بکشا طبقے بغیر تاوان — نُقل اندک و چاشنی فراوان
یک شیشه که خوش فرو توان خورد — بهتر ز دو صد سبوئے پُر دُرد
بتوان خمے از شراب خوردن — نتوان دو شرابه آب خوردن
خواهی که به از بهت کشاید — خورسند مشو بهر چه آید
زاندیشهٔ دقیقه نغز خیزد — وز پختنِ آرد مغز خیزد
بالایشِ قند و تیره تابش[۱] — رُخسارِ نبات را صفا بیش
کانکن که گرفت تیشه در چنگ — خشنود چگونه گردد از سنگ
هرگه که علم شدی بکارے — در غایتِ آن بکوش بارے
از اندکِ خوب شو فسانه — نے از حشواتِ[۲] بیکرانه
یک دانهٔ نارِ پخته در کام — بهتر ز هزار آبیِ[۳] خام
یک شاخ که میوه دهد تر — بهتر ز هزار باغِ بے بر
یک بلبل خوش نوا و دلکش — بهتر ز دو صد کلاغ ناخوش
یک صفحه پُر از خلاصهٔ شوق — بهتر ز دو صد کتابِ بے ذوق

(از مجاز ذوقی)

۱؎ چون قند با تابهٔ سیاه (کڑھائی) بیامیزد و از ضرباتِ کفچهٔ قنّاد (حلوائی) مالش نیک یا بد صفائے دیگر پذیرد تابش مخفف تابه است. و تابه ظرفے باشد که در آن خاگینه و ماهی بریان کنند (برهان) ۱۲ حسرت

۲؎ کارِ عبث و فضول ۱۲ اش ۳؎ آبی میوهٔ بهی ۱۲ اش

در کامِ کساں کجا بود بہ | مغزے نہ بحرف و جلد فربہ
دفتر چہ کنی چو نظمِ تر نیست | در صد صدفت یکے گہر نیست
چوں مردمِ دیدہ چشمِ بد دور | یک خال سیہ نمائے پُر نور
نے چوں حبشی کہ از تباہی | نورے نہ و عالم سیاہی
آں بہ کہ چو نکتہ سگالی | حرفے نہ بود ز نکتہ خالی
یک رمز بدفترِ منقش | چوں خندۂ زنگیست ناخوش
چوں صبح[۱] نخست بے فروغ ست | آں خندہ کہ می زند دروغ ست
آں کش نمکِ سیاہ باید | در سنگِ سیہ چہ دست ساید
آں کس کہ رقاقِ[۲] میدہ یابد | از بہر سبوس کے شتابد
تا شربتِ صاف در قدح ہست | در سرکہ کسے چرا کند دست
بد گو کہ سیاہ گوئے باشد | زو نامہ سیاہ روئے باشد
چوں گفتِ لطیف درخورِ زہ[۳] | گویند کہ ہر چہ کم بود بہ
ناخوش سخنے کہ بیش گوید | مزد آں چہ دہیش بیش جوید
خر کو بفغاں نمونہ باشد | پس دیر کشد چگونہ باشد
بوقی[۴] نہ بس آنکہ ساز گیرد | واں گاہ نوا دراز گیرد

۱ صبحِ کاذب ۱۲ اش ۲ رقاق نان تنک ۱۲ اش ۳ اے درخور تحسین ہست ۱۲ اش
۴ بوق چیزے باشد از مس مانند شہنائی کہ ازاں آواز مہیب و مکروہ خیزد (غیاث) ۱۲ حسرت

بے نکتہ قلم زدن پیاپے ‌‌ ‌‌ ‌‌ کژ کردن باد باشد از نے

ہر کلک تہی کہ در صریرست ‌‌ ‌‌ ‌‌ مضراب مغنیان پیرست

پر مغز بود خدنگ دلخواہ ‌‌ ‌‌ ‌‌ ناشورہ[1] بود ہمہ تہی گاہ

نطقے کہ نہ در ہنر بلندست ‌‌ ‌‌ ‌‌ بگذر ز زنخ[2] کہ ریش خندست

بے مایہ تجارت ایچ بابست ‌‌ ‌‌ ‌‌ بے رشتہ تنیدن ایچ کارست

ور تو ہوس گزاف داری ‌‌ ‌‌ ‌‌ مے لاف کہ جاے لاف داری

بے بہرہ کہ کار کردنش خوست ‌‌ ‌‌ ‌‌ بیکار ترین مردمان اوست

سنجیدن سایہ در ترازو ‌‌ ‌‌ ‌‌ پیکار ترازو دست و بازو

کژ پایک اوج کج کنی پائے ‌‌ ‌‌ ‌‌ گر رنج خوردت گریزی از جائے

دریا چو بکوزہ[3] کم کند کس ‌‌ ‌‌ ‌‌ در کوزہ کنش کہ بس کند بس

آن دیو بود کہ چارہ ناچار ‌‌ ‌‌ ‌‌ کارے طلبد نہ بہرہ کار

[illegible]

حکایت آن دو دیو کہ از خوی پشیمانی دریا را در بیابان ریختند و از بریدن زمین بیابان را در دریا انداختند

گویند دو دیو با سلیمان ‌‌ ‌‌ ‌‌ بستند ز بہر کار پیمان

۱ ناشورہ، پراگندہ ۱۲ اش ۲ زنخ بیہودہ (غیاث) ۱۲ اس ۳ اے بے خردے کہ آب دریا را بکوزہ پر کردہ کم کردن خواہد علاجش آنکہ خود او را در کوزہ باید کرد تا فریاد بس بس آرد و فہمد کہ چون او در کوزہ نمے گنجد آب دریا چگونہ گنجد ۱۲ حجت

بردند براوج بارگاہے | روزے کردند کارگاہے
چوں در عمل دگر نشد دست | کردند ہماں کشیدہ را پست
فرمان دہ کارکارداں بود | برمردم و دیو کارراں بود
چوں دید کہ دیو بیند آزار | از بیکاری چو مردم از کار
فرمود کہ ہر دو تن مہیا | پویند سبک بدشت و دریا
ایں ریگ برودِ آب ریزد | او نایژہ[1] درسراب ریزد
چنداں کہ بچند گاہِ موزوں[2] | ہاموں شود آب و آب ہاموں
دیواں بہ چناں گزاف کارے | ماندند دراز روزگارے
تابود حیات سپے فشردند | و آخر بہماں شکنجہ مردند
بے رنج تنِ عقوبت الفنج[3] | رنجیدہ شود چو نازک از رنج
مقصودم ازیں حکایت آں ست | کاندیشۂ بے غرض زیان ست
ناگفتہ بہ آں چہ کس نہ گوید | ناکشتہ بہ آں چہ بر نروید
کوتہ سخنی ستودہ حالے ست | بسیار سخن زوے ملالے ست
لیک ار سخنے ست روح پرور | می گوئے کہ عمر بیش بہتر
زرکش ازلی ست ہمتِ خویش | ہرچند کہ بیش عمر تش بیش

---

[1] یعنی آب چکیدن چنانچہ گویند نایژہ مے کند یعنی آب مے چکد (برہان) اینجا مراد آب باشد ۱۲ حسرت
[2] لے در چند سال ۱۲ حسرت
[3] الفنجیدن بمعنی جمع کردن و اندوختن (برہان) ۱۲ حسرت

آں تحفہ کہ عزتش ز غیب ست | بیشی و کمی درو چہ عیب ست
خوبی سبب قبولِ عام ست | پیرایۂ نامِ حرف نام ست
کاغذ کہ شود سپید چوں گل | بہتر ز سوادِ بے تامل
زینساں کہ ترا سخن بلند ست | خاموشیِ تو نہ دل پسند ست
کالا ز خزینہ بر سبا زار | تا تنگ شود رہ از خریدار[1]
در گوش من از سپہر نیلی | آمد چو ندائے جبرئیلی
خوش خوشش بتوکلِ خداوند | دریائے گہر کشادم از بند
ہاں اے شنوندۂ خبردار | گردم خبرت بیاو بردار
آں موج زنم کنوں کہ از دُر | گردد ہمہ دامنِ جہاں پُر
نقشے کہ بنامۂ نخست[2] ست | ہر چند کہ یک بیک درست ست
من نیز چناں کہ خواندم آں حرف | اینجا ہمہ کرد خواہشش صرف
تا سر خوشِ جامِ اولیں ست[3] | گردد بشرابِ دیمیں مست
چوں ساقی پیش صاف را بُرد | عیبم نکند کسے بایں دُرد
یارب چو تمام گردد ایں ماہ | در وے ندہی کسوف را راہ
بیزد چو دقیقہ را ہنر بیز | از چاشنیِ خودش نمک ریز

۱ مراد ہجوم خریداراں ۱۲ اتن
۲ مراد لیلیٰ مجنونِ مولانا نظامیؒ ۱۲ حسرت ۳ دُرد ۱۲ حسرت

زانگونه کنش بسینها خاص | کش در دل وجاں نهند اخلاص
دان چه از رقم گناه بینی | ق | کز دے رقم سیاه بینی
اُمید که گاه نا اُمیدی | بخشی سیه مرا سپیدی
چوں یافت دل ایں امیدواری | اے خامه بیار تا چه داری

راه نمودن فرزند قرة العین عین الدین خضر را که از ظلمات دنیا بسوے روشنائی دین گراید روّاه الله من عین الحیوة و زاد عمره کالخضر بصحبة الذات

اے چارده ماهه زر کانی | هم خضر و هم آب زندگانی
اکنوں که نداری از خرد ساز | می پرورت زمانه در ناز
اُمید که چوں شوی خردمند | خالی نکنی درون زیں پند
از چارده بگذرد چو سالت | ق | گرد مه چارده جمالت
بر نکتهٔ عقل دست سائی | بر گنج هوس گره کشائی
وز چپ نه دن خرد شوی راست | دانی چپ خود ز جانب راست
دانسته شوی بکار دانی | بر سترِ صحیفهٔ معانی
خواهی که دلت بتابد از نور | اندر ز هرا مکن ز دل دُور
پیوند هنر طلب چو مردان | وز بے هنراں عناں بگرداں

خضر از پئے آں نہادمت نام
کت عمرِ ابد بود سر انجام

لیکن نہ بود حیات جاوید
تا سر نہ کشی بماه و خورشید

واں راست باوجِ آسماں سر
کز جوہرِ علم یافت افسر

واں خواجہ برد کلیدِ ایں گنج
کو بر تنِ خویشتن نہد رنج

خواہی ظلمت بچرخ ساید
بے دودِ چراغ راست ناید

گر دل نہ کنی بسہل خرسند
نقدے بہ ازاں کشاید از بند

تاک از پئے غورہ[1] می دہد مُل
شاخ از پسِ سبزہ میدہد گُل

کانے کہ کنی ز بہرِ گوہر
سنگت دہد اوّل آں گہے زر

چوں باز کنی ز نیشکر بند
خس در دہن آید آں گہے قند

آں نیست نشانِ علمِ والا
کز خلق بری بحیلہ کالا

علم آں باشد کہ رہ کند پاک
نے زرقِ[2] مزوّرانِ چالاک

آں تختہ درست کن بتکرار
کآگہ شوی از نہایتِ کار

چوں من نشوی کہ ہر زمانے
سازم بدروغ داستانے

در گنجِ سخن دہد کلیدت
اندیشۂ من شود پدیدت

آں بہ کہ بجہل کم بسیچی
ایں نامہ بہیچ تا نہ پیچی

۱؎ غورہ انگورِ خام ۱۲ اش

۲؎ زرق مکر ۔ مزوران مکاران ۱۲ اش ۔

من کین رقم از هنر گرفتم — زین کشته نگر چه[۱] بر گرفتم
تا تو چو کنی مسے زرا ندود — زاں قلب زنی چه آیدت سود
ور دل کندت هنر فزائی — پیشه نکنی ثنا سرائی
گر مدح تو در طمع کشد رائے — در صفتِ سراں نباشدت جائے
چوں زین فن بدشوی شکیبا — می گوئے سخن ولیک زیبا
از کارگهِ حریر زن لاف — خس پاره مکن چو بوریا باف
حرفے که از او دلے کشاید — از هر قلمے بروں نیاید
زیبا۔ نه بهر زباں تواں گفت — یاقوت بخارکے تواں سفت
ور برد هد ایں درخت قندت — وا وازه چو من شود بلندت
زاں میوه که افتدت بدامال — تنها نخوری چو ناتمامال
چوں آمده گر یکے ست گر هفت — بدهی ندهی بخواهدت رفت
بارے کم از اں نه کز تو چندی — آسوده شود نیاز مندی
چوں مرد بگردِ مردمی گرد — نے هیچو بخیلِ نا جوانمرد
سرمایهٔ مردمی مکن گم — کز مردمی ست قدرِ مردم
گرچه زرت از عدو بود بیش — درویش نواز باش و درویش
صد سر بُرد آسماں به شمشیر — تا یک شکم از علف کند سیر

[۱] بر ثمره ۱۲ اش

موراں کہ بزیر پا دو انند | یکجو بہ ہزار جاں ستانند
نقدے کہ رہش بدیں گزند است | بے رنج دہی نگر کہ چند است
خواہی کہ بمہتری زنی چنگ | دریوزۂ کہتراں مکن تنگ
سنجیدہ دہد چو ابر باراں | رنجیدہ شوند دانہ خواراں
ابلہ کہ دہد قراضہ بے رنج | بہتر ز محاسب درم سنج
مستی چو کرم بود جمال است | در بادہ نمک زنی حلال است
گر بر تو زند فقیر جاں باز | در پیش خود از درم سپر ساز
کاں را کہ بکیسہ نیست چیزے | خود را کشد از پئے پشیزے [1]
در شعبدہ مرد خنجر آشام | از پہلوئے خویش می خورد شام [2]
تا داشت کہ نیست با خر و خویش [3] | باز و ز پئے شکم کند ریش
آں کز تن خود جدا کند پوست | او با دگرے کجا شود دوست
تا پا نہ نہی بدستیاری | از دوست مخواہ دوستداری
بیدار پئے پاسبانِ بے مزد | گنجینہ برد بشرکتِ دزد
یارے کہ بجاں نیاز مائی | در کار خودش مدہ روائی
صد یار بود بناں شکے نیست | چوں کار بجاں فتد یکے نیست

[1] ریزۂ سیم و زر ۱۲ ت [2] شام طعام ۱۲ ت
[3] اے خر بار بردار خویش و ہمدرد چارہ ساز ندارد ۱۲ حسرت

کن برکفِ همگناں درم ریز — جز برکفِ کودکانِ نوخیز
کاموختہ شد چو خورد باسیم — کالائے بزرگ را بود بیم
کودک ز درم شود گرہ گیر — پیراز رقمِ سیاہ تحریر
در خود بغلط نعوذُ باللہ — درسمت سیاقت اوفتد راہ
باآں کہ شوی وزیرِ کشور — وز دے باشی کلاہ بر سر
دانی ز قلم ہنر چہ جوئی — ازآب سیہ سپید روئی
چوں بر سرِ شغل کام باشی — می کوش کہ نیک نام باشی
در ہرچہ ترا شمار باشد — آں کن کہ صلاح کار باشد
نیکی کن اگر بدی سگالی — از حسنِ نیت مباش خالی
گر بنشانی درختے از خار — آں خار نشاں کہ گل دہد بار
نشتر کہ بر جسم خوں فشانست — از بہرِ صلاح ناتوانست[1]
آزار مجو چو سینہ سوزے — کازردہ شوی تو نیز روزے
ناخن کہ سرِ خراش دارد — بُرّند سرش چو سر برآرد
آتش کہ بظلم گشت خویش — سیری نبود بہیچ رویش
شمشیر کہ کار اوست آزار — باشد بہ نیام سرنگوں سار
آزار کسے طلب ہمیشہ — کازردنِ خلق گردپیشہ

نصیحت زنان

[1] ناتواں بیمار ۱۲ اش

ناکس که خراش چون خسان کرد ‌‌ — با او آن کن که با کسان کرد
گر دست رسد به بدفعالے — رحمت نکنی بهیچ حالے
رندے که خورد آب رزد مشت — در حال بمشت بایدت کشت
برخویشتن آن که او نه بخشود — بخشودن او خرد نفرمود
ناداشت که تن کند بزر ریش — داغے بدهش که تا کند بیش
مستے که به چهره جهد بیازی — آن به که رسن بدو نبازی
کورے که رود بگشتِ گلزار — هان تا نه کشی گرش خلد خار
آن سر که سزائے تیغ باشد — رحمت کنیش دریغ باشد
در جنبش فتنه جا نگهدار — بر خار چه جرم؟ پا نگهدار
با آن که بود جهان پر از دوست — ایمن منشین ز خصم در پوست
گر خود نتوان ز سرفرازی — با تیهو و کبک جره بازی
بارے چو کلنگ دار برجائے — پاس سر خویشتن بیک پائے
با پنجه وران بپائے خیزند — وز شیر بپائے پس گریزند
شد چیره چو دشمنِ ستمگار — از وے نرهی مگر بهنجار
مرغے که طپید بحلقهٔ دام — اندر خفه[۱] جان دهد سرانجام
افتاد چو کار با گرانان — با صرفه[۲] زیند کاردانان

۱ خفه تنگ بودن گلو ۱۲ حسرت ۲ صرفه حیلهٔ و تدبیر ۱۲ حسرت

مردم چو عنان دہد بفرہنگ — از باد بگردد آسیا سنگ

بینائی عقل پیش مے دار — بینا شو و پاس خویش مے دار

شب کور بود عسس چو در کوئے — از دزد خورد طپانچہ بر روئے

منگر ز جہان فریب ناکی — کاندر پس او بود ہلاکی

چون خندہ کند بہ پردہ برق — شمشیر زند ز شعلہ بر فرق

ایمن منشین بعالم خس — کز چرخ نرست بے بلا کس

کنجد کہ ز کام آسیا جست — ہم در دہن جوال[1] شد پست

مغرور مشو بملک و مالے — کان نیست مگر کہن سفالے

مال ارچہ کشاد کار ازان ست — تشویش دل و ہلاک جان ست (نخ)

آن بہ کہ بحرص کم شتابی — کز ننگ طمع خلاص یابی

تا دل تنگ پو زند لبوئے — راحت نبود بہیچ روئے

چون قافلہ در گریز باشد — خواہش ہمہ خیز خیز باشد

خواہی کہ نگردی آرزومند — می باش بہر چہ ہست خورسند

پویان حریص روئے زردست — خورسندی دل صلاح مردست

مردم چو ز رز عنان تابد — ہمت شرف کمال یابد

آن سرخ گلے کہ خون فشان ست — سرخیش ز خون سرکشان ست

[1] جُوال بالضم چیزے کہ دراں غلہ پر کردہ بر خر و یابو نہند (غیاث) ۱۲ حسرت

ایمن بود از شکنجهٔ ریش | زر هر چه که بیشتر بلا بیش
گشتی چو به سروری کله دار | شو ساخته[۱] خدنگ خونخوار
ور نیز شوی وزیر مقبل | از زخم زبان مباش غافل
ور زاهل قلم شوی گران گیر | بر نسبت جد شوی کمان گیر
ناوک زنی و گره کشائی | ترکانه زمو گره کشائی
چون در صف پردلان کنی جای | سرپیش نه اوّل آن گهے پای
مردانه که کار مرد ورزد | آن به که ز بیم جان نه لرزد
گیرم زعدو عنان تابی | از مرگ کجا خلاص یابی
از پیش بلا که گرم خیزی | مردن بقفاست چون گریزی
کار نظرست پیش دیدن | نتوان بقفائے خویش دیدن
بیرون ز اجل چو نیست کارے | تا نیست اجل بکوش بارے
خون از دگرے کسے کند خواست | کو از سر خون خویش برخاست
مردانه که جان خود سپارد | بر جان کسان چه رحمت آرد
تا دل بقرار خویش باشد | شمشیر بکار خویش باشد
دل را چو شود خزینه تاراج | دشمن بسلاح نیست محتاج
بے ہشت اگر سمند رانی | ہم بازری و ہم ہانی

[۱] ساخته، موافقت کرده شده ۱۲ ش

در بازوی دل نباشدت سخت — هم سر بفدا کنی و هم رخت

آن کش مددِ ضمیر باشد — پیلش به نظر حقیر باشد

باز آنکه دلش هراس پیشه است — شیر نمدش چو شیر بیشه است

لیکن سبکی مکن چنان هم — کِت دل برود ز دست و جان هم

در حمله مشو مبارزِ خام — هنجار ببین و پیش نه گام

پائی که کند فراخ گامی — از پای چه ریزدش سلامی

در تو بغزا شوی سر آهنگ — با[۱] سهل خصومتان مکن جنگ

لشکر نه همه دلیر باشد — در دشتِ شغال و شیر باشد

گر خر بوحل فرو نماند — قدرِ تگِ توسنان که داند

گر شب نبود سیاه و دیجور — در خانه چراغ کی دهد نور

در بر تو عدو عنان کند تیز — چون پای به کار هست مگریز

بر پرهنران ست جور و بیداد — کس را نبود ز بی هنر یاد

چون رختِ کلال خاک باشد — از نقب زنش چه باک باشد

گر دیدهٔ باطنت شود باز — در عیب کسان نظر مینداز

دریابی بینش یقینی — آن به که همی خدای بینی

مپسند بهر چه رایت آسود — آن کن که بود خدای خوشنود

[۱] ای همراه سهل خصومتان ۱۲ حسرت

دوزخ مطلب چو کندهٔ زشت — کاتش بود اول آخر انگشت[له]

می باش چو شاخ سبز دلکش — کاتش زنیش نه گیرد آتش

بفروز چراغ پارسائی — کو راست سرے بروشنائی

خواہی کہ رسی بچرخ گرداں — مگذار عنان نیک مرداں

با دولتیاں نشیں کہ خارے — در صحبت گل شود بہارے

گیرم ندہند کندهٔ عود — بوئے رسدت بیاری دود

عطار اگرچہ تند خویست — مشکش بہ نسیم تازہ رویست

با ہر کہ نہ دولتی ست منشیں — کز سرکہ نگشت کام شیریں

شمعے کہ بود ز روشنی دور — ندہد بہ چراغ دیگراں نور

دولت نہ ہماں بود کہ یکچند — فلسی دو سہ را شوی خداوند

مردار جہاں چو در پذیری — مردار کشی بود نہ میری

دولت بود آں کہ دل فروزی — وز ترک اہل کلاہ دوزی

در دامن نیستی زنی دست — تا ہست شوی بعالم ہست

گر فقر باختیار یابی — در حجلهٔ قدس بار یابی

ور مطلبی ازاں چہ دوری — ہم فقر بود ولے ضروری

دانی کہ بخاطر ہوسناک — ہر کس نہ رسد بعالم پاک

له انگشت کوئلہ ۱۲ حسرت

گر داعیہ رسد الٰہی
ور غیب رہِ دگر کشاید
ق
تو خود بجز آں وگرچہ خواہی
یا لطف ترا رہے نماید

با ایں ہمہ ہم ز جست و جوئے
کاہل نشوی بہیچ روئے
خواہی شرف و بزرگواری
می کوش بہ ہمتے کہ داری

کاں تن کہ بہ ہمتے سرشتہ است
مردم نگری و لے فرشتہ است
مفلس کہ دلش بسر فرازی ست
سلطاں شد نش کمینہ بازی ست

حکایت شبانے کہ از غایت ہمت تیغ را آئینۂ وجاہت و قلم را عمدۂ دولت خود ساخت

گویند کہ در عرب جوانے
بودہ ست ز نسبتِ شبانے
قطعہ
بختش چو بہ اوج رہبری داشت
ہمت بفلک برابری داشت

زاں پیشہ کہ اصلِ کار بودش
اقبال رہے دگر نمودش
زاں شیر دلی کہ داشت با خویش
آلودہ نشد بجیر بی میش

رفتے پدرش چو مستمنداں
دنبالِ چرائے گوسپنداں
او سبقِ امید کردہ پرکار[1]
در درسِ ادب شدی بتکرار

[1] پرکار، مجازاً بمعنی طوق ہم آمدہ (غیاث) ۱۲ حسرت

چوں حرفِ قلم درست کردے — دامن بسلاح چست کردے
تا یافت ازاں ہنر پرستی — در ہر دو ہنر تمام دستی
روزے پدرش بہ پردہ در گفت — کاے جانِ تو گشتہ با خرد جفت
نوشند چو شگوفۂ جوانی — از جفت[1] گریز نیست دانی
گر فرمائی ز ہمسرے چند — جوئیم ستنے سزائے پیوند
گفتا کہ چو کرد نیست کارے — جفت از نسبِ خلیفہ بارے
گفتش پدر، اے سلیم خود رائے — زاندازۂ خود بروں منہ پائے
گیرم کہ دہندت آنچہ دلخواست — بے خواستہ[2] کار چوں شود راست
نقدے ببر و سواریت کو — واسبابِ عروس داریت کو
آورد جوانِ دولت اندیش — شمشیر و قلم نہاد در پیش
گفت ار سببِ دگر ندارم — ایں ہر دو نہ بس کلید کارم
آں کیں دو ہنر بدست دارد — شک نیست کہ ہر چہ ہست دارد
افگند چو ہمتِ بلندم — بر کنگرۂ ہنر کمندم
گر بازوئے ہمتم چنین ست — ہر چیز آں طلسم در آستین ست
گویند بہمت آں جواں مرد — شد بر تر ازاں کہ آرزو کرد
دولت چو برو فگند سایہ — شد محتشمِ بلند پایہ
فی الجملہ بہر چہ دست سائی — ہمت چو قوی بود بر آئی

[1] جفت عروس ۱۲ اتش [2] خواستہ مال و زر (غیاث) ۱۲ حسرت

اے آں کہ زمن بیادگاری — این پند زمن بیاد داری

جانِ پدر ار رسی بجائے — برجانِ پدر کنی دعائے

آغاز سلسلہ جنبانیدن از داستان عشق مجنون و لیلی

دندانہ کشائے قفل این راز — زین گونہ کند درِ سخن باز

کاں روز کہ زاد قیسِ فرخ — رخشندہ شد آں قبیلہ را رُخ

زاں نورِ خجستہ شب افروز — بر عامریاں[1] خجستہ شد روز

بنشست پدر بشادمانی — بکشاد درے بمیہمانی

بیگانہ و خویش را اصلا داد — ہم نزل فشاند و ہم عطا داد

واندر پسِ پردہ مادرش نیز — آراست زصفّہ[2] تا بدہلیز

خوبانِ قبیلہ را طلب کرد — وآفاق زنغمہ پرطرب کرد

می ریخت بخوب تر شمارے — اندازۂ ہر یکے نثارے

جستند حکیم طالع اندیش — کاگہ کنند از حکایتِ بیش

دانا بشمارِ خود نظر کرد — گفتہ چو سر از شمار بر کرد

کیں طفل مبارک اخترے خوب — یوسف صفتے شود چو یعقوب

باآں کہ ز گردشِ زمانہ — در فضل و ہنر بود یگانہ

(بقیہ)

[1] جمع عامری منسوب بہ بنی عامر قبیلۂ عرب ۱۲ ش [2] صفہ صدر (چبوترہ) ۱۲ ش

لیکن فتدش گہِ جوانی — در سر ہوسے چنان کہ دانی
از عشقِ بتے نژند[1] گردد — دیوانہ و مستمند گردد
اندیشہ چنان کند نزارش — کز دست رود عنانِ کارش
مادر پدر از چنین شمارے — مانند ز غم بخار خارے
لیکن ز نشاط روئے فرزند — گشتند بہرچہ ہست خورسند
آن نکتہ بسہل برگرفتند — و آئینِ طرب ز سر گرفتند
یکچند چو دورِ چرخ درگشت — آن گلبنِ تر شگفتہ تر گشت
سالش بہ شمار پنجم افتاد — زو نور بہ چرخ و انجم افتاد
شد تازہ چو نیم رستہ سروے — یا بال دمیدہ نو تذروے
نزدِ ہمہ شد بہ ہوشمندی — چون مردمِ دیدہ ز ارجمندی
زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیشِ معلمش نشاندند
دانائے رقم ز بہرِ تعلیم — کردش بکنار تختہ تعلیم
جہد ادبش چنان کہ دانست — می کرد چنان کہ مے توانست
آراستہ مکتبے چو باغے — ہر لالہ درو چو شب چراغے
زین سوئے نشستہ کودکے چند — آزادہ و زیرک و خردمند
زان سوئے ز دخترانِ چون حور — مسجد شدہ چون بہشت پُرنور
ہر تازہ رُخے چو دستۂ گل — برگل زدہ حلقہ ہائے سنبل

[1] نژند اندوہگیں (برہان) ۱۲ حسرت

از مقنعه دامِ ماه کرده | دلها ز زنخ بچاه کرده
بود از صفتِ آن بتانِ چوں ماه | ماہے که زد آفتاب را راه
لیلی نامے که مه غلامش | خالش نقطے ز نقشِ نامش
مشعل کُش آفتاب و انجم | دیوانه کُن پری و مردم
تاراج گرِ متاعِ جانها | بنیاد شگافِ خانمانها
سلطانِ شکرلبانِ آفاق | لشکرشکنِ شکیبِ عشاق
گردن زنِ عافیت فروشاں | تشویش دِهِ صلاح کوشاں
سر تا بقدم کرشمه و ناز | هم سرکشِ حسن و هم سرانداز
نازے و هزار فتنه در دهر | چشمے و هزار کشته در شهر
چشمش ز کرشمه مست و بیهوش | آهو بره بخواب خرگوش
خنداں چو سمن بتازه روئی | شیریں چو شکر به تلخ گوئی
از وسوسه چشمِ دیو بسته | تسبیح فرشتگاں گسسته
نے بت که چراغِ بت پرستاں | طاؤس بهشت و کبک بستاں
فرموده کلاله[1] را سواری | داده مژه را سلاح داری
افگنده بدوش زلف چوں شست | خود بیخبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بدُر فشانی | پرورده بآبِ زندگانی

[1] کلاله، گیسو ۱۲ حسرت

همخوابهٔ لاله گیسوانش / همشیرهٔ انگبین دهانش

قندش نمکی تبرزد[1] آلود / خوشخوار ترا ز گوارش[2] عود

خورشید غلام زادهٔ او / مه داغِ جبیں نهادهٔ او

اندر صفِ آں تبانِ شیریں / چوں زهره به نور مه به پرویں

زانو زده قیس برد گرسو / هم حرب زبان و هم سخن گو

نازک چو نهالِ نو دمیده / خوش طبع و لطیف و آرمیده

شیریں سخنے که هوش می برد / رونق ز شکر فروش می برد

بود از سخنِ چو شکر و شیر / مستِ سخنش معلم پیر

از رخ بد و شاه برد می کرد / صد دل بد و خرده[3] خرد می کرد

نالنده به تخته در دبستاں / چوں بلبلِ مست در گلستاں

لحنش چو شدے بروزنِ گوش / از روزنِ جاں بروں شدے هوش

زاں تن که نوائے او شنیدے / جاں رقص کناں ز دل دویدے

از نامه بجاں نورد می داد / وز ناله صدائے درد می داد

هر خوش پسرے ز لطف کارش / گشته به هوس ندیم و یارش

واں لاله رخانِ ارغواں ساق / نیز از دل و جانش گشته مشتاق

ایشاں همه را بقیس میلے / واں سوخته در هوائے لیلے

ن [illegible]

ن [illegible]

[1] تبرزد نبات (برہان) ۱۲ حسرت [2] گوارش بر وزن گزارش معرب آن جوارش (برہان) ۱۲ حسرت

[3] خردہ نکتہ (برہان) ۱۲ حسرت

لیلی خود ازو خراب جان تر / گشته نفس از نفس گران تر

هر دو بنظارهٔ روی در روی / وارفته خیال موی در موی

لب مانده ز گفتن و زبان هم / دل گشته بهم یکی و جان هم

بیهوشی شان بگفتن راز / خاموشی شان به پردهٔ آواز

هر دو بغم و گداز مانده / دل بستهٔ دیده باز مانده

آن کرده نظر بروی این گرم / وافگنده ز دیده پردهٔ شرم

این تن به هلاک ساز داده / او سینه به تیغ ناز داده

این گفته غم خود از رخ زرد / او داده جوابش از دم سرد

این دیده درو بچشم پاکی / وان نیز درو بشرم ناکی

این کرده بگریه خاک را گل / وان گریه فرو خوردهٔ در دل

این گشته بآب دیدگان مست / وان شسته ز جان خویشتن دست

این کام خود از فغان خود دوخت / او سینهٔ خود ز آهِ خود سوخت

عشق آمد و خون بخون در آمیخت / خونابهٔ دل ز دیده میریخت

اندیشه متاع صبر گم کرد / غم بر دل و دیده استلم[۱] کرد

سلطان خرد برون شد از تخت / هم خانه بباد داد و هم رخت

طوفان ز تنور سر بر آورد / وافاق بموج خون در آورد

---

۱ استلم لغت ترکی بمعنی غلبه و زور و تعدی ۱۲ حسرت

اُفتاد ز فرقِ عافیت تاج | خازن شده و خزینه تاراج
فریاد شباں بمانده از کار | میش آبله پای و گرگ خونخوار
مستاں ز شراب خانه جستند | خم بر سرِ محتسب شکستند
در داده چو باده ساقیِ شوق | گم شد دو حریف در یکے ذوق
(ن: در داده چو پیر)
در شہرِ وفا در آمد آں بوئے | ہم خانه خراب گشته ہم کوئے
مجنوں ز نسیمِ آں خرابی | شد بے خبر از ننگِ شرابی
از خونِ جگر شراب می خورد | وز پہلوئے دل کباب می خورد
وز دیده درو نگاه مے کرد | میدید ز دور و آه مے کرد
مغزش ز تفِ درونه در جوش | چوں مایۂ دیگ زیرِ سرپوش
(ن: چوں گرمی)
می بود ز نیک و بد ہراسش | می داشت خرد ہنوز پاسش
میدید کمیں ز نقشِ بنیاں[1] | میکرد کراں ز ہمنشیناں
اندیشه ہنوز خام بودش | دل در غمِ ننگ و نام بودش
پوشیده بسانِ برق در میغ | گه حربه فرو خورد گه تیغ
از دشنۂ غم خراش خورده | صد دشنۂ دور باش خورده
صد رخنه دلش ز خنجرِ غم | ہر سو خلۂ[2] مخالفاں ہم
آں تن که شود ز تیغ ره زن | دوزند دگر بر خمِ سوزن

[1] نقش بیں قیافه شناس ۱۲ حسرت [2] چیزے خلنده مثلِ سوزن ۱۲ حسرت

چوں لالہ جبین شگفتہ می داشت	داغِ بجگر نہفتہ می داشت
می سوخت چو شمع با رُخِ زرد	در گریہ و سوز خندہ می کرد
دانا رقمش بتختہ می جست	او تختہ بآب دیدہ می شست
اُستاد سخن ز علم می راند	او جملہ کتابِ عشق می خواند
واں لعبتِ دردمند و دل تنگ	دل دادہ بباد و ماندہ بے ننگ
با آں کہ غمش بزیرِ گل بود[۱]	سیمائے رخش گواہِ دل بود
خونِ دلش از صفائے سینہ	پیدا چو مے اندر آبگینہ
بر چہرہ ز شرم پردہ می دوخت	و آتش بدلش گرفتہ می سوخت
ہر چند کہ غنچہ بود سربست	می کرد ز بوئے خلق را مست
می سوخت چو مجمر اندروں عود	می شد بدماغِ مردماں دود
بوئے کہ ز نافہ در تگاپوست	پوشیدہ چگونہ گردد از پوست
عاشق منگر کہ داغ پوشد	کو مقنعہ بر چراغ پوشد
دستے کہ کند عبیر سائی	انگشت برو دہد گواہی
بودند بزاری آں دو غمخوار	در چنبر یکدگر گرفتار
می کرد دو سینہ جوش بر جوش	می رفت دو قصہ گوش در گوش
یاراں کہ بہر کنارہ بودند	دزدیدہ دراں نظارہ بودند

۱؎ غمش بزیرِ گل یعنی راز خود مخفی می داشت ۱۲ ش

بیننده به نقش بینی از دور / عاشق بحساب خویش مستور
هر کس سخنی به پرده می‌گفت / این خاک بخون فشاند و رفت
این گفت فسانه در مدارا / آن گفت حکایت آشکارا
رازی که ز سینه‌ها بجوشد / آن باز کند گر این بپوشد
باشد چو خریطه پر ز سوزن / بندی دهنش جهد ز روزن
آن لب که کلید شد زبانش / چون بسته شود کشاید آتش
بر روی محیط پل توان بست / نتوان لب خلق را زبان بست

پرده برداشتن دمهاے سر از روی لیلی و دیدن مادر پژمردگی آن گل شمه و ازآن پرده دریدگی جوش در دماغ پدرش دمیدن و دود روان کردن پدر از دو دیده و لیلی را چون ریحان سفالی در گوشه محنت پای در گل کردن

چون رفت بگوش هر کس این راز / وز هر طرفی برآمد آواز
کآزاده جوانی از فلان کوی / شد شیفتهٔ فلان پری روی
در مکتب عشق شد غلامش / خواند شب و روز لوح نامش
مقصود وی آن بت یگانه است / وان درس و تعلمش بهانه است
زو هر چه شنیده یاد گیرد / تعلیم دگر بباد گیرد

آموختنش کجا بود هوش | کاموخته می کند فراموش
زین قصه بهر درو سرائے | می رفت نهفته ماجرائے
تاگشت ز گفتگوئے اوباش | بر باد ز لیلی این سخن فاش
مادر ز نهیب شرم اغیار | بنشست بگوشهٔ دل افگار
زان آتشِ دلہ زبانه ترسید | وز سرزنشِ زمانه ترسید
فرزند خجسته را نهانی | بنشاند ز راهِ مهربانی
گفت اے دل و دیدهٔ مرا نور | از روئے تو باد چشم بد دور
دانی که جهاں فریبناکست | آسوده گیش غم هلاکست
هرکاسه که خوانِ دهر دارد | پنهاں بنواله زهر دارد
هر سرخ گلے که در بهار یست | در دامن او نهفته خار یست
هر نافهٔ خوش که بوئے هشته است | پنهاں جگرے در و سرشته است
این پرده که در هوا کشیده است | بس پرده که در هوا دریده است
خام ست اُمید نیک رایاں | از عالم و عالم آشنایاں
تو ساده مزاجی و تنک دل | وز نیک و بد زمانه غافل
چوں اهلِ زمانه را وفا نیست | زایشاں طلب وفا روا نیست
هاں تا نه کنی عنانِ دل سُست | کافتاده خلاص چوں تواں جست

له اے بدام اُفتاده ۱۲ حسرت

القصه شنیده ام که جایے — داری نظرے بر آشنائے
ترسم که چو گرد د این فاش — بدنام شوی میانِ اوباش
تا خانه نکرده بر زمین میل — انباشته به دریچه سیل
آتش که بشاخ ارزن افتد — زود ار نه کشی بخرمن افتد
کم خور غمِ خویش ناتوانی — الا غمِ عشق و ناتوانی
کین هر دو بلا چو سهل گیری — دیوانه شوی و یا بمیری
با این تنِ پاک و گوهر پاک — آلوده چرا شوی بهر خاک
جائے منشین که چون نهی پائے — تهمت زده خیزی از چنان جائے
صوفی که رود به مجلسِ مے — البته چکد پیاله بروے
چون شهره شود عروس معصوم — پاکی و پلیدیش چه معلوم
آنکس که مگس زکاسه اند — تا خوردن و خوردنش که داند
عشق ار چه بود بصدق و پاکی — خالی نبود ز شرمناکی
آوازه چو گشت در جهان عام — صرفه نه کند کسے بدشنام
گردم نه زنند کاردانان — چون باز رهی ز بدگمانان
نیک از دلِ نیک راز دارد — بد راز گمان که باز دارد
مادر بحدیثِ نیک خواهی — لیلی بهلاک و سینه کاهی
بر زانوے درد سر نهاده — لب بسته و خونِ دل گشاده

زان غم که درونه ریش می شد (ن: ریش) — از دادن پند بیش می شد (ن: بیش)

با سوختگان حدیث پرهیز — روغن بود اندر آتش تیز

بیمار ز هرچه دارتش باز — لب را به همان خورش کند ساز (ن: باز)

مادر چو شناخت کو اسیرست — وان کز کششش نه جاگیرست

تن زد ز نصیحتی که می گفت — گفت آن خبر نهفته با جفت

بشنید پدر چو حال فرزند — گم شد ز خجالت و سر افگند

فرمود که سرو نوبهاری — در پرده چو گل شود حصاری

از پرده سخن برون نراند — خواند پس پرده هرچه خواند

مه را لب سرای بند کردند — دیوار سرا بلند کردند

او ماند بکنج خانه دل تنگ (ن: کنج) — می داد ز گریه خاک را رنگ

هر ناله که عاشقانه میزد — آتش ز لبش زبانه میزد (ن: لبش)

شد خانه ز آه آتش آلود — چون تربت مجرمان پر از دود

می خورد ز آه خود بدل خار — می زد نفس بسینه مسمار

گه خاک برخ چو سایه می رفت — گاهی غم دل بسایه می گفت

صبری نه که دل براه دارد — واندیشه بدل نگاه دارد

یارا نه[1] که سینه را بکاود — خونابهٔ دل برون تراود

[1] این یارا ندانست که سینه را بکاود ۱۲ اتس

بازیستنے چناں کہ دانی / می بود بمرگ و زندگانی
چون دیو رمیدہ حال می زیست / وز مردمی خیال می زیست
ہر چند کہ مادر از سرِ سوز / می بود بہ نزدِ او شب و روز
زو مشعلہ چون درخش می کرد / غم را بدو نیم[۱] بخش می کرد
لیک آں کہ درا ہوائے یار ست / با مادر و با پدر چہ کار ست
نے خویش[۲] ز دست بابند فرزندان / کیں جانِ عزیز باشد آں خون

خراب شدن مجنون باوّل در عشق و از مستی در پائے کوہ افتادن و خبر یافتن پدر و سوئے آں بیخبر دویدن و از آب دیدہ با دیعنہ سلسلہ در پائے کردن و زنجیر گستاخش پیش پا در آوردن

چون ماند پریوشِ حصاری / در حجرۂ غم بسوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند / در درسِ ادب دو دید یکچند
در گوشۂ صحن و کنجِ دیوار / می کرد سبق و عشق تکرار
بے صرفہ ہمی شتافت چون کور / بے رشتہ ہمی تنید چون مور

[۱] اے از دلِ لیلی چون مشعلۂ غم مے درخشید مادر نیز دراں غم شریک می شد ۱۲ حسرت [۲] اقربا ۱۲ حسرت

می بست بخامشی دہن را — می داشت بحیله خویشتن را

آہے بجگر فرو دمے خورد — والماس بسینه خورد[1] مے کرد

زاں ناوکِ غم که بے سپر بود — ہر دم خله اش در جگر بود

دُز دیده سرشکِ دیده می ریخت — وز دیده دُرِ نخچیده[2] می ریخت

بر حقّهٔ لعلِ راستینش — خازن نه کسے جز آستینش

زیں گونه بچارهٔ که دانست — می کرد شکیب تا توانست

چوں سیلِ غمش رسید بر فرق — از پرده بروں فتاد چوں برق

بیروں شد و کرد پیرہن چاک — وافگند بتارکش از زمیں خاک

گریاں بزمیں فتاد بے تاب — بر خاک مراغه[3] کرد چوں آب

برداشت ز خاک راهِ صحرا — چوں خضر نمود میلِ خضرا[4]

می رفت چو باد کوه بر کوه — خلقے ز پسش دواں بانبوه

ہر کس ز لطافتِ جوانیش — می خورد فسوسِ[5] زندگانیش

انیش ز درونه پند می داد — وانش بجفا گزند می داد

طفلاں به نظاره سنگ در دست — انیش زد و آں شکست و او خست

باآں شغبے که در گذر بود — دیوانه ز خویش بے خبر بود

---

۱ خورد ریزه ریزه ۱۲ حسرت ۲ درِ مکنوں ۱۲ حسرت ۳ مراغه کردن غلطیدن (بُرہان) ۱۲ حسرت
۴ سبزه زار ۱۲ حسرت ۵ شور ۱۲ حسرت

می راند ز آب دیده رودی ‌‌ ‌ می گفت چو بلبلان سرودی (ن زبادان)

می زد ز درون جان دم سرد ‌ ‌ زان باد چو ریگ رقص می کرد

چون گشت یقین که مرد دلریش ‌ ‌ دارد سفری دراز در پیش

زین غم همه در گداز گشتند ‌ ‌ گریان بقبیله باز گشتند

رازش بزبان عام کردند (ن زبانها) ‌ ‌ مجنون زمانش نام کردند

بردند خبر ز روزگارش ‌ ‌ سوی پدر بزرگوارش (ن ز پیش)

گفتند ز راه سوگواری ‌ ‌ کای پیر ضعیف در چه کاری

کان رخ که می فشاندیش گرد ‌ ‌ ز آسیب زمانه لطمه خورد

رحمت ز ولایتت بدر برد ‌ ‌ عشقش بولایت دگر برد

زیبا رخی از فلان قبیله ‌ ‌ بستش ز دو زلف در طویله

زین بند که در گلو فکندش ‌ ‌ مجنون کن قیس گشت بندش

گر در پی او شوی به پرواز ‌ ‌ باشد که هنوز یابیش باز

پیر از خبر چنان جگر دوز ‌ ‌ زد نعره از درون پرسوز

خون از جگر دریده می ریخت ‌ ‌ نی نی که جگر ز دیده می ریخت

هر جا جگری و چشم تر بود ‌ ‌ گشتش دل سوی گوشهٔ جگر بود

آن دم همه چون شکر همی خورد ‌ ‌ از بی جگری جگر همی خورد

آنکش بجگر نمک نه کم داشت ‌ ‌ گویی نمک و جگر بهم داشت

وان یارِ دردمندِ پُر جوش — کاں قصہ شنید گشت بیہوش

غلطید بخاک تیره مویاں — واں گم شده را بخاک جویاں

موی از سرِ نا امید می کند — معجر[۵] ز سرِ سپید می کند

بیچاره پدر چو دید بیروں — ہمراه سرشک و ہمدمش خوں

می رفت ز سوزِ دل شتاباں — فریاد کناں بہر بیاباں

چوں گشت بسے بدشت و کہسار — از کوه شنید نالۂ زار

اندر پئے آں ترانہ زد گام — وافگند ز اشک باده در جام

دریافت حریف را چو مستاں — با زمزمۂ ہزار دستاں

می گفت و زآں فراقِ خونریز — با خود غزلے جراحت انگیز

در کرده سرے بسانِ خارے — در دامنِ کوه و در زغارے

دل را بستیزه سنگ می داد — رُخ را ز طپانچہ رنگ می داد

چوں چشم پدر فتاد برو ے — شد سست ز سختیِ غمش پے

چوں سوختگاں دو دید سویش — بنشست بگریہ پیش رویش

دیدش چو چراغ مُرده بے نُور — دور از من و تو ز خویشتن دُور

چوں روے پدر بدید فرزند — لختے دلِ پاره یافت پیوند

خم کرده تنِ ستم رسیده — مالید بپائے پیر دیده

---

۵ چادر ۱۲ حسرت

پیر از جگر کباب گشته — رخ شسته به خون آب گشته

بگریست بر و خجسته جانی — بوسید سرش به مهربانی

می سوخت بزاری از گزندش — می داد ز سوز سینه پندش

کای شمع دل و چراغ دیده — وی میوهٔ جان و باغ دیده

با آن خردی که داشت رایت — چون روهل اوفتاد پایت؟

درد که نهاد بر تو این بار — سودای که کرد با تو این کار

باد که رسید در چراغت — آه که به سینه کرد داغت

پیرانه سرم گذاشتی چهر — بر پیری من نیایدت مهر

بودم بگمان که گاه پیری — مونس شویم بدست گیری

چون بشکند این تن سفالین — غمخوار تو باشیم ببالین

خود گشت درین سفال پردرد — پیش از تن من سفال تو خورد

رو در که کنم؟ که درچنین سوز — روزی بشب آرم اندرین روز[۱]

دریاب که عمر ما سرآمد — طوفان اجل ببردر آمد

زد سیل طپانچه بر گل خام — هم حجره خراب گشت و هم بام

جنبید درای کاروانم — هودج طلبید ساربانم

بگسست زهِ کمان سختم — وز زلزله سست شد درختم

[۱] ے اندرین روزگار ۱۲ حسرت

پیری ہوسِ جوانیم بُرد ❊ مرگ آمد و زندگانیم بُرد
گر چوں خلفاں شوی جگرسوز ❊ باشد خلف از برائے ایں روز!!
چندیں نہ بس است تلخیِ دہر ❊ دیگر چہ کنی تو عیشِ من زہر
چوں کارِ جہاں ست غم فروشی[۱] ❊ تو نیز سوئے جہاں چہ کوشی
شیرے کہ خراشِ پنجہ ہستش ❊ تو دشنہ چہ می دہی بہ دستش
آتش کہ بشعلہ خوئے دارد ❊ روغن زنیش چہ روئے دارد
گرمی گسلد زمانہ کارے ❊ مگسل تو باختیار بارے
من خود ز زمانہ پا براہم ❊ تو رشتہ چہ می دہی بچاہم
تنگست دلم مموئے[۲] چندیں ❊ دل تنگیِ من مجوئے چندیں
اے جانِ پدر بخانہ باز آئے ❊ وے مُرغ در آشیانہ باز آئے
بشتاب کہ تا دریں غم آباد[۳] ❊ پیش از اجلم رسی بفریاد
زیں پس کہ بجستنم شتابی ❊ جوئیم بسے ولے نہ یابی
واں ہا درِ تو کہ در نقاب ست ❊ او ہم زغمت چو من خراب ست
زاں پیش کہ دیدہ را کند ریش ❊ محروم مدارش از رخِ خویش
زاں پس چو پلک بہم نشیند ❊ چنداں کہ نمائیش نہ بیند
تشنہ کہ بمرگ می نہد پے ❊ شربت چہ دریغ داری از وے

۱ اے درغم فروشی مددگار جہاں شوی ۱۲ حسرت ۲ موئیدن گریستن ۱۲ حسرت ۳ اے مرا حوالی ۱۲ غ ث

مستی که سرش بخواب گردد | بُرده دو سر تا خراب گردد
ماییم دو تیره روز بیکس | یک دیده به چشم ما تویی بس
مپسند که از جمال تو دور | بی دیده شویم بلکه بی نور
دانی که بنای خاک سست است | پیمانِ حیات نادرست است
آن دزد که در هوا بجنده ست | بنیادِ بسی خزینه کنده ست
تا کیسهٔ تو نه کرده خالی | شو بر سرِ نقدِ خویش حالی
نقدِ تو همه بود که خندان | بینی به جمالِ ارجمندان
با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش | یارانِ عزیز را کنی خوش
چون بگذرت فلک ز خویشان | تو خود چه کنی کناره زیشان
هر یک نفسی که می رود تیز | پیکی ست سوی اجل سبک خیز
آن را که چنین شتاب خوانند | چون زندنش بخواب مانند
زینسان نفسی بجهل مشمر | عمرست نه باد - سهل مشمر
آن تحفه که قیمت ست جانش | ضایع چه کنی به رایگانش
آخر پدرِ توام، نه اغیار | بیگانه چنین مشو به یک بار
بیمار اگرچه دردناک ست | بیمار پرست در هلاک ست
زان جا که یکی ست خون و پیوند | مرگِ پدر ست رنجِ فرزند
ز آزردنِ دست و پا توان زیست | ز آزار جگر کجا توان زیست

چون تیشه کند بخارش آهنگ | رنجیده ترا ز گهر بود سنگ
زانست شتر ز بار نالان | کان بار شتر کشد نه پالان
زان غم که توپستی از شمارش | نی بر تو که بر منست بارش
این جای نه جای تست برخیز | وین کار نه کار تست بگریز (از زیب)
گیرم که زغم زبون توان بود (از بیان ۴) | بی خانه و جای چون توان بود
گر زانِ منی از آنِ من باش | ورنه به مرادِ خویشتن باش
هر چند که عشق جمله درد ست | نی روشکنِ سلاح مردست (اصلاح)
لیکن مشو آنچنان زبون نیز | کاتش چو درون زنی برون نیز
مرد ارچه بسوزدش همه تن | دودے نه دهد برون زروزن
سستی ست بلطمه پست گشتن | وز جامِ نخست مست گشتن
گر واقعه چند سینه سوزست | مردی ز پئے کدام روزست
مسپار بدستِ دیو تن را | گرد آر عنانِ خویشتن را
صبر از پئے روزِ درد و دوری ست | ورنه همه وقت خود صبوری ست
سرمایه بیافت سهل چیز ست | نایافته در جهان عزیز ست
زین غم همه گر مرادیارست | غم هیچ مخور که در کنارست
گر بر مه آسمان نهی هوش | کوشم که رسانمت در آغوش (از آغوش)
آن مه که دولت ازو خراب ست | لیلی ست نه آخر آفتاب ست

ننشینم تا بچاره درائے — با او بنشانمت به یکجائے

لیکن نه کنی چو دیو را بند — وے را نه شوی سزائے پیوند

این دیو دلی[۱] رها کن از خوے — مردم شو و راهِ مردمی جوے

تا بو که ز عونِ بخت پرنور — همخوابه شود فرشته با حور

مجنون چو نوید کام بشنود — بنشست ز مغزش اندکے دود

با پیر به شرم گفت گریاں — کاے ز آتشِ من دلِ تو بریاں

از من به من ار چه یک گزندست — دانم که ترا هزار چندست

لیکن چه کنم که نفسِ خود کام — از حیله و دم نمی شود رام

بر دل که به نازکی لطیف ست — اندیشه موکّلے عنیف[۲] ست

کوشم که به جهد گاه و بے گاه — در خود نه دهم خیال را راه

باز افگند آسمانِ نیلی — در چنبر این غمم به سیلی[۳]

خودگیر[۴] که از بلا گریزم — از بندِ قضا کجا گریزم

بیچاره وجودِ سست تدبیر — مرغیست برسمانِ تقدیر

نامرده ز رشته جست نتواں — وین رشته بخود گسست نتواں

آں روز که بودم از غم آزاد — می بود برائے خود دلم شاد

---

۱ دیوانگی و وحشت ۱۲ حسرت ۲ عنیف سخت ۱۲ اش
۳ سیلی بر وزنِ فیلی آنست که انگشتانِ دست را راست کنند و هم بچسپانیده تیغ وار بر گردنِ مجرم زنند و این که طپانچه را سیلی گویند غلط ست ، برهان، حسرت ۴ خودگیر- فرض کن ۱۲ اش

واکنوں کہ نہ برقرار خویشم — این ہم نہ باختیار خویشم

کس را بمراد رہ نیفتد — مردم بہوس بچہ نیفتد

رستے گل اگر بخندۂ خویش — چنداں نگریستی در آتش

انگشت سیاہ را چہ چارہ — از سوختنِ ہزار بارہ

چوں عقدۂ شادی ست مشکل — ہم بر غمِ خویشتن نہم دل

دریا دیہ تشنہ جگر تاب — از دیدۂ خویشتن خورد آب

اشتر کہ ز خود تہی شدش کاز[3] — خوردہ ز گلوئے خود خورد باز

گیرم ہمہ خلق راحت الفنج[1] — مجبور بود بہ بردنِ رنج

پروانۂ شمع را کہ فرمود — کو از تنِ خود بر آورد دود

چوں ہر کسے از برائے کاریست — زاندیشۂ دوں دگر شماریست

آں کآفتِ آسماں نداند — داند چو در آں شکنجہ ماند

توسن کہ نہ گردد از دوش رام — ہم رام شود ز کلت سرانجام

گر کار بدستِ خویش بودے — کارِ ہمہ خلق بیش بودے

چوں نیست بمردم انچہ باید — تسلیم شدم بہرچہ آید

بیتین

تا یاری جاں لعبت الہم ہست — جاں بدہم و یا زنم ہم از دست

یا ہمسرِ او شوم چو افسر — یا در سرِ کار را و کنم سر

[1] لے کسے را. خ. الفنجہ عادت نمی کند ۱۲ حسرت [2] زغاں کو لمہ ۱۲ حسرت
[3] کاز خانہ کہ از نے وعلف سازند (غیاث و برہان) ہندی جھونپڑی ۱۲ حسرت

هاں اے پدرِ من و سرِ من
من گوہرِ تو تو افسرِ من

زیں گونہ کہ بہرِ من دویدی
آزردہ شدی و رنج دیدی

غمخوار کیسم فگند از زیست
ور تو نہ خوری غمم دگر کیست

زیں غم چو مرا قرار برتست
غم زانِ من ست و بار برتست

بارے کہ نشست بر دلِ ریش
برداشتنی ست لابد از پیش

دردِ دلِ خستہ را دوا کن
واں وعدہ کہ کردۂ وفا کن

پذرفت پدر کہ سخت کوشد
کالاخرد و درم فرو شد

پوید بدرِ طبیب چنداں
کز درد رہند دردمنداں

آں چارہ کند کہ تا تواند
دیوانہ بہ ماہِ نو رساند

مجنوں بو ثیقتے چناں حسبت
شد با پدر و رضائے او جست

باہم دو ستمکشِ زمانہ
رفتند ز دشت سوئے خانہ

تقیہ کردن مادر دماغ مجنوں را بدارو ے تلخ نصیحت و از لفظ دربار و شیرینیِ زبان مفرح سودائے او ساختن

گویندہ حکایت آں چناں کرد
کاں خستہ چو با پدر رواں کرد

آمد بسرائے خویش رنجور
نزدیک بمرگ و از خرد دور

مادر چو بدید حالِ فرزند — بگسست ز درد بندش از بند

بوسید چو مادراں سرش را — تر کرد بگریہ پیکرش را

گہ جامہ درید بہر سامانش — گہ از فرہ دوخت چاکِ دامانش

گریاں نفسے بر کشیدش — پس جامہ پارہ بر کشیدش

شست از نم دیدگاں نخستش — وز مشک و گلاب باز شستش

وانگاہ تنش چو نقشِ جامہ — آراست بجبہ و عمامہ

زیں لابہ گری چو باز پرداخت — گرمے سوئے مطبخ و خورش تاخت

آورد ز راہِ مہربانی — مادر بپختے چناں کہ دانی

می راند مگس ز روئے خوانش — می داد نوالہ در دہانش

مجنوں کہ درونہ پر ز غم داشت — ز اندیشہ کجا سرِ شکم داشت

می خورد ز بہر روئے مادر — نے لقمہ کہ شعلہائے آذر[1]

چوں خورد بقدرِ رغبتش خورد[2] — مادر سرِ سفرہ را بہم کرد

در پیش نشست و زار بگریست — گفتا کہ بہ است مرگ ازیں زیست

تا زادہ شد از عدم وجودم — رنجے ز جہاں نیازمودم

دولت ہمہ عمر آں چناں داشت — کم ز اندہِ دہر بر کراں داشت

آزادم داشت بختِ فیروز — ز آسیبِ زمانہ تا بہ امروز

۱ ه آذر: آتش ۱۲ حسرت ۲ ه خورد یعنی طعام (غیاث) ۱۲ حسرت

واکنوں که دمید صبحِ پیری | کافوری گشت زلفِ قیری[١]
بالائے چو تیر شد کمانم | وآمد بتزلزل استخوانم
مپسند که در چنیں زمانے | سوز دلغمت گسسته جانے
بارے که گہے نبردم آں بار | خود گوئے که چوں برم بیکبار
رنداں که برند بر ہوا سنگ | افزوں نه کنند جز بپا سنگ[٢]
گادے که پرستدش دل آرام | گوساله خُرد بُرد بر بام
به گرنه نهی اگر توانی | برمن ستمے بدیں گرانی
زیں واقعه ار رہی بتمیز | ایں ما در پیر و اھد نیز
داری بخرد درونه بر جائے | بیروں نه نهی ز عافیت پائے
مردانه برآر پائے از گل | بندی بخدائے خویشتن دل
تا بو که بصبر فرخ انجام | از کام[٣] روا برآیدت کام
کانجا که بود شکستگیہا | صبر است کلید بستگیہا
دُرّے که نشایدش نشاں یافت | در دُرجِ صبوریش تواں یافت
کارے که به صبر برگشادند | بارِ دگرش گره نه دادند
ما ہم زپیت چناں که دانیم | جہدے بکنیم تا توانیم

(یعنی)
([illegible])
([illegible])

١ قیر، سیاه ١٢ حسرت
٢ اے اندک اندک ١٢ حسرت
٣ اے از کام روا کننده ١٢ حسرت

مجنون ز درونهٔ پر آذر / بگریست بدرد پیش مادر

گفت ای گهرِ مرا خزینه / پرورده مرا چو جان بسینه

ای کرده بلند پستیِ من / پیدا از تو گشته هستیِ من

یارب که ز بخت شادمان باش / وز غم همه عمر در اَمان باش

پندِ تو که عافیت پسند است / چون داروے تلخ سودمند است

لیکن چو ببرد دیوم از هوش / دیوانه به پند کے نهد گوش

یا نقد مرا بدامن آرید / یا دست ز دامنم بدارید

مادر چو شناخت سرِّ کارش / کز دست شده است اختیارش

غمخوارهٔ او شد از سرِ درد / می سوخت ز درد و غم همی خورد

روزے دو سه برگِ کارِ او ساخت[۱] / و اسبابِ عروسیش بپرداخت

پس گفت به پیرِ خانه تا زود / پیرانه دود ز بهرِ مقصود

رفتن پدرِ مجنون بخواستگاریِ لیلیٰ

پیر از دلِ دردمند برخاست / اشتر طلبید و محمل آراست

از اہلِ قبیله مهترے چند / گشتند بهم ز خویش و پیوند

رفتند ز بهرِ خواستگاری / در خانهٔ لعبتِ حصاری

آمد پدرش بمردمی پیش / زاندازه نمود مردمی پیش

۱؎ برگ قصد و عزم و التفات نیز ساز و سامان (برہان) یعنی دو سه روز سرانجام کار او کرد و اسبابِ عروسیش مہیا ساخت ۱۲ حسرت

از راهِ کرم برسمِ تازی ❊ بنشست به میهمان نوازی

خوانے بکشید مهترانه ❊ پر نعمت و نزلِ بیکرانه

چوں سفره ز پیش برگرفتند ❊ عیشے بہ نشاط در گرفتند

بایک دگر از طریقِ کارے ❊ می رفت سخن ز هر شمارے

هر جعبه[1] چو تیر خود برانداخت ❊ جویائے غرض غرض در انداخت

در جلوهٔ آں عروسِ نوخیز ❊ می کرد عبارتے شکر ریز

کایزد چو بنائے دهر پرداخت ❊ هر طائفه جفت جفت در ساخت

زیں روی همه را بزندگانی ❊ از جفت گریز نیست دانی

چوں هست چنیں امید وارم ❊ کامیدِ خود از درت برآرم

ناسفته دُرت که در خزینه ست ❊ مانند صفا در آبگینه ست

گوئی بزبانِ خود که بے گفت[2] ❊ باگوهرِ پاکِ من شود جفت

قیسِ هنری[3] که در زمانه ❊ هست از همه در هنر یگانه

گر سینه بمهرِ او کنی گرم ❊ داماد پی او نیاردت شرم

ایں قصه که کرد میزبان گوش ❊ از بس خجلی بماند خاموش

بر خود قدرے چو مار پیچید ❊ وان گه بجواب دُر بسنجید

زن بیرون

[1] جعبه = ترکش، غرض = نشانه و مطلب و مقصود ۱۲ ص و حسرت [2] بے گفت = بے قال و قیل ۱۲ حسرت
[3] قیس هنری نامِ مجنوں مولانا نظامی فرماید: چوں شرطِ هنر تمام کردند ÷ قیسِ هنریش نام کردند
جائے دیگر گوید: قیسِ هنری به علم خواندن ۱۲ حسرت

گفتا چه کنم که میهمانی ... ورنه کنم آن سزا که دانی
هر نکته گزان کسے برنجد ... رنجیده شود کسے که سنجد
گفتے که نه آن زداد باشد ... بیمودنِ باد و باد[۱] باشد
تیرے که نه بر هدف گراید ... آن به که ز جعبه بر نیاید
شخصے که ز نفسِ ناسرانجام ... مارا بقبیله کرد بدنام
دیوانه و مست و لااُبالی ... وز مردمیِ زمانه خالی
از بے ننگی فتاده در ننگ ... وز بے سنگی بخوردنِ سنگ
خلق از خبرش بخانه و در ... انگشت بگوش و دست بر سر
زین گونه حریفِ ناخردمند ... درخورد کجا بود به پیوند
حورے به شتبنه[۲] داد نتوان ... لولو بو حلِ نهاد نتوان
خود گیر که ما بدست پیشی ... جستیم رضاے تو بخویشی
آشفته که حالِ خود نداند ... تیمارِ عروس کے تواند
برے که کفایتش بسے نیست ... نیروی تعهدِ کسے نیست
در دیو دلان[۳] توان نباشد ... در دیوچه[۴] استخوان نباشد
باشد چو زنے ستونِ خانه ... ناخفته به اندرونِ خانه

۱ هیسیچ (برهان)۱۲ حسرت ۲ شتبنه بکسر اول بر وزن شکنبه صورتے را نیز گفته اند که از غایت کراهت و زشتی طبع از دیدنش رمان و هراسان باشند (برهان)۱۲ حسرت ۳ دیو دل سیاه دل و بے رحم (برهان)۱۲ حسرت ۴ جونک (برهان)۱۲ حسرت

آں زہ کہ نشد کمانش از کار — دیوک زندش بہ روئے دیوار
مرغے کہ شتر شدہ است نامش — بارست چو پائے ناتمامش
مردانہ توانش نام کردن — گو بار کسے کشد بگردن
بہ گر ننہی بہ پردہ اش روئے — کش غم تو خوری و او بود شوئے
واں گہ بجدائی خداوند — از صدق عقیدہ خورد سوگند
کیں در نشود کشادہ تا دیر — گر کار زباں رسد بشمشیر
جوئندہ لعبتے چو خورشید — شد باز بسوئے خانہ نومید
آہستہ بگوش پیرزن گفت — کیں سوختہ طاق ماند بے جفت
کم خازن آں خزینۂ سیم — از آہن تیر می کند بیم
گر کار رفتہ بزور بازو — زیں سوئے سبک بود ترازو
آں چارہ کہ نے ببازوی ماست — ز اقبال قوی ترے شود راست
نتواں ستدن ز پنجہ ور رخت — الا کہ بزور بازوے سخت
آں دنبہ کہ گرگ ازاں کند توش — کے گنجد در دہان خرگوش
ہدہد کہ سر پادشہ را تاج — شاہیں کشد از کفش نہ دراج
گنجے کہ گرفت شحنہ در چنگ — سالار ستاندش نہ سرہنگ

ؔلہ بر وزن زیرک جانورے ست کہ چوب عمارت و پشمینہ و انچہ در زمیں افتد بخورد و ضائع کند (برہان یعنی دیمک ۱۲ حسرت

ؔلہ توانائی و قوت و خوراک بقدر حاجت (برہان) ۱۲ حسرت

شمشیر کشیدن نوفل بحمایت مجنون در سواد لیلی کوکب آراستن و در قتال هم دمان حی بسعی تمام کوشش نمودن

خواننده حرف آشنائی — زین گونه کند سخن سرائی

کان پیر جگر کباب گشته — وز بادهٔ غم خراب گشته

چون شد ز در عروس نومید — شد خستهٔ آن گزند جاوید

شد در پئے آنکه تا چه سازد — کان عاشق خسته را نوازد

کرد آنچه ز جان کردنی بود — نامد بکفش کلید مقصود

چون از طرفی نیافت یاری — بر میر قبیله شد بزاری

نوفل ملکی بد آدمی خوئے — آزاده و مهربان و دلجوے

از کشمکش دل ستمگار — در سلسلهٔ بتی گرفتار

هم زحمت عاشقی کشیده — هم شربت عاشقی چشیده

افسانهٔ قیس کآتش افروخت — هر لحظه همی شنید و می سوخت

چون حالت پیر دید حالی — کرد از بد و نیک خانه خالی

بنواخت بلطف و راز پرسید — وان قصه که داشت باز پرسید

پیر از جگر شکایت اندود — دم بر زد و گرد خانه پردود

چون کار فتادگان بزاری — جست از پئے آن رمیده یاری

از عاشقان

او خود عَلَمِ او ز پیش دانست — وان مصلحت آنِ خویش دانست

قاصد طلبید و داد پیغام — سوی پدرِ بتِ گل اندام

کاندیشهٔ آن کند که بی گفت — دیوانه بماهِ نو شود جفت

گر گفتِ دگر بود درین زیر[۱] — گویم سخن از زبان شمشیر

شد پیک و پیام داد درحال — تا شد شنونده بر دگر حال

بگشاد زبان چو آتشِ تیز — پس گفت جوابِ آتش انگیز

کاندازه کرا بود درین راز — کز پردهٔ ما برآرد آواز

زهره بسلام کس نیاید — مه نیز بدام کس نیاید

باید چو عطاردی که جاوید — پروانه شود بشمع خورشید

دیوی که بود ز حاضران دور — کش[۲] جفت کند فرشته یا حور

کاری که ز نسبتش جدا نیست — کوشیدنِ آن نه نیک رائیست

کرباسِ تو گرچه دلپذیر است — پیوند حریر با حریر است

مینا که بسلکِ دُر کشی راست — از بهر صلاحِ چشمِ بد راست

گر مهتر ماست نوفلِ گُرد — مهتر نه کند ستیزه با خُرد

زان گونه زبون نه ایم ما نیز — کار زد گلِ ما بنرخِ کشنیز

افتد چو درونِ پرده کاری — جان کیست دران میانه باری

۱ مقابل بم ۱۲ حسرت

۲ یعنی او را کدام کس (که اش) با فرشته یا حور جفت کند ۱۲ حسرت

چندان غمِ جان و تن توان خورد — کز پردہ سخن بروں تواں کرد

فرماندہ اگر بدیں بہانہ — مارا بہ بدی کند نشانہ

با نیز بکوشش صوابش — معذور بُویم در جوابش (ن: بہم)

پیک آمدہ باز داد پاسخ — نوفل زغضب شد آتشیں رُخ

لشکر طلبید و بارگی خواست — بیروں زقبیلہ شد صف آراست

خویشانِ صنم چو آں شنیدند — مجموع بکیں بروں دویدند (ن: تاختند)

گشت از دو طرف روانہ شمشیر — آویخت بحملہ شیر با شیر

ہر تیغ زنے بہ خنجر و خشت[۱] — سرہا ہمہ می دُرود و می کشت

می کرد سناں بچشم باریک — جاسوسیِ سینہائے تاریک

واں تیر کہ خوں حلال می کرد — نی را بجگر نہال می کرد

ابروئے کماں کرشمہ انگیز — ناوک بکشش چو غمزۂ تیز (ن: خیز)

پیکاں کہ جگر شگاف می کرد — می داد[۲] زبان و دل ہمی خورد

شمشیر کشیدہ ہر دلیرے — نوفل ہمیاں چو تند شیرے

بر رسمِ عرب بجہد و ناورد[۳] — می کرد ستیزہ مرد با مرد

مرگ آمد و جاں زسینہ می رفت — بر نغمۂ تیر پائے می کوفت

ہر سو کہ فگند تیغِ فولاد — کرد از سرِ مرد گردن آزاد

۱؎ خشت نیزۂ کوچک (برہان) ۱۲ حسرت ۲؎ می خلید ۱۲ حسرت
۳؎ جنگ و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

زان کینه که بی دریغ میرفت | یک هفته دو رویه تیغ میرفت
خلقی سوی لعبت حصاری | تنگ آمده زان ستیزه کاری
گفتند باتفاق پیران | درسوخته به که خانه ویران

ق

چون فتنهٔ او برون زد این تاب | آن به که کنیم فتنه درخواب
خیزیم سبک زخون لیلی | درخاک زدان کنیم سیلی
آفت زجهان چو گشت گمنام | غوغا زدو سوی گیرد آرام
هم رخنهٔ فتنه بسته گردد | هم دل زگزند رسته گردد
هم سکهٔ[1] مجنون اندرین راز | بُدسوختهٔ درونه پرواز
آمد سوی آن ستم رسیده | نالید زجان غم رسیده
رمزی که شنیده بود بنهفت | بگریست نخست بعد ازان گفت
مجنون که ازان خبر شد آگاه | برزد ز درون دل یکی آه
برمیر رسید و دید جوشان | چون سیل که در رسد خروشان
بگرفت عنان مرکبش سخت | می سوخت زخامکاری بخت
گفت ای همه مرهم تو آزار | بازآر دل از ستیزه بازآر
کان دست که بهر اوست این رنج | مانده است ازین شغب بلا سنج
گویند ز غصه مهترانش | کاهسته کنیم بر کرانش

[1] همه ر و وهم از ۱۲ حسرت

یعنی چو وے از جہاں بر افتد | این مشعله از میاں بر افتد
ہاں تا نشوی کنوں کماں گیر | تا در نه رسد بجان من تیر
تیرے چه زنی که بر من آید | بر جاں زدریچه تن آید
بر خصم مکش بکینه جوئی | تیغے که بخون دوست شوئی
آں نیزه مزن به دشمنان بیش | کز وے دل دوستاں کنی ریش
چوں جامه بخت من کبود ست | از کوشش مرد ماں چه سود ست
ادبار فروشده به کارم | اقبال ترا چه رنجه دارم
رد زبد من مراست از پس | تو کردی از آن خویشتن بس
نوفل چو شنید گفت مجنوں | بکشاد زدیده چشمه خوں
لابد به نیام کرد شمشیر | در بیشه خویش رفت چوں شیر
در گوشه غم نشست نالاں | از حالت قیس دست مالاں
از ہر که حدیث او شنیدے | آہے به دریغ بر کشیدے
آنکه آدمی ست و آدمی زیست | داند که گزند آدمی چیست
حیوان دگر که بے شمارند | از درد کسے خبر ندارند

مہماں خواندن مجنوں زاغان را در خانه چشم تا مرد مان فتنه انگیز را بکاو کاو از خانه بیروں کنند

داننده این حکایت نغز | از پوست چنیں بروں دہد مغز

کاں روز کہ نوفلِ سپہدار — بربست میاں بعزمِ پیکار
چنداں بہ زمیں فتاد مردم — کاندر تہِ کشتہ[1] شد زمیں گم
چوں کوکبۂ مصاف بشکست — ہر خستہ کہ رستہ بود می جست[2]
خلقے ز دو سوئے خستہ و ریش — رفتند بسوئے خانۂ خویش
ماندند بر آں بساطِ ناورد — مجنون و یکے رفیق و ہمدرد
دیوانہ کہ جائے دید خالی — برجست چو دیو لا اُبالی
رخسارہ ز خونِ کشتگاں شُست — ہم در صفِ کشتہ خوابگہ جُست
اُفتاد چناں میانِ خوں غرق — کز کشتہ نہ بود تا بدو فرق
چوں ماند فتادہ بر زمیں دیر — تشنہ جگرے ز جانِ خود سیر ق
مرغاں کہ باوج مے پریدند — گستاخ بسوئے او دویدند
زاغے بسرش نشستہ خونخوار — در دیدہ کشی کشیدہ منقار
واں یار دراں اسیرِ بے صبر — می دید و ہمی گریست چوں ابر
چوں کرد نگاہ مردِ ہُشیار — کاں چشم ز سرمہ[3] بیند آزار
شد بر سرِ آں خرابِ خونی — تا داخردش ازاں زبونی
پرّندہ ہوا گرفت چوں دود — واں سوختہ خاست آتش آلود

۱؎ زمیں زیر انبار کشتگاں بپوشید ۱۲ ش
۲؎ می جست می تپید ۱۲ ق
۳؎ مراد منقارِ زاغ بہ مناسبت سیاہی میلِ سُرمہ ۱۲ حسرت

زد نعره که این چه دوستداریست | آزردنِ دوستان نه یاریست
چون دیده بدشمنی دلم خست | از دشمنِ خانه چون توان رست
چندان بنظاره کرده شادم | کاندر غمِ کوریش فتادم
امروز که اتفاقِ آن بود | کان کینِ کهن برون کشم زود
ای دوست به من کجا فتادی | کین دشمن را اخلاص دادی
نی دیده که آفتست در پوست | این آفتِ من ز دیدنِ اوست
زین شرم که روی یار دیده است | دستم ز گزندش آرمیده است
بی قصدِ من از غیب جائی | می شد ز سرم چنین بلائی
گر نیست سیاستی دگرگون | کم زان که کنم ز خانه بیرون
یارب که ترا چه آرزو بود | کوشش به زیانِ من درین سود
دیده چه بدی اگر نبودی | چه دیده که کاش سر نبودی
جان در سرِ این جریده کردم | سر در سرِ کارِ دیده کردم
کو دشمنِ دوست روی بنگر | تا سر دهمش دو دیده بر سر
ای دشمن اگر بکشتن آئی | تا تیغ بخونم آزمائی
چشمم بکن اوّل ار توانی | گر سر ببری آن گهی تو دانی
کافتاد چو فرق بر زمینم | رسوائیِ چشمِ خود نه بینم
زینسان بعتاب تلخ لختی | می خورد جگر چو شور بختی

(دیدن)

وآن مردِ سرہ[1] کہ بود یارش — حیران شدہ در طریقِ کارش
زان شیوہ کہ حالتے عجب دید — بگریست گہے گہے بخندید
گفت اے گہرت ز مردمی پاک — وز ہجر تو صد ہزار دل چاک (بہ
گر تو ز حیات سیر گشتی — در کشتنِ خود دلیر گشتی
آن را کہ بود سرِ وفائے — چون بیند رنجِ آشنائے
آن دیو بود نہ آدمی زاد — کز اندہِ دیگرے شود شاد
با آن کہ ز دیدہ رنج بودت — چشم آن چہ نمود نی نمودت
گر دیدہ بصد جفا کنی ریش — معذور بوی ولے بیندیش
کان دز کہ رو برو نشینی — رویش بہ کدام دیدہ بینی
مجنون کہ شنید نامِ دیدار — گشتش بہزار جان خریدار
از وجد برقص شد چو مستان — زد زمزمہ چون ہزار دستان
زان قصہ بدیہۂ برانگیخت — می گفت و ز دیدہ اشک میریخت
از گفتِ خودش چو وقت خوش گشت — برداشت ز بیخودی رہِ دشت
او رفت چو بادِ بے سر و پائے — ہمرہ بشگفت ماند بر جائے
آمد بسوئے قبیلہ نالان — زان مرغ پریدہ دست مالان
گریان بہزار وائے و ویلے — شد تا بدرِ سرائے لیلے

[1] سرہ خالص ۱۲ ت

لیلی که شنید نالهٔ زار — بر گرد چو ماه سر ز دیوار

گفتا که تو کیستی بدین روز — وین گریه چرا کنی بدین سوز

رنجیده منم درین جهان بس — وین کارِ منست چون کند کس

تو ناله مکن که خسته مائیم — تن زن[ل] تو که دل شکسته مائیم

آن یارِ عزیز مهر پرور — چون دیده در آن نشانه در

گفتا منم آشنائے یارت — دارم خبرے ز دوستدارت

لیلی که شنید دوست را نام — غلطان بدر آمد از سرِ بام

بوسید بصد نیاز پایش — پرسید به لطفِ جان فزایش

گفت اے سخنت برین نکوئی — از بهرِ خدا که راست گوئی

کاں گم شده را چگونه دیدی — وز صحبتِ او چرا رمیدی

روز از تفِ آفتاب چونست — شبهاش نه دیده خواب چونست

دل را بغمِ که مے سپارد — غم را به رخِ که مے گذارد

بالش ز رحیل در چه سنگست — رویش ز سرشک بر چه رنگست

اندیشهٔ کیست در گمانش — افسانهٔ کیست بر زبانش

رنجه چه شوی برائے آن یار — گریه چه کنی برائے این کار

او یارِ منست یارِ تو نیست — وین کارِ منست کارِ تو نیست

ل تن زن اے قرار گیر ۱۲ حسرت

مرد گذری ز سوز آن گفت | از دیده دُر و ز لب گهر سفت
گفتا که مریض سیل اندوه | کان لاله خوش است بر سر کوه
امروز بر زمگاه نوفل | شد در صف کشتگان مسلسل
چون مُردهٔ او فتاده بیهوش | با کشته و مُرده شد هم آغوش
چشمی که نهاد از غمش داغ | می کرد ز غصه طعمهٔ زاغ
این سوخته گر نیامدی زود | آن زاغ زیان چشم او بود
چون کرد عروس پرنیان پوش | آزار دو چشم یار در گوش
خائید بدر ز لعل چون قند | ناخن زد و روی و موی برکند
پس باز کشاد چشم را پشت | تا دیده برون کشد به انگشت
چون دید عقوبت چنان را | طاقت برمید میهمان را
زد دست و گرفت آستینش | اُفتاد به پای نازنینش
گفت ای پری این چه کار دیوست | تن زن که فرشته در غریوست
یاری که تو زو بدین خطائی | دارد چو من و تو روشنائی
او را چو دو مردم ست پرنور | تو نیز مشو ز مردمی دُور
روزی که رسد نوید دیدار | با دوست دو دیده چون کنی چار
بینندهٔ دوست را مکن ریش | شرمی هم از آن دو دیدهٔ خویش
وان گه بدو دیده خورد سوگند | وان کس که بدیده دار پیوند

زبان

کاں گوہرِ پاک ناشکسته است | واں دیده ز چشمِ زخم رسته است
لیلی چو شنید بیش و کم راز | آمد ز قدرے بہ خویشتن باز
جانش ز شکنجهٔ بلا رست | شمعش ز طپانچهٔ صبا رست
از شادیِ آں سخن که بگذشت | گردِ سرِ آں رفیق مے گشت
شرمنده شد از حقِ وفایش | غلطید بعذر زیرِ پایش
از سوزِ دلش بسے دعا کرد | واں گه ز برِ خودش جدا کرد

در از شدنِ ظلمِ گیسوی لیلی بر مجنون و زنده داشتن مجنون شبہائے فراق را بخیالِ لیلی و روشن شدنِ مہرِ نوفل در آفاق و تیرگیِ روزِ مجنون و لرزیدنِ پدرِ پیرِ مجنون از دمہائے سردِ پیرِ سوادی و سوئے گرم مہریِ نوفل گریختن و گرم روی کردن آں مہربان و بنتِ خود را که در پردهٔ حیا آفتابے بود سایه پرورد با مجنونِ تاریک اختر قراں دادن و محترق شدن ستارهٔ مجنون و بیش از استقامت رجعت کردن

توقیعِ کششِ مثالِ ایں حرف | در نامه سخن چنیں کند صرف
کاں سوخته خراب سینه | اورنگ نشینِ بے خزینه

از نوفلیاں چو بے غرض ماند　　سختے ز فراق در مرض ماند
چوں پیکرش از نشانِ سُستی　　آمد قدرے بہ تندرستی
باز از وطن و خرد بروں جست　　زنجیر بُرید و بند بشکست
می گشت بگرد کوہ و صحرا　　چوں خضر بروضہاے خضرا
نے دل خوش و نے خرد فراہم　　دیوانہ و دد بوہر دو باہم
ہجرش زدہ تیر بر نشانہ　　عشقش یافتہ مرگ را بہانہ
یاراں بتاسف از چناں یار　　خویشاں متحیر از چنیں کار
او دشت گرفتہ زار و دل ریش　　دشمن بملامت از پس و پیش
روبہ کہ بتنگ نمونہ باشد　　در پیشِ سگاں چگونہ باشد
گوئی کہ فتد بجا لگہ[ط] پیش　　حالش بچہ ساں بود بیندیش
بومے کہ بروز جنبد از باغ　　کلمرغ شود ز سیلی زاغ
مسکیں پرش بچارہ سازی　　چوں شمع بخویشتن گدازی
در ہر طرفے بدر دویاں　　درمانِ غریب خویش جویاں
ہر جا کہ نشست زار بگریست　　بے گریۂ زار در جہاں کیست
واں مادرِ خستۂ جگر سوز　　شب رنگ شدہ ز بختِ بدروز
روزِ طربش بشب رسیدہ　　خونِ جگرش بلب رسیدہ

ط جولاں گاہ ۱۲ حسرت

خسته جگر و مژه جگر بار ‌ ‌ ‌ وز بے جگری همه جگر خوار
در دے که ز گوشهٔ جگر خاست ‌ ‌ ‌ از بے جگری همه جگر کاست
روزے ز زبانِ راست بازی ‌ ‌ ‌ در گوشِ پدر رسید رازی
کز مهر و وفائے آں یگانه ‌ ‌ ‌ کاندر همه دهر شد فسانه
زاں گونه شده است نوفلش دوست ‌ ‌ ‌ کاں دل شده مغز گشت و او پوست
گوید که اگر دل آیدش باز ‌ ‌ ‌ من دخترِ خودش دهم بصد ناز
پیر از خبر جہاں دل انگیز ‌ ‌ ‌ برسوخته[۱] شد چو آتشِ تیز
دیدش سر و تن ز سنگ خسته ‌ ‌ ‌ چهره دژم[۲] و جبیں شکسته
پیراهنِ پاره پاره چوں گل ‌ ‌ ‌ خونابه چکاں ز دیده چوں مُل
از تفِ هوا چو دود گشته ‌ ‌ ‌ پشتش ز زمیں کبود گشته
اوّل ز دو دیدہ سیلِ خوں ریخت ‌ ‌ ‌ وانگه نمک از جگر بروں ریخت
کاے چشم من و چراغِ دیده ‌ ‌ ‌ تو از من و من ز خود رمیده
دارم دلِ خسته درد پرورد ‌ ‌ ‌ درمانِ دلم توئی دریں درد
در خانه خلف چراغ باشد ‌ ‌ ‌ نے از پئے سینه داغ باشد
دانسته بُدم که روزِ پیری ‌ ‌ ‌ گرد آوریم بدستگیری
اینم نه گماں که بختِ ناشاد ‌ ‌ ‌ خارِ خلم دهد ز شمشاد

۱؎ اے نزد مجنونِ سوخته رفت ۱۲ حسرت ۲؎ دژم، افسرده و غمگیں (بُرہان) ۱۲ حسرت

تو دشت گرفته زار و بیحال | مسکین دلِ مادرت بدنبال
زین گونه که از تو در بلائیم | دیوانه تو نیستی که مائیم
دریاب که عزم کوچ کردم | نزدیک شد آفتاب زردم
زان پیش که بارگی کنم چست | در جستنِ من عنان مکن سست
انگارِ گلِ ترا خزان برد | وان هم نفسے که داشتی مُرد
زین گونه مده بدیو خود را | بگذار زمام دیو و دد را
یارے که نیایدت در آغوش | آن به که کنی ز دل فراموش
شاخے که برش نه زود باشد | هیزم بود ار چه عود باشد
ق بیدار نه وهر ز میوه مایه | بارے بودش فراخ سایه
تو شاخ رسیده گشتی و تر | نے سایه به ما دهی و نے بر
گر جفت شدے علاقهٔ[1] دُر | باشد که نه بودے این تحیر
چون عشق بدل بود صواب است | مه در شب تیره آفتاب است
نوفل که به مهتری ست منسوب | دارد پس پرده دخترے خوب
در گلشن حسن سرو چالاک | چون قطرهٔ آبِ آسمان پاک
خورشید رخے خدیجه نامش | پروردهٔ عصمت تمامش (از نجیب)
جوینده ولیک از تکبر | در رشته کس نه بندد آن دُر

[1] علاقه رشته سلک ۱۲ اش

زاں رسمِ وفا کہ در تو دیدہ است — پیوندِ ترا بجاں خریدہ است

در دل ہمہ صحبتِ تو جوید — وز شرم برے کسش نہ گوید

پرسد خبرِ تو گاہ و بیگاہ — ہم معتقد است ہم نکوخواہ

گر سر بہ رضائے ما کنی راست — آں خواستہ زانِ تست بیخواست

ہم مادر امید خاص یابد — ہم جانِ پدر خلاص یابد

در خود زنی از خلاف تیرے — بیجاں شدہ گیر زال و پیرے

گفتیم بہ تو غمِ نہانی — اما سخنِ دگر تو دانی

دیوانہ کہ ایں حدیث بشنید — دیوانگیش ز سر[۱] بجنبید

می خواست کہ از درونِ پرسوز — گردد بخلاف پاسخ اندوز

لیکن چو فسونِ پیر بُد چُست — گرد از دمِ سختِ دیو رُست

گویند کہ بود آں جفا کار — با مادر و با پدر وفادار

در خدمتِ ہر دو کام ناکام — از خطِّ رضا بروں نزد گام

در پائے پدر فتاد فرزند — گفت اے دمِ تو مرا زباں بند

با آں کہ خرد زمن عناں تافت — از رائے تو روئی چوں تواں تافت

گر دل شد از آنِ یارِ چالاک — پروردۂ تست آخر ایں خاک

با ایں حقِ نعمتے کہ داری — واجب نہ بود حرام خواری

[۱] زسر از سرِ نو۔ یعنی دیوانگیش زیادہ شد ۱۲ اش

این ست چو خواهشِ الٰہی — تن در دادم بهرچه خواهی

مادر پدر از چناں جوابے — بر آتشِ دل زدند آبے

رفتند ز خانه بامداداں — سوئے پدرِ عروس شاداں

بستند کمر بجست و جوئے — کردند به پرده گفتگوئے

نوفل که بخاطر ایں هوس داشت — پیش آمد و پاسِ آں نفس داشت

گشتند دو دل رمیده بیغم — رفتند بسوئے خانه خرّم

بردند طرائفِ[1] عروسی — بغدادی و مغربی و روسی

صد گونه نوردِ مهترانه — درواے[2] عروس و زیب خانه

اسبابِ نشاط و مایهٔ سور[3] — شهد و شکر و گلاب و کافور

از گوهر و زر چناں که شاید — وز عود و قرنفل انچه باید

نوفل که ازاں خبر شد آگاه — شد باهمه نزل بر سرِ راه

آراست بر آں نمط که دانی — روزے دو سه برگِ میهمانی

اشرافِ قبیله را طلب کرد — عالم به نشاطِ پُر طرب کرد

دامادِ عزیز را درون خواند — در پیشگهٔ بساط بنشاند

بنشست فقیه عیسوی دم — بنیادِ نکاح کرد محکم

---

۱ طرائف تحائف ۱۲ اتس ۲ دروا چیزے ضروری و مایحتاج (برہان) ۱۲ حسرت

۳ سور خوشی ۱۲ اتس

هر محتشمی و نامداری | می کرد بقدرِ خود نثاری

چون نافه کشاد گیسوی شام | مه جلوه کنان برآمد از بام

از طوق زر و علاقهٔ دُر | شد گردن و گوشِ آسمان پُر

از روی عروس پرده بر شد | داماد به پردهٔ خاص تر شد

در حجلهٔ لعبتانِ آزر | بنشست فراز کرسیِ زر

آمد بنوای خوش آهنگ | بر چرخ رسید نالهٔ چنگ

شد جلوه نما بتِ حصاری | چون گل به نسیمِ نوبهاری

نازک بدنی چو دُرِّ مکنون | مجنون کُنِ صد هزار مجنون

هر کس بهوس نگاه میکرد | مجنون میدید و آه میکرد

هر کس صفتِ جمال میگفت | مجنون سخن از خیال میگفت

هر کس گهر خریده می ریخت | مجنون ز سرشکِ دیده می ریخت

هر کس بطرب بکارِ خود بود | مجنون بهوای یارِ خود بود

هر کس شمعی به سوز برداشت | مجنون همه سوز در جگر داشت

هر کس بطریقِ دوستداری | می خواند دعای سازواری

او قصهٔ جانِ ریش می خواند | و افسونِ خلاصِ خویش میخواند

می کرد بسینه یادِ دلخواه | می شست بگریه دست از ماه

بیرون خوش و از درون دلتنگ | تن حاضر و دل هزار فرسنگ

چون حنظل تر ز ذوق بی بهر | بیرون تر و تازه اندرون زهر
می خواند و اِنْ یکاد[1] هر کس | از سورهٔ نُوح و تبّت[2] و بس
مطرب ز طرب ترانه می زد | او نالهٔ عاشقانه می زد
از هم نفسے که دل نفور ست | عفریت نماید ارچه حور ست
لوزینه که سازوار جان ست | بر معدهٔ پُرخوری زیان ست
سیراب که شربتش چشانی | زهرش بود آب زندگانی
مفلس که بکشت خوشه چین ست | خار و خسکش گل انگبین ست
چون کرد عروس جلوهٔ حور | در پردهٔ مهد گشت مستور
بردند گهرفشان براهش | زانجا به طرب سرائے شاهش
در پردهٔ عصمتش نشاندند | صد هدیه بدامنش فشاندند
چون شد گه آن که خرم و شاد | همخوابه شوند سرو و شمشاد
مه در پئے آنکه کے شود جفت | دیوانه زماهِ نو بر آشفت
از تختِ شهی سبک فروجست | بر روئے زمین چو خاک شد پست
از بسکه گریست سینه پر تاب | شد نقشِ بساط شسته زان آب
دیوانه بدردِ خود گرفتار | حیران شده ماهِ نو در آن کار

[1] آیهٔ قرآن که برائے دفع نظر بد خوانند ۱۲ حسرت
[2] سورهٔ نوح و تبت شان جلالی دارد ۱۲ اش

نے او ہمہ شب غنود از سوز — نے لعبتِ نو زبختِ بدروز
شب گیر[1] کہ ابرِ نو بہاری — بگریست چو عاشقاں بزاری
از باغ نسیمِ صبح می جست — کاں مرغِ رمیدہ دام بگسست
ہر شخص فسردہ دید جامہ — ہم کفش گذاشت ہم عمامہ
بر بوئے گلے کہ بود یارش — دامن نہ گرفت ہیچ خارش
بر نجد شدہ طواف مے کرد — با خاطرِ خود مصاف مے کرد
سوزاں غزلے کہ دل کند ریش — می خواند بحسبِ حالتِ خویش
در پیشِ خیال نالہ میکرد — وز خونِ جگر نوالہ میکرد
مادر کہ شنید قصۂ دوش — سوئے پدرش دوید بیہوش
ناخن زدہ چہرہ غرقِ خوں کرد — دامن ز سرشک لالہ گوں کرد
بیچارہ پدر ز پا در افتاد — ہم شیشہ شکست و ہم خر افتاد
آسیبِ زمانہ چوں در آید — از شاخ سمن خسک بر آید
گشتند موافقان و خویشاں — زیں واقعہ جملہ دل پریشاں
از ہر ستمے کہ در سرشت ست — از نامۂ روزگار زشت ست
دورانِ بلا چو در رسد تنگ — دیوانہ بکود کاں زند سنگ
اندیشہ کہ گم کند ہوس را — یارب کہ مباد ہیچ کس را

[1] شب گیر بروزنِ تکبیر یعنی صبح وسحرگاہ (برہان) ۱۲ حسرت

شنیدن لیلی آوازهای دف تزویج مجنون و از آن حرارت سوختن و به آب تدبیر فرستادن نامه فرونشاندن آن آتش

گوینده این کهن فسانه　　زان شعله چنین کشد زبانه

کان شمع نهان گداز شب‌خیز　　پروانه صفت بر آتش تیز

چون یافت خبر که یار برگشت　　و اندیشهٔ دل قفای سر گشت

روزی دو سه در ز خلق دربست　　وز خون دلش زمین جگر بست

نزدیک بمردن از دم سرد　　نی رغبت خواب و نی غم خورد

آن را که دل از شکیب فرد است　　از شب تا روز یار درد است

غمناک به پیچ و تاب باشد　　بی‌غم همه شب بخواب باشد

از تافتگیست رشته را پیچ　　کس تاب نه دید پنبه را هیچ

او خود غم عشق داشت برکار　　شد با غم عشق غیرتش یار

کبکی که شکسته بال باشد　　شاهین زندش چه حال باشد

چون رخنه فتد به بام خانه　　بر ابر سیه نهد بهانه

بیمار که تپ مدام دارد　　طاعون زندش چه طاقت آرد

چون غمزده را دران تحیر　　از خوردن غم درونه شد پر

بس کاغذِ سینه شد فزونش | از دل به چمن سینه خونش
تیمار دلش بجان نگنجید | جان خورد چه که در جهان بپیچید
شد در پئے آن که دل بکاود | وز غم سخنے بزبان تراود
کاغذ طلبید و خامه برداشت | ترتیب سواد نامه برداشت
سودائے جگر بنامه می ریخت | خونابه ز نوکِ خامه می ریخت
کاغذ چو تمام شد نوردش | از خون دو دیده مُهر کردش
وانگه طلبید قاصدے چست | کز باد به تک جہے این نمے جست
دادش که رسان بآن خرابش | باز آر و به من رسان جوابش
قاصد شد و آن صحیفه را بُرد | وآن جا که سپردنی است بسپرد
مجنون که شنید نامهٔ دوست | می خواست برون فتادن از پوست
برجست و به پائے قاصد اُفتاد | چون شاخِ بنفشه در رهِ باد
گرد از قدمش بدیده می رُفت | بر گریهٔ خویش پائے می کوفت
زان ولوله چون دمے بیاسود | بکشاد نوردِ نامه را زود
دید از قلم جراحت انگیز | در دوده سرشته آتشِ تیز

نامه نوشتن لیلی از دودِ دل سوئے مجنون و ماجرائے دل و دیده بر آن آشنا عرض کردن

آغاز صحیفهٔ معانی | برنامِ خدائے آسمانی

خلاق جهان به بے نیازی　　فیاض کرم بکارسازی

برپائے کن بلند و پستی　　پروانه ده برات هستی

بر دامنِ گل نسیم گستر　　در حملِ صدف یتیم پرور

دل گشته ازو خزینه را از　　هم خازن و هم خزینه پرداز

آن را که هدایتے رساند　　حد که بود که وا ستاند

وان را که کند ز روشنی دور　　آن کیست که باز بخشدش نور

وانگه ز خراشِ سینهٔ خویش　　خون نابه فشاند از دلِ ریش

کین نامه که هست چون نگارے　　از دل شدهٔ به بیقرارے

یعنی ز منِ ستم رسیده　　نزدیکِ تو اے ز من بریده

گر عاشقِ دور مانده چونی؟　　وے شمع ز نور مانده چونی؟

گشته سرت ببالشِ خاک؟　　خونی از رخ تو که می کند پاک؟

هر سن بکه مے بری حکایت؟　　با خود ز چه مے کنی شکایت؟

روزت دانم که شب نشان است　　شبهائے فراق بر چسان است؟

گریه بره که مے کنی ساز؟　　دیده برخِ که مے کنی باز؟

در گوشِ که ناله میرسانی؟　　در پائے که قطره میچکانی؟

بازارِ تو در کدام سوئیست؟　　سیلابِ تو در کدام جوئیست؟

همدردِ تو زین غمِ نهان کیست؟　　غمناک تر از تو در جهان کیست؟

جایت بکدام خاکدانست؟ — رویت بکدام آستانست؟

تکیه بدرِ که میکنی خواست؟ — بالین ترا که میکند راست؟

زنجیر[۱] بر کدام کوئی — مجنونِ کدام خوب روئی؟

جانت که هزار داغ دارد — تسکیں بکدام باغ دارد؟

جسمت که بروے خاک خفته است — از نوکِ کدام خار سفته است

پشتِ تو به بسترِ ذلیلاں — چون ست لبِ سایۀ مغیلاں؟

غم را به چه شکل می شماری — شب را به چه روز می گذاری

تا ظن نبری که من صبورم — نزدیکِ تو ام اگرچه دورم

غمناک مشو کم از تو غم نیست — بر سنگ هنوز شیشه کم نیست

درد تو بمن ست گرچه حالی — من نیز نیم ز درد خالی

شمعے که بر آتش ست تا روز — پروانه کُشش ست و خویشتن سوز

آبے که بغرق می کشد فرق — او هم بمغاک می شود غرق

چون عشق دلم ز دست بربود — دل دادنِ[۲] کس کجا کند سود

چون ز آتشِ تیز پرنیاں سوخت — از سوزن و رشته کے تواں دوخت

چون در ز حصار گشت خنداں — پیوند نشد بآب[۳] دنداں

بگداخت ز سوزِ دل وجودم — وز اوجِ فلک گذشت دودم

---

۱ مراد اسیر و پابند ۱۲ حسرت ۲ دل دادن تسلّی دادن ۱۲ آتش
۳ لعابِ لب ۱۲ آتش

تو گرچه ز عشق تنگ و تاری — بارے قدمِ فراخ داری
گر پیش روان شوی دگر پس — دستے نزند بدامنت کس
مسکین منِ مستمندِ بندی — موقوفِ سرائے دردمندی
خو کرده بگوشهٔ ندامت — زندانیِ درد تا قیامت
پرورده غم شدست جانم — فرسودهٔ محنت استخوانم
تا بسترِ تو زمین شنیدم — من نیز همان زمین گزیدم
گر حلّه بر آری از حریرم — بینی همه نسخهٔ حصیرم
چون سایه رود براه با من — فرقے نه کنی ز سایه تا من
گنجِ تو ز سایه گشت در یاب — خورشیدِ تو سایه گشت دریاب
گر هست ترا یقین مرا نیست — در هستیِ خود که هست یا نیست
گشتم به یگانگی چنان چست — کین هستیِ من ز هستیِ تست
هر خار که پائے تو کند ریش — من از دلِ خود برون کنم نیش
هر تاب که بر تو ز آفتابست — سوزش همه بر منِ خرابست
هر آبله کافتدت برفتار — از دیدهٔ من تراود آزار
هر سنگ که پهلوئے تو خسته است — اینک تنِ من از آن شکسته است
هر کوه که جائے تست غارش — بر جان و دلِ من است بارش
هر باد که از رهِ تو خیزد — در دیدهٔ من غبار بیزد

من بی تو چنین بغم نشسته | از هر که بجز تو روی بسته
تنهائی و گوشهٔ و دردی | وز آب دو دیده آبخوردی
مشغول بدین شکنجهٔ درد | کان گم شده را کجاست ناورد
وان سینهٔ بی فراغ چون هست | زندانی بی چراغ چون هست
ای خار چو پهلوش کنی ریش | از آتش آه من میندیش
ای گرد چو بر تنش نشینی | باران سرشک ما ببینی
رو ای دم سرد من براهش | خاشاک بچین ز تکیه گاهش
اینم نه گمان که یار دلسوز | شبها بوصال می کند روز
در کوی دگر همی نهد گام | با یار دگر همی کشد جام
گر یار نو آمدت در آغوش | از یار کهن مکن فراموش (بیت نیکو)
بیگانه مشو چنین به یکبار | آخر حق صحبتی نگهدار
گر باده و گر خمار بودیم | روزی من و تو نه یار بودیم
گر لاله و سرو در شمار است | آخر خس و خار هم بکار است
گیرم که تراست لعل در چنگ | مفکن بدکان شیشه گر سنگ
گر تو خوشی از همای دیدن | نتوان سر ماکیان بریدن
کو آن نفس وفا شمردن | در کشمکش نیاز مردن
گفتی سخنی ز دوستداری | پس روی نتافتی زیاری

دیدی که معترض بلا کم　　　چوں باد بروں شدی زخاکم

بیگانه صفت حذر ام کردی　　　بیگانگیِ تمام کردی

بسیار مئے جفا چشیدی　　　بیخوابی و بے دلی کشیدی

اکنوں که بوصل خفته شاد　　　همخوابهٔ تو مبارکت باد

بختِ من اگر ز من شد آزاد　　　آں را که رسید یار او باد

با ایں همه دوستدار یارم　　　با یارِ تو نیز دوستدارم

او گرچه که دشمنست رو دوست　　　از دوستیت گرفتمش دوست

ممکن نه بود چو بر عدو زور　　　شوریده بمانم ار کنم شور

چشمے که کند ستیزه با خار　　　بند درهِ روشنی به مسمار

آں یار که دوست داشت یارم　　　دشمن بوم ار نه دوستدارم

گر تو نه کنی بهم یادم　　　از تربیتِ غمِ تو شادم

آں کس که زند ز عاشقی دم　　　از خوردنِ غم کجا خورد غم

آتش زده مرا جگر من　　　ترسم که کنی گله هم از من

سیلے که زند طپانچه بر سنگ　　　خوناله زناں رود بفرسنگ

چوں باز کشی ز دست دامن　　　بازیچه شوی ز گفتِ دشمن

عشق از تو مگر غبارِ خود رفت　　　کآزرده همی شوی ز هر گفت

مرغے که بشاخ دل نه بندد　　　طیره[1] شود ار گلے بخندد

[1] طیره بروزنِ خیره - خجل و خجالت و آزردگی (برهان) ۱۲ حسرت

نگشاید این دلِ زبونم ‌‌‌ کز گریہ گرہ شدہ است خونم
بگذشت چو زہرِ من ز تریاک ‌‌‌ تو دیر بزی کہ من شدم خاک
دردِ تو رفیقِ جانِ من باد ‌‌‌ ہمخوابہ خاکدانِ من باد
چون خواندہ شد این ورق تمامی ‌‌‌ دل سوختہ پختہ شد ز خامی
غلطید میانِ خاک لختے ‌‌‌ چون بادزدہ کہن درختے
پس قاصدِ نامہ را بفرمود ‌‌‌ کاردستکے و کاغذے زود
قاصد بسوئے قبیلہ شد راست ‌‌‌ وآورد و سپرد آنچہ او خواست
دیوانہ ز راز پردہ برداشت ‌‌‌ می ریخت غمے کہ در جگر داشت
اوّل بگہ قلم گذاری ‌‌‌ کرد از سرِ خستگی و زاری

جواب نوشتنِ مجنونِ مرفوع القلم از سیاہی آب ناکِ دیدہ نامۂ حسرت لیلیٰ را و ریشہائے سر بستہ از نوکِ قلم خاریدن و خونِ سوختہ بر ورق چکانیدن

آغازِ سخن بنامِ شاہے ‌‌‌ کاراست چو چرخ بارگاہے
خورشید فروز انجم آرائے ‌‌‌ بنیاکنِ عقلِ معرفت زائے
سازندۂ گوہرِ شب افروز ‌‌‌ روزی دہِ جانور شب و روز

دیباچه کشائے باغ و بستاں | گویا کنِ بلبلانِ بدستاں
برتر ز نشانه گاه فرہنگ | نزدیکِ شکستگانِ دل تنگ
در مکتب کن صحیفه پیوند | بر کن یکنِ جہاں خداوند
صنع[1] از کمِ قضاش طرفے | حٰم[2] ز حمدِ او دو حرفے
زاں صنع که کائنات چیزیست | ملکِ ازل و ابد پشیزیست
زیں گونه ز نافه[3] پوست کنده | پس بوئے جگر بروں فگنده
کیں قصۂ محنت از غمینے | بر سیمبرے و نازنینے
یعنی زمنِ خراب و رنجور | نزدیکِ تو اے ز مردمی دور
بگذر ز منِ عتاب[4] روزی | چندم بعتابِ تلخ سوزی
موجود ز زمانه در ہلاکم | تو نیز مکش بخون و خاکم
کنوں که ز دست شد عنانم | از طعنه چه میزنی سنانم
تو بدلم دگر نگنجد | حقا که خیال در نگنجد
باد ار چه گل آردم ز کویت | گل ننگرم از برائے رویت
خواہم شب تیره با تو شینم[5] | تا سایه برابرت نه بینم

[1] یعنی عالم مصنوعات از قضائے ربانی که محیط همه چیز ست جزو قلیل ست ۱۲ حسرت [2] حامیم مراد از حم سورۂ قرآن ۱۲ حسرت [3] یعنی اول مشک حمد افشاندیس از ان حالِ دلِ پرخون نوشت ۱۲ حسرت [4] عتاب روزی آنکه عتاب را روزی او کرده باشند پس معنی بیت این باشد که از من که عتاب انجش و نصیبم کرده اند بگذر، مرا تا چند بعتابِ تلخ خواهی سوخت ۱۲ حمید [5] شینم مخفف نشینم و سایه در شب تیره محسوس نمیشود ۱۲ ش

با غیر چه کار تا تو هستی
در قبله خطاست بت پرستی

عشق از دو صنم بود عنان تاب
چون دین ز تو پرده و محراب

جان رفته ز سینه دیر شد دیر
نبود به یکی میان دو شمشیر

در سینهٔ من که می کند سیر
اندیشهٔ تست اے نے غم غیر

نیلوفر تر که تازه روی ست
از چشمهٔ خور نه زآب جوی ست

یکدل ز تو شد غبار هر کو
بهر دگرے دل دگر کو

غیرِ تو و پس درین دلِ گم
یک دیده و انجمے دو مردم

تا یکسر مو بود بجایت
موئے نه کشم سر از هوایت

تا در سر شمع نور باشد
پروانه کجا صبور باشد

نزدیک بمردنم ز دوری
دور از تو و انجمے صبوری

اینجا من و دلستانم آنجاست
آنجاست دلم که جانم آنجاست

من تنگ دلم تو در دلِ تنگ
صحبت دو کمن بمنزلِ تنگ

آن را که دو یار در دل آید
تنگ نیست دلِ فراخ باید

گر کرد سپهر بے طریقم
تهمت زده دگر رفیقم

نے خواهش دل مرا بدان داشت
کز قبله به بت نظر توان داشت

بنشاند مرا چنین بر آذر
حکم پدر و رضاے مادر

مهرے که بسینه داشت رویم
بر روئے پدر چگونه گویم

آں یار کہ جز تو در کنار ست — سروست مرا درختِ خار ست

گر گل[1] بود ہم بدیدہ یا خار — اولیٰ تر ازاں کہ روئے آں یار

دعواے وفا کنم کہ یارم — پس از تو بجز تو چشم دارم

چشمت[2] چو کند بروے من ناز — در روئے تو دیدہ چوں کنم باز

بادام دو مغز در یکے پوست — از غایتِ سخت چشمیِ[3] اوست

زاں مہ کہ چو شب رمیدم از نور — جز یک نظرش ندیدم از دور

ہر چند بعقد بود جفتم — نادیدہ رخش طلاق گفتم

گر بود نظر بدل فروزی — دیدارِ تو ام مباد روزی

در سر نکنم دو دلی ہمہ گاہ — گر سر دو کنی بہ تیغ کیں خواہ

مومن بوفا دو روئے نبود — ور ہست یگانہ[4] گوئے نبود

بر من چہ کشی بخشم شمشیر — من خود شدہ ام ز جانِ خود سیر

بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں — چوں مرکبِ کورِ بادشاہاں

بیدار برائے آخریں خواب — چوں اشترِ عید و گاوِ قصاب

امروز کہ من بدیں خراشم — تو نیز مزن بہ[5] دور باشم

جاں کز تو رمید زخمِ غم خورد — تن نیز دریں شکنجہ زخم خورد

---

[1] گل بمعنی اخگر آتش ۱۲ حسرت [2] یعنی چوں دل بدیگرے دہم وقتے کہ تو روبرو شوم و چشم تو بروئے من ناز کند در روئے تو دیدہ چوں باز کنم ۱۲ حسرت [3] سخت چشم شوخ و بیحیا (بہار عجم) ۱۲ حسرت [4] یگانہ گوئی موحد ۱۲ حسرت [5] بائے زائدہ ۱۲ حسرت

آن دل که کشد ز دوست منت	ناچار خورد تغافلِ دشمن
یارے که برد ز صحبتِ یار	مظلوم شود بسانِ اغیار
در کوئے تو دل که بوئے جاں یافت	گم گشت چنانکه گم تواں یافت
گر باز بیابم آن دلِ گم	ندہم بہ اسے بہر دم
جانے ست بموئے تو گرفتار	خواہش بہ بند خواہ بگذار
مرغے که قفس برنجیت از تن	بیہودہ بود قفس شکستن
گر جان ز پئے رحیل شد چیست	غم نیست که جانِ من غمِ تست
جاں حیف بود بہائے ایں غم	آخر غمِ تست چوں زنم کم[1]
ہر جا که کنم نشست یا خاست	چوں در نگرم غمِ تو آنجاست
شبہا ز غمت بسوزِ من کیست	من دانم و شب که روزِ من چیست
ہمسایہ نخفت ز آہِ سختم	وز خواب ابد نخاست بختم
خوابم نه اگر ز یادِ ماہے	یابم ز خیال تکیہ گاہے
در خواب چو دامنِ تو گیرم	بیدار شوم ولے بمیرم
خفتن چو بجز چنیں ندانم	می ترسم ازاں که خفته مانم
فریاد که دل وبالِ من شد	رسوائی من جمالِ من شد
بر خاکِ درِ تو سنگسارم	در سنگ طلب کنی ندارم

[1] کم زدن حقیر و فرومایہ شمردن (بہار عجم) ۱۲ حسرت

بیں برتنِ من نشانِ خاشاک — چوں ہندسہ بہ تختۂ[۱] خاک
پشتم کہ زِ رستم ہزار دارد — جدول ز خراشِ خار دارد
از خار مرا کبودیِ تن — گوئی زدہ اند جملہ سوزن
پہلوئے بنفش من نگر چیست — چوں ابروئے وسمہ کردہ ایست
چوں تن بفراقِ اسیر باشد — خار و خسکش حریر باشد
با رنج خودم چناں خوش افتاد — کز راحتِ کس نیایدم یاد
اشتر کہ بخار خوے دارد — حلوا دہیش چہ روئے دارد
آں مرغ چہ ترسد از بطانہ[۲] — کو خار خورد بجائے دانہ
من دور ز تو غبار در چشم — نے نے غلطم کہ خار در چشم
تو پائے زِ خارِ من نگہ دار — دامن ز غبارِ من نگہ دار
گر تیغ زنی بر آستانم — من بندہ بہ دوستی ہمانم
از من بجہاں چناں رمیدی — کز کوئے وفا عناں کشیدی
تو فارغ و دل بسے فغاں زد — ہر ماہ طپانچہ چوں تواں زد
آسودہ کہ با فراغِ دل زیست — او کے داند کہ سوزِ دل چیست
باغے کہ خزاں نہ دیدہ باشد — برگ و گلش آرمیدہ باشد
یارے کہ دلش ز مہر پاک ست — او را ز گزندِ من چہ باک ست

[۱] منجماں را تختہ حساب می باشد کہ براں خاک انداختہ نقوش حساب طالع درست کنند (غیاث) ۱۲ حسرت
[۲] بطانہ اندرونِ شکم و سینہ (غیاث) ۱۲ حسرت

(آزادی)

ترکے کہ بر آہو افگند تیر — خوشدل شود از ہلاکِ نخچیر

شاہیں کہ دہد کلنگ را خم — از رنجِ دلش کجا خورد غم

برداشتہ ام ز خویشتن دل — بسم اللہ اگر کنند بسمل

چوں بر سرِ گنج پاس دارم — از تیغ چرا ہراس دارم

شب[1] رو کہ برد ز بانہ نور — جلاد بہ دشنہ ہست معذور

بر کشتنِ من چو کامگاری — مردار شدن چرا گذاری

میشے کہ ز جاں فتد تباپاک — ہم تیغ شباں سرش برد پاک

شد سوختہ جانِ ناشکیبم — تا کے بزباں دہی فریبم

بس ابر کہ تند سر بر آرد — آواز دہد و لے نبارد

دلہا بستیزہ خستہ نتواں — قارورہ[2] برہ شکستہ نتواں

بر بے گنہ آں کہ شد ستم سنج — آخر بود از ندامتش رنج

آں گرگ بود نہ آدمی زاد — کز خوردنِ خوں دمے شود شاد

دزدے کہ بتابِ رشتہ پیوست[3] — مالد بفسوس دست بر دست

فریاد کہ خوردیم ہمہ خوں — زیں فتنہ خلاص چوں بود چوں

زنجیر گسستن ست کارم — موئے ز تو بگسلم نیارم

[1] شب رو عیار و طرار (مصطلحات) وارستہ ۱۲ حسرت [2] قارورہ شیشہ ۱۲ ش

[3] اے گرفتار شد ۱۲ حسرت

گیرم نہ ہی ز وصل بویم | کم[1] زانکہ نگہ گنی بسویم
بردار ز مطرحِ ھلاکم | افتادہ رہا مکن بخاکم
چون ثبت شد آن چہ بود شایان | وان نامہ در رشد بہ پایان
تاریخِ فراق پادرش[2] کرد | عنوانِ سرشک بسرش کرد
بسپرد بقاصدِ سبک سیر | تابستد و بر پرید چون طیر
برد آن ورق و بنازنین داد | غنچہ بکنارِ یاسمین داد
چون نامہ بدید ماہِ بے صبر | از نومیدی گریست چون ابر
بکشاد و بخواندش و بسنجید | در ہر ورقے بدرد پیچید
از پوزشِ عذرِ بیکرانش | تسکینِ تمام یافت جانش
از خواندنِ نامہ چون بپرداخت | تعویذِ گلوئے خویشتن ساخت

عزیمت دوستان جانی سوئے مجنون و او را از دیولاخ کوہ بہ افسون در حلقہ مردمان درآوردن و سایہ گرفتن او از درختان سایہ دار و چون باد سوئے باغ دویدن و آہنگِ مرغان باغ کردن و با بلبلِ نالان گل بانگ زدن

چون نافہ کشاد بادِ نوروز | بشگفت بہارِ عالم افروز

[1] اے کم از ان مباش کہ نگاہے سوئے من کنی ۱۲ حسرت [2] اے دریاتش کرد دیائیتس نوشت ۱۲ حسرت

ابر از صدف سپہر کبیر — در گوش بنفشہ ریخت گوہر

سرو از علم بلند پایہ — بر فرق سمن فگند سایہ

از شبنم گوہرین شمائل — آراست کلاہ گل حمائل

غنچہ بدر آمد از شبستاں — پر شیر شدش ز ابر پستاں

بید از سر خنجر گہر دار — شد بر سر یاسمین گہربار

نازک تن لالۂ دل افروز — لرزندہ شد از نسیم نوروز

با شاہد دمے خجستہ ناماں — گشتند بہر چمن خراماں

ہر کس بعزیمت تماشا — مجنون دل رمیدہ حاشا

ہر کس شدہ در کنار آبے — مجنون خراب در خرابے

ہر کس صنمے چو گل در آغوش — مجنون رمیدہ خار بر دوش

ہر کس بسوئے چمن شتاباں — مجنون رمیدہ در بیاباں

ہر باد کہ از بہارش آمد — بگریست کہ بوئے یارش آمد

ہر گل کہ شگفتہ دید بر خاک — کرد از غم دوست پیرہن چاک

یک روز در اینچنیں بہارے — می گشت بگرد چشمہ سارے

با خود بہزار جاں گدازی — می گفت نشید عشق بازی

پیرامن او ز خویش و پیوند — حاضر نہ کسے مگر دے چند

۱ جوہر دار ۱۲ حسرت ۲ یعنی حاشا کہ میل تماشا کند ۱۲ حسرت

آن کس که بدشت و کوه خو کرد	زو انس نشاید آرزو کرد
آهو که خورد بدشت خاشاک	باشد چو خانه نزد او خاک
مرغی که ز سبزه داشت مفرش	زندانِ قفس کجا کند خوش
مردی که گرفت میلِ صحرا	در خانه بری رود بصحرا
او بود و غمی و بادِ سردی	کز دور پدید گشت گردی
یارِ دو سه محرمانِ دردش	خونابه[۱] زدائی روی زردش
بودند بکوه و دشت پویان	وان گم شده را بجاک جویان
صحرا چو غبار می نوشتند	تا بر سرِ خلوتش گذشتند
در کوچ[۲] گهش جمازه راندند	وز دور جمازه را نشاندند
رفتند پیاده پیشِ مجنون	ریزان ز دو دیده دُرِّ مکنون
دیدند بگوشهٔ خرابی	غولی بکنارهٔ سرابی
زنجیر ز همدمان گسسته	در حلقهٔ دام و دد نشسته
از دامنِ پاره خاک می بیخت	وز دیده دُرِ سرشک می ریخت
گفتند که ای رفیق چونی	در خونِ جگر غریق چونی
آخر چه شدی که دا رمیدی	وز صحبتِ دوستان بریدی
خو باز گرفتی از همه کس	با شیر و گوزن ساختی بس

۱؎ خونابه زدائی خون صاف کننده ۱۲ حسرت ۲؎ سکه ای مقامش — چه کوچ بمعنی جانه کوچ هم است که زن و فرزند عیال باشد (برہان) ۱۲ و چند را هم گفته اند که در ویرانه آشیان کنند دریں صورت کوچ گه ویرانه و خرابه باشد ۱۲ حسرت

زینساں نبرند آشنائی — مردم نه کنند چنیں جدائی
هر جنس ز مردم و دد و دام — در صحبتِ جنس گیرد آرام
قمری که نوائے عشق سنجد — با زاغ نشانیش برنجد
بوم آید سوے بومِ منحوس — طاؤس بجلوه گاهِ طاؤس
تو مردمِ دانشی ز حد بیش — چون ست که با دداں شدی خویش
برخیز که گل شگوفه نو کرد — دلها به نشاطِ مے گرو کرد
وقتِ چمن ست و بوستاں هم — ما منتظریم و دوستاں هم
امروز اگر دمے چو یاراں — باشی بمراد دوستداراں
گلگشتِ چمن کنیم چوں باد — باشیم بروے یکدگر شاد
بینی رخِ دوستانِ جانی — بے دوست مباد زندگانی
مجنوں ز دو دیده آب بکشاد — وانگه گره از جواب بکشاد
گفت ای شب و روز تاں همه سور — بادا شبِ تاں ز روزِ من دور
من کز عمل جهاں شدم فرد — بازم بجهاں چه جائے ناورد[1]
ویرانه من اگرچه زشت ست — چوں خوے گرفته ام بهشت ست
زاں گونه ببانگِ بوم شادم — کز بلبلِ مست نیست یادم
در دست چناں خوش ست خارم — کز باغِ کساں خبر ندارم

[1] ناورد بمعنی جدال و پیکار (برهان) ۱۲ حسرت

غولے کہ بدشت خوں بریزد ‏ ‏ ‏ در باغ بریش جا نہ گیرد

آں را کہ خیالِ یار باشد ‏ ‏ ‏ با سرو و گلش چہ کار باشد

بگذر کہ چمن چو یارِ من نیست ‏ ‏ ‏ واں گل کہ مراست در چمن نیست

یاراں ز چناں جوابِ دلدوز ‏ ‏ ‏ رانند بسے سرشک جانسوز

گفتند کہ اے نشانۂ درد ‏ ‏ ‏ زندانِ دلت خزانۂ درد

شک نیست کہ روے یار دیدن ‏ ‏ ‏ خوشتر ز گل و بہار دیدن

لیکن گلِ تو کہ رشکِ باغ ست ‏ ‏ ‏ او نیز در آں چمن چراغ ست

گہ گہ کہ دلش بگیرد از کاخ ‏ ‏ ‏ جاں تازہ کند بسبزۂ و شاخ

ہر جا کہ بنفشۂ بروید ‏ ‏ ‏ از قامتِ تو فسانہ گوید

ہر خار کہ دید جاں بکاود ‏ ‏ ‏ واندوہِ ترا بروں تراود

ہر فاختۂ کہ برکشد آہ ‏ ‏ ‏ از سوزِ غمت زند علے اللہ

آید بچمن چو نازنیناں ‏ ‏ ‏ باہم نفساں و ہم نشیناں

ایشاں ہمہ با نشاط ہم رنگ ‏ ‏ ‏ او گوشہ گرفتہ با دلِ تنگ

برخیز یکے ز بخت روشن ‏ ‏ ‏ بینی گلِ تازہ را بگلشن

مجنوں کہ شنید نامِ مقصود ‏ ‏ ‏ برشد ز دلش بر آسماں دود

باہم نفساں ز جاے برخاست ‏ ‏ ‏ بر ناقہ نشست و محمل آراست

۱؎ اگر او را در باغ بری قیام نکند ۱۲ ش ۲؎ مراد از لیلی ۱۲ ش ۳؎ لسے دل گرفتہ شود ۱۲ ش
۴؎ فریاد (غیاث) ۱۲ حسرت

رفتند از آن خرابه پویان | در جلوه گه نشاط جویان
یاران عزیز در چمن گاه | بودند نشسته چشم در راه
دیدند چو روی عاشق مست | گشتند ز ذوق بر زمین پست
در خدمت آن عزیز دلریش | کردند نشاطها ز حد بیش
گرد از رخ نازکش فشاندند | در صدر تنعمش نشاندند
هر کس ز دل رمیده ترسان | می کرد نوازش دگرسان
یاران به نشاط عیش سازی | او با دل خود بعشق بازی
ایشان بشراب دوستگانی[۱] | مجنون و سرشک ارغوانی
او دل بولایت دگر داشت | نی از خود و نی ز کس خبر داشت
نه رنجه شد و نه گشت خشنود | کازار و نوازشش یکی بود
مطرب غزلی کشیده دلکش | مجنون به نشید خویشتن خوش
هر ناله که زد ز جان ناشاد | هر کس که شنید کرد فریاد
چون جوشش دلش بفرق بر شد | یکبار ز خویش بی خبر شد
از حلقهٔ دوستان بدر جست | زنجیر برید و بند بگسست
می رفت ولی بتاب گشته | ناخورده قدح خراب گشته
دیوانه و مست و عاشق زار | با این سه حریف چون بود کار

۱ شراب دوستگانی شرابی که به یاد دوستان خورند (برهان) ۱۲ حسرت

یارے کہ گرفت دامنش تفت[1] | دامانش بدست باد دادو رفت
آنان کہ رہ وفا نوشتند | رفتند تگے و باز گشتند
او سایہ برید زین جمہا | سوئے چمنے کشید تنہا
بنشست بزیر زاد[2] سروے | چون در پر طوطی تذروے
در لالہ وگل نظارہ مے کرد | جان را شکیب چاک مے کرد
دید از سر شاخ بلبل مست | در جستن صوت خویش می جست
دل در غم گل بخار می سفت | بر یاد سمن سرود می گفت
مجنون ز نشاط آن ترانہ | چرخے بنمود عاشقانہ
مرغ از سر سوز در مقالت | مجنون بمیان وجد و حالت
چون دید نشان آشنائی | داد اندہ سینہ را روائی
گفت ای ز شراب عاشقی مست | با غمزدگان بنالہ ہمدست
سازت کہ نوائے جان نوازیست | مجنو بہ کشائے عشق بازیست
در موسم گل کہ تو کنی ساز | بس عشق کہن کہ نو شود باز
من با تو بعشق ہم شرابم | زیراکہ تو مست و من خرابم
بوئے کشم و کنم خرابی | فریاد ازین تنک شرابی
چون زمزمۂ وفا سگالی | بہر گل بے وفا چہ نالی

[1] تفتن بمعنی گرم رفتن (برہان) ۱۲ حسرت [2] زاد بروزن باد مخفف آزاد (برہان) ۱۲ حسرت

چندیں کہ بہر چمن گذشتی — در گرد گل و شگوفہ گشتی

ق گر چوں گل من بہ بوستانے — دیدی سمنے و ارغوانے

گو تا بہ تبرکش ربایم — گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم

چوں سروِ من آید اندریں باغ — تا در دلِ لالہ نو کند داغ

گوئی ز زبانِ من دعائش — بوسی بہزار عذر پایش

وانگہ بعبارتے کہ دانی — ایں قصہ بگوشش او رسانی

کاے دعویِ مہر کردہ با من — وانگہ ز وفا کشیدہ دامن

دور از تو ز من نماندہ جز پوست — دوری ونعوذ باللہ از دوست

بر بوئے گل آمدم دریں گشت[1] — ورنہ چہ کم ست خار در دشت

[illegible] گلزار کہ بے رخِ تو بینم — آں بہ کہ بکنج غم نشینم

در ہر طرفے بتازہ روئی — پوشیدہ نشانِ من بجوئی

ہر خار کہ خونِ ناب دارد — سیخش ز دلم کباب دارد

لالہ کہ بدل گرہ شدش دود — از آہ منست آتش آلود

نرگس کہ ز قطرہ بست گوہر — از دردِ منست چشمِ او تر

ازرق کہ بنفشہ را دلش ست — از ماتمِ من کبود پوشست

رخسارِ سمن کہ زرد سان ست — از گونۂ زردِ من نشان ست

---

[1] گشت بمعنی سیر (برہان) ۱۲ حسرت

سوسن که چنان زبان درازست ‏ ‏ از من به تو در بیانِ رازست

وان غنچه که خون درو بصد بوست ‏ ‏ آنهم جگرِ منست در پوست

هر سبزه که گرد آب رسته ‏ ‏ از اشک منست روی شسته

هر جا که ازین دو چشم بیخواب ‏ ‏ در چشمه نشانِ خون دهد آب

دامن نه کشی ز جوئے خونم ‏ ‏ رنجه نه شوی ز بوئے خونم

زینسان چمنے چو پرِ طاؤس ‏ ‏ افسوس که بے تو بینم افسوس

چه سود خرامشِ تو در باغ ‏ ‏ چون جلوهٔ کبک بنگرد زاغ

او در سخن از درونهٔ ریش ‏ ‏ بلبل به نشاطِ نعرهٔ خویش

پیغام رسان بگریه تر بود ‏ ‏ پیغام پذیر بے خبر بود

مجنون دل از آه پاره می کرد ‏ ‏ بلبل بچمن نظاره می کرد

مجنون ز وفا فسانه می گفت ‏ ‏ او با دلِ خود ترانه می گفت

مجنون نفسے ز شوق میزد ‏ ‏ او زمزمهٔ به ذوق میزد

مجنون غزلِ فراق می خواند ‏ ‏ او نیز با تفاق می خواند

مجنون ز سرشک لاله می ساخت ‏ ‏ او با گل و لاله عشق می باخت

چون دید که گفته ناصوابست ‏ ‏ قاصد نه میانجیِ جوابست

نالید و شد زبختِ ناشاد ‏ ‏ وز سایهٔ سرو جست چون باد

دامن ز گلِ پیاده[1] پرداخت ‏ ‏ بر خار پیاده رخش[2] می تاخت

---

[1] گلِ پیاده: هر گلے را گویند که آنرا درخت و بوته برگ نباشد همچو نرگس و سوسن (برہان) ۱۲ حسرت [2] تیری هوئی(؟)

در کوہ شد و به تیغ بر شد — پیکان فراق را سپر شد
بازآں ددگاں[1] که صف شکستند — گردش چو سپهر حلقه بستند
او زآب دو دیده بے مدارا[2] — می داد گہر بسنگ خارا
بے سنگ زد دری دلِ تنگ — می سود فتاده روئے بر سنگ
می ریخت ز دیده سیلِ اندوه — چوں ابر بہار بر سرِ کوہ
گوئی که ز رنگ چهرهٔ زرد — بر سنگ عیارِ زر ہمی کرد
گنجینهٔ دل متاعِ در دست — پیرائهٔ عشق روئے زر دست

دل دادن مجنوں سگے را که در کوئے لدار بود و بازوئے خود را طوقِ گردنِ او ساختن و تنِ استخوان شده را گزیدهٔ دہان و مزدِ دندانِ او کردن و بزبانِ چرب‌ش نواختن

یک روز بگاه نیم روزاں — کانجم شده ز آفتاب سوزاں
گردوں ز حرارتِ تموزی — در سایه جستاں به پشتِ کوزی
آتش زده گشت کوه و کاں هم — تفسید زمین و آسماں هم
جائے نه که دیده را برد خواب — ابرے نه که تشنه را دہد آب

[1] ددگاں جمع دده معنی جانور درنده (فرهنگ جهانگیری) ۱۲ حسرت [2] بے قدر ۱۲ حسرت

مرغانِ چمن خزیده در شاخ — در رفته خزندگان بسوراخ
خورشید چنانچه تیزیِ اوست — بگشاد چو مار ز آدمی پوست
در حوضهٔ خشک از آتش و تاب — صد پاره شده زمینِ بی آب
در دشت سرابهائے کین توز — چون وعدهٔ سفلگان جگر سوز
مرغابی از آرزوئے آبے — خون خورده بگردِ هر سرابے
ریگ از لطِ بختہ در گرانی — چون تابہ بروزِ میهمانی
از گرمیِ ریگهائے گردان — پُر آبلہ پائے رہ نوردان
ہر کس بچنیں ہوائے ناخوش — در حجرۂ سرد کردہ با خوش
مجنون بکنار ہر سوادے — می گشت بسانِ گرد بادے
افروختہ روی و تن بخون غرق — در آتش و آب ماندہ چون برق
بالاش ز غم دو تاہ گشتہ — رخسارہ ز زلف سیاہ گشتہ
ہر جا کہ رسید کرد زاری — بگریست چو ابرِ نو بہاری
ق ہر سو کہ شنید بانگ رودے — یا خاست ز گوشۂ سرودے
مستانہ برقص پای افشرد — گہ زندہ شدے گہے فرو مرد (ز تن جان در)
گاہے ز سلب دریدہ پیوند — گہ پوست تنِ فگار بر کند
آمد قدرے چو در سرش ہوش — گشت آں ہمہ حالتش فراموش

۱ توختن اندوختن (برہان) ۱۲ ۲ حسرت ۳ توا ۱۲ حسرت

با این صفتِ رمیده خویان ‏ ناگه بقبیله رفت پویان

می گشت چو بیخودان بهر سوئی ‏ خونابه روان ز دیده چون جوئی

دید از طرفی گذر بسوئی ‏ غلطیده سگی بکنج کوئی

خارش زده و خراش خورده ‏ از پهلوی خود تراش کرده

در گرد سرش چو فرقِ نقّاب[1] ‏ وز سلخ تنش چو پیش قصّاب

بگذاشته صلح و جنگ را پی ‏ نی خشم و نه عفو مانده در وی

خم یافته در تهی گهش[2] راه ‏ گشته شکمش همه تهی گاه

از دم دهنش فراز مانده ‏ دندانش ز خنده باز مانده

سر تا قدمش جراحت و ریش ‏ شویان بزبان جراحت خویش

بی لقمه گلوی لقمه خوارش ‏ لیسیدنِ دست و پای کارش

مجنون چو بحالِ او نظر کرد ‏ در پیش دوید و دیده تر کرد

پیچید بگردنش بصد ذوق ‏ وافگند ز زر[3] بگردنش طوق

بگرفت برفق در کنارش ‏ می شست بگریه های زارش

جانش ز کلوخ و خار می رفت ‏ وز پای و سرش غبار می رفت

دامن ز تنش فگند در خاک ‏ میکرد باستین سرش پاک

گه پیش رخش بگریه نالید ‏ گه در کفِ پاش دیده مالید

۱ نقاب نقب کننده (غیاث) ۱۲ حسرت ۲ تہی گاہ کمر (غیاث) ۱۲ حسرت
۳ ای از دستِ خود که رنگ زرد داشت ۱۲ حسرت

گاہیش بمہر گشت دایہ — گاہیش بدست کرد سایہ

بوسید سرش بر فق و آزرم — خارید برش بناخنِ نرم

گفت ای گلت از وفا سرشتہ — نقشت فلک از وفا نوشتہ

ہم نانِ کساں حلال خوردہ — ہم خوردۂ خود حلال کردہ

کردہ زرہِ حلال خواری — با منعم خویش حق گذاری

جانت نہ حلال خوارگی مست — و آسودگیت حرام پیوست

میلے نہ بخفتن از شتابت — بیداری عین عینِ خوابت

پیکار پذیر پاسباناں — بیدار کُن خراس[۱] باناں

ایمن زتو پاسباں بہر سوئے — معزول زتو عسس بہر کوئے

از سایۂ تو رمیدہ نقتاب — چوں سایہ کہ وارمد زمہتاب

شب رو کہ زدستِ تست مغرور — چوں دیو زحلقۂ فسوں دُور

وز دے کہ شد از دہانت خستہ — الا بگزندِ جاں نرستہ

از خاستن شب سیاہت — میموں شدہ خوابِ صبحگاہت

در کہفِ وفا[۲] چو راہ بردہ — نغنودہ بچشم اگر نمردہ

در صحبتِ صدق گشتہ تابع — گہ سابع[۳] بودہ گاہ رابع

[۱] خراس آسیائے بزرگ (برہان) ۱۲ حسرت [۲] اشارہ بہ سگ اصحاب کہف ۱۲ حسرت
[۳] اشارہ بآیہ "سَیَقُولُونَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ" وسابع باین تاویل باشد کہ اہلِ تحقیق در تفسیر آیۂ ویقولون سبعۃ وثامنھم کلبھم فرمودہ اند کہ شمارۂ اصحاب کہف ہفت بودہ شش تن بزرگانی کہ از دربار دقیانوس بعد اعلانِ توحید کنارہ گرفتند (از تفسیر کشاف) دیگر راعی کہ بوقت فرار از دقیانوس با ایشاں موافقت کرد

اینجا مراد از اصحاب کہف نسبت بانشستن سگ ہمراہ ایشاں است ... ۱۲ حسرت

صد روضهٔ خوش بزیر پایت ‌‌ — در روضه که بهشت جایت

در گشته شبانِ گوسفندان ‌‌ — از گرگ ربوده مزد دندان

از سرکشیِ تو در جوانی ‌‌ — سگبان تو کرده شیربانی

تو شیر جوان و مست بوده ‌‌ — وز شیر و پلنگ جان ربوده

معشوقهٔ خسروان به نخچیر ‌‌ — وافگنده بدوش زلفِ زنجیر

بوده همه وقت گردنت پُر ‌‌ — از طوقِ زر و علاقهٔ دُر

از تگ[1] زدنت بدشت روزے ‌‌ — هرگنبد تو به پشت یوزے

آهو که از و جگر خورد شیر ‌‌ — تو بے جگرش[2] فگنده در زیر

بر تختهٔ پشتِ هر شکارے ‌‌ — تعلیم گرفته روزگارے

عالِم شده در فنِ دو دام ‌‌ — زاں کرد خرد معلّمت[3] نام

صد خون زلبت چکیده در خاک ‌‌ — وز لوثِ جنایتت[4] دهن پاک

امروز که باز ماندی از کار ‌‌ — خواری همه را مرا نهٔ خوار

گر تو سگے از سرشت دوراں ‌‌ — اینک سگِ تو منم بصد جاں (ن بزاری)

کو سلسلهٔ تو تا ز یاری ‌‌ — در گردنِ خود کشم بزاری (ن بزاری)

بارے بزنم بمهر و پیوند ‌‌ — با تو بموافقت دمے چند

۱؎ نوعے از جستن ست چنانچه به چارپا آهو و اسپ و کنایه از شرین باشد (غیاث) ۱۲ حسرت

۲؎ اے او را گرفتن نتواند و از غصه جگر خود خورد ـ بے جگر یعنی زار و نزار ۱۲ حسرت

۳؎ کلب معلّم در فقه سگے را گویند که آداب شکار آموخته باشد ۱۲ حسرت ۴؎ جنایت گناه ۱۲ حسرت

هرچند شکار کارِ من نیست — کس در ہوسِ شکارِ من نیست

آن که از سگِ کو شکار جوید — گوئی که ز مرده کار جوید

لنگے که بتنگ دوایش تیز — در اوّلِ تگ بماند از خیز

جولۀ چه برد تنسته را نام[1] — این جمله تنست زان همه گام

پائے تو که گشت بر درِ یار — بر چشم منش سزاست رفتار

پشتِ تو که سودش آن کفِ پاک — حیف است و هزار حیف بر خاک

چشمت که بر آن نشانه سوده است — بر روئے زمین چراغ غنوده است

از حسرتِ آن که چشمِ آن ماه — دیده است بجانبِ تو گه گاه

خواهم که شگافم این دلِ تنگ — در روئے کشمت چو لعل در سنگ

خاکت بمژه فشانم از پائے — در دیده کشم که هست از آن جائے

هستیم من و تو هر دو شب گرد — لیکن تو بناله و من از درد

دل نیست که از رهِ صوابے — در خدمتِ تو کشم کبابے

دارم جسدے گسسته جانے — گر دل گذرت با ستخوانے

چون باز گذر کنی در آن کوئے — برخاک درش نہی زمن روئے

ہر گه جگرت بخشد آن یار — یادے بکنی ازین جگر خوار

---

[1] جولہ = عنکبوت ـ تنستہ = بافتۂ عنکبوت (از برہان و فرہنگ جہانگیری) تنستن تنیدن و بافتن (مقصد)
معنی شعرِ آن باشد که چون عنکبوت با آن ہمہ گام زنی این جملہ ناچیز تنستہ و بافتہ است کہ تنستۂ او مانند (جالہ)
پس وصف بافندگان از تنستۂ خود چه نام برد و ذکر بر زبان آرد ۱۲ حسرت

هر خس که بر آن کُنشد گامے | از من بہ بسانِ نیش مسامے
هر جا که نهاد پائے دشمن | بسیار بوسی از لب من
خواند چو ترا درونِ دہلیز | یا دشمنی از سگان گریز
زنجیر زرت نهد چو بر دوش | از گردنِ من مکن فراموش
روزے اگر آں بتِ پری چہر | دستے بسرِ تو سایہ از مہر
آگہ کنیش ز مہرِ جانم | وین قصہ بگوئے از زبانم
کاے آہوے ناوک افگن مست | یک تیرِ تو و ز آہوان شست[1]
از تیرِ تو جانِ آدمی زاد | روزن شده همچو دامِ صیاد
آن کز پئے صیدِ تو زند گام | خود را فگند بحلقۂ دام
هر کا ز پئے تو شد کمان گیر | بر سینۂ خویشتن زند تیر
تا طرہ بخون دلیر کردی | از غمزه شکارِ شیر کردی
چشمِ سیہت که بے نظیرست | آہوے سیاهِ شیر گیرست
تو شیر کشی بهر شکارے | مجنون ز سگانِ کیست بارے
بگزار که چون سگان نهانی | باشم بدرت بپاسبانی
دُم لابه کنم بر آستانت | مالم بوسیلۂ سگانت
با آن که بود فغانِ من زار | آنجا که توئی ترا چه آزار

[1] شست حد (۶) یعنی یک تیر تو مرا بر شست تیر آہو چنیان ست تن ۱۲ یا یک تیر تو شست آهو را شکار میکند ۱۲ حسن

مهتاب که نورِ پاک دارد — از بانگِ سگان چه باک دارد
هرچند که دارم از عدد بیش — داغِ سگیِ تو بر دلِ ریش
هم میطلبم فراغِ دیگر — دل میکشدم به داغِ دیگر
گیرم نه بمردمی سلیمم — آخر بدرت سگِ قدیمم
گر نیست چنانم ارجمندی — گر زلفِ خودم قلاده بندی
کم زانکه[1] زنعمتِ حضورم — سیراب نظر کنی ز دورم
من خود ز حیاتِ خود بکوبم[2] — آخر تو چه می زنی بچوبم
در خانه گرم نمی گذاری — بارے ز درم مران بخواری
ور لقمه نمی دهی بچنگم — بارے مزن از کرشمه سنگم
زینسان شغبے بکار میکرد — دیوانگی آشکار میکرد
او بر سرِ این فسانه ورد — وانبوه به گردِ او زن و مرد
هرکس به نظارهٔ چنان زار — مانده بتحیر اندران کار
نادان زسرِ کرشمه خندان — در گریهٔ زار دردمندان
آن را که بدل نه داغ باشد — داغِ دگرانش لاغ[3] باشد
بے غم که دلش گره نبندد — از گریهٔ پرغمان بخندد
در تیغ چو کس آتشے[4] فروزد — گرید بگداز گر نه سوزد

۱ اے کم ازاں مباش ۱۲ حسرت ۲ بکوفت هستم ۱۲ حسرت ۳ لاغ بیهوده ۱۲ ۴ آتش

از ریخ تبرست سینه سرد — از گریه کس نباشدش درد

آن کو دل غیر دیده ناخوش — آتش زنش ار بگیرد آتش

آن گل بود از چراغ خانه — آتش زنیش زند زبانه

گل بهتر ازان دل گل اندود — کز شعله کس نباشدش دود

آن سوخته پیر دو رخ آشام — خوش گفت که سوخته به از خام

حاصل[۱] بجهان نظاره گاهی — مجنون شکسته می زد آهی

پرسید یکیش زان میانه — کای کرده ز عافیت کرانه

این سگ سگ کیست اندرین گرد — وین غم غم کیست با چنین درد

چون بهر که می خوری بدینسان — وز بهر که می کنی چنین جان

سگ را چه خبر که کام تو چیست — با نیک و به بد پیام تو چیست

او را چو ز عقل نیست تمکین — تعظیم ویت چراست چندین

دیوانه بدرد پاسخش داد — ق — کای از غم من دل تو آزاد

طعنم چه زنی به سگ پرستی — من نیز سگم ز روی هستی

مردم ز غمی که کم ندارد — سگ بهتر از و که غم ندارد

گر من ته پای سگ زنم بوس — زان پای بود نه زین لب افسوس

کاین پا که بشهر و کوی گشته است — بیش در یار من گذشته است

۱ حاصل الحاصل ۱۲ منه

روزیش بکوی آن پری کیش	دیدم گذران بدیدهٔ خویش
تعظیم دهم نه از پی اوست	کش دوست گرفتم از پی دوست[1]
مهمان چو سگ آیدم از آن کو	آهو طلبم بود ز آهو[2]
از یار چو بهره خار باشد	با بوی گلم چه کار باشد
نالید برین ترانه لختی	شوریده لسان شور بختی
پس گریه کنان زجای برخاست	می رفت و ندید در چپ و راست
برکوه شد و نفیر می زد	وز دل بستاره تیر می زد

غنودن نرگس لیلی از بیماری و مجنون بخواب او در خواب دیدن و بنفس تند خویش از جای جستن و بیرون دویدن و کمر کوه گرفتن و مجنون را به تیغ کوه خراشیده و خسته دریافتن و دست سودن برخستگی او و سودن و مرهم راحت رسانیدن

افسانه سرای شکرین گفت[3]	زالماس زبان گهر چنین سفت
کان گوشه نشین روی بسته	بودی همه وقت دل شکسته

۱ بلکه او را از پی دوست دوست ساختم ۱۲ اش ۲ آهو دو معنی دارد جانور معروف و عیب (غیاث) ۱۲ حسرت ۳ گفت گفتار ۱۲ اش

چوں غمزدگاں بخاک خفتے | خاشاک زخوابگہ نہ رُفتے

گاہے زجگر نوالہ کردے | گہ جاں بعدم حوالہ کردے

آمیختنی نداشت باکس | مونس غم آشنائے خود بس

پرداختہ دل زصبر و آرام | گشتے ہمہ شب چو ماہ بربام

ہنگام سحر زبخت ناشاد | چوں ابر گریستے بفریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے | باخود ز فراق سرگذشتے

چوں سُرخ[1] گل فلک بُرستے | ناخفتہ زگریہ رُخے شستے

ناگاہ شبے زبعد سالے | بگرفت براندہش ملالے

میخورد غم دل خرابش | در خوردن غم بود خوابش

دیدا ز نظر خیال پرورد | دیوانۂ خویش را بصد درد

کامد بہ نظارۂ جمالش | نالید بسے ز زلف و خالش

گہ شست بخون دل سراپایش | گہ از مژہ رُفت خاک پایش

زالماس سرشک سینہ می سُفت | وافسانۂ روزگار می گفت

می گفت قصیدہائے دلسوز | می کرد گلہ زبختِ بدروز

زاں نالہ کہ زد بخواب از یار | بینندۂ خواب گشت بیدار

چوں جست زخواب تا نشیند | واں دیدۂ خویش باز بیند

[1] سُرخ گلِ فلک آفتاب ۱۲ ش

نے یار و نہ آں وفا سگالی ۔ بستر تہی و کنار خالی

لختے ز طپانچہ روئے را کوفت ۔ خونابہ ز رُخ بآستیں روفت

آہے زد و سوخت پردۂ راز ۔ وز پردہ بروں فتاد آواز

در خانہ ہمہ مزاج داناں ۔ بر بستہ دہن چو بے زباناں

زاں بیم کہ خواست زہرہ سفتن ۔ کس زہرہ نداشت پند گفتن

چوں سبزۂ ایں کبود گلشن ۔ آراستہ شد بصبح روشن

خورشید باوج رفت خنداں ۔ چوں نورِ دلِ نیاز منداں

آں مہد نشین بجہد برخاست ۔ بر پشتِ جمازہ محمل آراست

بکشاد زمام را بہ تندی ۔ کامد ز تگش صبا بکندی

میراند شتر بدشت پویاں ۔ آں گم شدہ را بہ خاک جویاں

چوں شیب و فراز را بسے جست ۔ وز ہر خارے چو گلبنے رُست

بر نجد رسید و بارگی راند ۔ لختے چپ و راست در طلب ماند

دیدش بہ بنِ شکستہ شاخے ۔ اُفتادہ میانِ سنگلاخے

بر پشتۂ کوہ پشت دادہ ۔ بر بالشِ خار سر نہادہ

آوردہ صباش بوے لیلے ۔ مژگانش بخواب کردہ میلے

او خفتہ و گرد او ددانش ۔ شیرانِ شکار پاسبانش

سله عارفان ۱۲ اش

از بوئے دوانِ صید فرسائے — از کار لشد جنازہ را پائے

آں تشنہ جگر ز جانِ خود سیر — آمد سبک از جنازہ در زیر

اندیشہ کرد ازاں دو دام — در خوابگہِ رفیق زد گام

باعشق چو صدق بود ہمدست — ہر یک ز دواں بگوشہ جست

او پہلوئے یار خویشتن رفت — جاں جلوہ کناں بسوئے تن رفت

افشاند غبارش از تنِ ریش — بنہادہ سرش بزانوئے خویش

از گریۂ زار دُرِّ مکنوں — میریخت دلے بروئے مجنوں

آں چشم کہ راہِ خواب میزد — بر عاشقِ خفتہ آب میزد

یعنی کہ ز گریۂ گہربار — زو بر رخش آب و کرد بیدار

باراں چو فشاند سبزہ را گرد — از خواب در آمد آں گلِ زرد

مجنوں کہ ز خواب دیدہ بکشاد — چشمش بجمال لیلیٰ افتاد

از جانش بر آمد آتشیں جوش — زد نعرہ و باز گشت بیہوش

چوں ۱؎ سکۂ میزباں دگرگشت — مہمانِ عزیز نیز دگرگشت

بیمار کہ داروشش بتر کرد — در روشِ طبیب نیز اثر کرد

او داشت دلے ولے سپردہ — ایں یافتہ جاں ولیک مُردہ

او خفتہ میانِ خاک ماندہ — ایں بر شرفِ ہلاک ماندہ

۱؎ طرز روش قاعدہ و قانون (برہان) ۱۲ حسرت

او باخبر از گزند این غم — این بے خبر از خود و زاو هم
او داده ز دل بباد این هوش — این کرده ز یاد خود فراموش
بودند چو سایه خفته بر خاک — تا چشمهٔ خور گذشت ز افلاک
آمد چو در آن قصاص هجراں[۱] — در هر دو ز بوئے یکدگر جاں
جستند ز جا فرشته و حور — چوں مرده بحشر از دم صور
بازوئے رضا دراز کردند — و آغوش مراد باز کردند
مجنوں ز جگر نفیر میزد — لیلی بکرشمه تیر میزد
کشت آں پری از دو چشم غماز — دیوانهٔ خویش را بصد ناز
از ساعد و زلف کرد تسلیم — زنجیر ز مشک و طوق از سیم
چوں بود دو دل یکے بسینه — یعنی که دو دُر بیک خزینه
تن نیز بیک شبے که شد راست — نقش دوئی از میانه برخاست
در ساخت بهم دو دوست با دوست — و آمیخت دو مغز در یکے پوست
شد تازه دو چاشنی بیک خواں — شد زنده دو کالبد بیک جاں
آسوده دو مرغ در یکے دام — و آمیخت دو باده در یکے جام
آراسته شد دو تن بیک ذوق — وافروخته شد دو دل بیک شوق
دو صبح بهم رسیده از دور — دو مشعله را یکے شده نور

از غمزهٔ ناز

[۱] اے واقعۂ قصاص ہجراں اشارہ بآیۂ وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یَّا اُولِی الْاَلْبَاب ۱۲ حسرت

بودند بیاری آں دو ہم عہد — آمیختہ ہمچو شیر با شہد

چوں حاجت دوستی روا شد — ہر چیز کہ جز غرض وفا شد

از بوس و کنار دل بیاسود — جز مصلحت دگر ہمہ بود

از ہر نمطے سخن شد آغاز — آمد بمیاں جریدۂ راز

مجنوں ز نشاط یار جانی — بکشاد زباں بدُرفشانی

کاے از خم زلف عنبریں تاب — بربستہ بچشم دوستاں خواب

عمرے در تو بدیدہ رُفتم — عمرے دگر از غمت نخفتم

امروز کہ بعد روزگارے — بادے خوشم آمد از بہارے

ز آسایش دل ربود خوابم — ناگہ بسر آمد آفتابم

در خواب چناں نمود بختم — کاختر بفلک نہاد تختم

بر تخت من و تو روئے در روے — چوں موج دو چشمہ در یکے جوے

خوابم چو ز پیش پردہ بر بود — تعبیر نظارۂ رخت بود

تا روز قیامت ار بود تاب — نتواں خفتن بیاد آں خواب

ایں دم کہ گل دگر شگفتہ ست — بختم ز ہوس ہنوز خفتہ ست

لیلی کہ دو خواب ہمعناں[1] دید — بیداری بخت را نشاں دید

اول بگزید لب بدنداں[2] — پس باز کشاد لعل خنداں

---

[1] ہر دو خواب مطابق دید ۱۲ حسرت [2] از حیرت ۱۲ حسرت

دو شیشہ خیالِ خود کم و بیش — آن آئینہ را نہادہ در پیش
چون عکس دو آئینہ یکے بود — رفت ار زیگانگی شکے بود
آن ہر دو چو بخت خویش بیدار — زانخواب عجب بحیرتِ کار
افسانۂ خواب چون بسر شد — بیداری ہجر پردہ در شد
ہر یک ز شبے سیاہ بے روز — میکرد شکایتے جگر سوز
چندان غمِ دل شد آشکارا — کآمد بنفیر سنگ خارا
چندان نمِ دیدہ رفت در خاک — کز تندی سیل شد زمین چاک
ہر دو چو دو سروِ ناز پرورد — ز آسیبِ خزان فتادہ در گرد
در جیبِ دو غنچہ گل بخندید — با دے بمیانہ در نگنجید
مجنون ز خیالِ غیرت اندیش — میخواست بُدز سایۂ خویش
زان آہ کہ بے دریغ می زد — بر سایۂ خویش تیغ میزد
وآن یارِ یگانۂ وفا جوئے — گشتہ بہ یگانگی یکے گوئے
خود را چو نکرد ز آشنا فرق — میکرد بخون دو دیدہ را غرق
یعنی کہ چو ہست یار در دل — دیدہ چہ شود بشخص[1] مائل
دو سوختہ دل بہم رسیدہ — سیوم نہ کسے بجز آب دیدہ
باد از دو طرف عبیر می بیخت — بر دیدۂ تر غبار می بیخت

[1] شخص وجود ۱۲ ش

حوراں ز نسیم شوق شاں مست
بگشاد فرشته در دعا دست

از عشرتِ آں دو مست بے جام
در رقص در آمده دد و دام

هر خار کشیده دور باشے
میکرد بچشم بد خراشے

سلطاں بنیرک[1] جنیبه رانده
لشکر به وثاق[2] باز مانده

تیهو بعقاب راز گفته
یوسف بکنارِ گرگ خفته

جولاں زده آهوئے به نخچیر
بر گردنِ شیر بسته زنجیر

صیاد که تیر بصید انداخت
از صید کشید و بر خود انداخت

بط فربه بود و جره[3] ناهار
طرفه که نداشت چاشنی کار

بے زحمتِ رشته دُر شده جفت
الماس شکسته لعل ناسفت

شکر بقمطره[4] ماند در بند
طوطی بنظاره گشته خورسند

ساقی و حریف جام در دست
ناخورده شراب هر دو سرمست

صبحے بچنیں امیدواری
نشگفت شگوفهٔ بهاری

پالوده اگرچه جاں فزا بود
انگشت ز چاشنی جدا بود

بر گنج رسیده دزد را پائے
خازن شده[5] و خزینه بر جائے

چوں نقد خزانه استلم کرد
دربشکن[6] اگر کلید گم کرد

---

[1] نیرک بفتح اول و ثانی بمعنی جمع قلیل و مردم کم که پیش پیش لشکر روند (برهان) ۱۲ حسرت
[2] بضم و کسر بمعنی خانه (غیاث) ۱۲ حسرت [3] اے گرسنه ۱۲ حسرت
[4] قمطره صندوق (غیاث) ۱۲ حسرت [5] شده یعنی برفت ۱۲ ق
[6] در را بشکن ۱۲ ق

افزوں زطلب چو یافت مردم — شک نیست که دست و پا کند گم
مفلس که رسد بگنج ناگاہ — زافزونیِ حرص گم کند راہ
عاشق کہ گرفت مژدہ خوابش — شربت دہی ار بود عذابش
بیت
دارو کہ پس از ہلاک باشد — بر جائے حریرہ خاک باشد
آب از پسِ مرگِ تشنہ جستن — ہم کار آید ولے لُشُستن
چوں مردہ بود ہزار دستاں — چہ سود زجلوۂ گلستاں
برخاکِ شہید گُل فشاندن — ایمن بود از درود خواندن

ازین بیت تا ده بیت کم است

بازگشتن کبکِ خراماں از کوہ و شتر پرندہ را پر بر جناح بربستن و رشتۂ دراز دادن و کبوترِ دیوانہ را پر گم داشتن

چوں بر سرِ چرخ لاجوردی — خورشید نہاد رو بزردی
معشوقۂ آفتاب پایہ — برداشت زفرقِ دوست سایہ
بر عزم شدن زجائے برخاست — عذرے بہزار لطف درخواست
او در سخن و رفیق خاموش — تاپاکِ[1] دلش ببردہ از ہوش
حیرت زدہ مُہر بردہانش — تپ لرزہ گرفتہ استخوانش
دانست مسافرِ خردمند — کو راچہ شکنجہ شد زباں بند

[1] تاپاک یعنی تپاک ۱۲ اشس

اندیشهٔ او خطاب پنداشت — خاموشیٔ او جواب پنداشت
لختے کفِ پاے پُر زخارش — بوسید و گرفت در کنارش
غلطید بسے چو گنج بر خاک — پیچید بسانِ مارِ ضحّاک
پس محملِ ناقه چُست دربست — بکشاد عقال[۱] و تنگ بربست
شد بر شتر و زمام بسپرد — شاہیں بپرید و کبک را برد
میرفت بچشمِ خونفشاں تر — خونابه بچشم زور رواں تر
چوں ماه ببرجِ خویشتن شد — واں سرو رونده در چمن شد
در گوشهٔ غم نشسته مهجور — تن از دل و دل ز خرمی دور
میزد شغبے جراحت انگیز — میسوخت جہاں بآتشِ تیز
چوں زلفِ شب از کلالهٔ تر — در دامنِ خاک ریخت عنبر
از پردهٔ عروسِ مه بروں جست — خواب آمد و چشمِ مردماں بست
بنشست درِیں خواب رفته — خوں ریخت زچشمِ آب رفته
باشب ز رفیق راز میگفت — نامش میگفت و باز میگفت
از سوزشِ سینه آه میکرد — مه را ز فغاں سیاه میکرد
میزد شغبے چو غم رسیدے — میخواند چو بلبلاں نشیدے
چوں خسته شد از دلِ سیه روز — گفت ایں غزل از درونِ پرسوز

از بیدلاں

[۱] عقال زنجیر و رسن ۱۲ کشش

گریستن لیلیٰ در ہوائے آشنا و موجِ درونہ را بدیں غزل[1] آبدار برروئے آب آوردن

باز م غمِ عشق در سر افتاد | بنیادِ صبوریم در افتاد

باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد | خود را بوبالِ من گرو کرد

باز م ہوسے گرفت دامن | کز عقل نشاں نماند با من

باز ایں شبِ تیرہ جگر سوز | بر لب بست بروئے من درِ روز

خوں موجِ درونہ بر سر آورد | طوفاں ز تنور سر بر آورد

دودے کہ ز شوق در بر افتاد | از سینہ گذشت و بر سر افتاد

طاقت برسید چند جوشم | آتش بدرونہ چند پوشم

گویند کہ تا کے از در و بام | گہ نامہ دہی و گاہ پیغام

آلودہ شدی بہر دہانے | افسانہ شدی بہر زبانے

بے درد کہ فارغ ست و خنداں | کے داند حالِ دردمنداں

غافل کہ ہمیشہ بے خبر زیست | او را چہ خبر کہ بیدلی چیست

با ہر کہ دہم غمے بروں من | داند غمِ من دلے نہ چوں من

گیرم کہ بود بپردہ جایم | وز حجرۂ غم بروں نیایم

[1] مراد از غزل بیانِ درد ست نہ کہ از غزل متعارف ۱۲ ش

این خانه شگاف نالهٔ زار — پوشیده کجا شود بدیوار
اکنون چه کنم حجاب آزرم — کافتاده زچهره برقع شرم
آنرا که درونه چاک باشد — از پرده دری چه باک باشد
در مجلس عشق جام خوردن — وانگه غم ننگ و نام خوردن
دست من و آستین یارم — گو خلق کنند سنگسارم
شوریده که غرقِ حال باشد — رسوا شدنش جمال باشد
دیوانه که می گریزد از سنگ — دارد به یقین نشانِ فرهنگ
هر جا که بتے است در قبیله — با محرمِ خویش هم طویله
مسکین منِ مستمند و دلتنگ — محبوسِ بلا چو لعل در سنگ
هر کبک دری به تیزگامی — بر لاله و گل بخوش خرامی
الّا که منِ گسسته پیوند — چون مرغِ قفس بمانده دربند
پیوند ز دوستان کشادم — ور طعنهٔ دشمنان فتادم
آنکو ز هلاکِ جان نترسد — از طعنهٔ دشمنان نترسد
کاغذ چو شود نشانهٔ تیر — جز خوردنِ زخم نیست تدبیر
دف هر طرفے که رخ بتابد — از لطمه کجا خلاص یابد
عاشق که بزیرِ تیغ شد خم — از زخمِ زبان کجا خورد غم
زین پس من و یارِ مهربانم — گر تیغ کشند و گرز بانم

گر کشتہ شوم بہ تیغِ پولاد | بارے برہم ز دستِ بیداد
مُرغے کہ بماند از پریدن | راحت بودش گلو بریدن
اُفتادہ چو ریشِ ناقہ در گِل | دانی کہ دواش چیست بسمل
ایں سر کہ بر انقدم نساید | از تن اگرش بُرند شاید
اے دوست کہ بے منی و با من | آتش زدہ یا توئی و یا من
چوں شعلہ بجز منے دہد نور | بیگانہ نظارہ بیند از دُور
اُفتادہ کہ سیل در ربودش | زافسوسِ نظارگی چہ سودش
زارم ز غمت عظیم زارم | دستے کہ ز دست رفت کارم
گر تو دلِ شاخ شاخ[۱] داری | بارے قدمِ فراخ داری
با زاغ و زغن چنانکہ دانی | شرحِ غمِ خویش میتوانی
بیچارہ منِ حصار بستہ | در زاویۂ عدم نشستہ
کنجے و غمے بسینہ چوں کوہ | زندانیِ تنگنائے اندوہ
گردم ز غم از درونۂ تنگ | ترسم کہ خورم زبان و در سنگ
شبہا کہ مہ از افق برآید | مہتاب ز زرد زخم درآید
چشمم بستارہ راز گوید | جانم غمِ رفتہ باز گوید
یادِ تو ز من برد چناں ہوش | کز ہستئ خود کنم فراموش

۱ شاخ شاخ ـ پارہ پارہ (بہارِ عجم) ۱۲ حسرت

ناگاہ که از خود آیدم یاد   باشم بہلاکِ خویشتن شاد
گر کرد زمانہ بیوفائی   بارے تو مکن که آشنائی
بر سینہ لگد مزن که پستم   عصمت مطلب ز من که مستم
خوں نابہ دیدہ آبِ من ریخت   دل ہم سرِ خود گرفت و بگریخت
جانے ست نشانہ گاہِ صد تیر   خواہش بمان[1] و خواہ برگیر
گفتی که صبور باش مخروش   ایں قصہ دلم نمیکند گوش
اے دوست ز دوست دور بودن   وانگاہ بدل صبور بودن
چوں من بہلاک جاں سپردم   دور از تو ز دوریِ تو مردم
از آہِ تو گر بہ مہ رسد دود   در خاک مرا کجا کند سود
تا جاں ز تنم عناں نتابد   مشمار که دل خلاص یابد
خر کے رہد ار چہ گشت نالاں   تا سر ننہد بزیرِ پالاں
ہر چند ز بختِ خود بجانم   ہر جور که بینم از تو دانم
دامن که ز کہنگی بخندد   تہمت بزبانِ خار بندد
عشقت ز دلم که سر بخوں برد   آزارِ فلک ہمہ بروں برد
سوزن که ز پا بروں کشد خار   با ہم سرِ خود شود بہ پیکار
ما نقطِ حیات در نوشتیم   تو دیر بزی که ما گذشتیم

[1] بمان اے بگذار ۱۲ اش

حاضر شدن مجنون در غیبت لیلی و بحضور خیال بحضور آمدن و سرود حسرت گفتن و دست بر دست زدن

گوینده چنین فگند بنیاد
معشوق عزیز روئے بنهفت
از زندگیش نبود اساسے
باز آمد چون رمیده راهوش
آن سایهٔ آفتاب گشته
غلطید بخاک چون گیائے
میکند بصد شکنجه جانے
کو بے که بهول جان خورد مرد
نے مرده نه زنده بود تا روز
چون مرغ سحر شد ارغنون ساز
شد پردهٔ ظلمت از هوا دور
آن خانه فروش کیسه پرداز
افتان خیزان زجائے برخاست
میگشت ولے خراش خوردن

ق

کان لحظه کز آن غریب ناشاد
آن کشته بخواب بیخودی خفت
تا از شب تیره رفت پاسے
افتاد درونه باز در جوش
رو شسته بخون آب گشته
میزد بهلاک دست و پائے
میزد بهزار غم فغانے
بر بستر آلمینی کشد درد
چون نم زدن مشعل جگرسوز
از موذن کو برآمد آواز
رو شست جهان به چشمهٔ نور
آمد قدرے بخویشتن باز
بکشاد دو دیده در چپ و راست
چون خستهٔ دورباش خوردن

زاں زخم کہ بر جگر رسیدش — خوں از رہِ دیدہ می دویدش
لختے چو زبید لی فغاں کرد — آہنگ نشیدِ عاشقاں کرد
از ناوکِ سینہ سنگ می سفت — ویں زمزمۂ فراق می گفت

آہ کردن مجنوں از درونۂ پرسوز و غزلِ دود اندود از دودِ کش دہان بیروں دادن

غزل

ماہیچکسانِ کوئے یاریم — ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و باخضر ہم آبیم — نورے نہ و یارِ آفتابیم
چوں گل بخوشی بخندہ کوشیم — ہر چند لباسِ ژندہ[۱] پوشیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم — در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم — خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
بے منتِ تاج سرفرازیم — بے زحمتِ دست عشقبازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم — با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جائے روبیم — بر نغمۂ چغد پائے کوبیم
بے عبرہ[۲] تراز دہ خرابیم — بے آب تراز بطِ شرابیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ — ما راست کلیدِ آں خزینہ

۱ ژندہ دلق ۱۲ اش ۲ محصول (چنگی وغیرہ) ۱۲ اش -

دل خستہ و گریہ خون ناب ست — ہاں گر ہوس مئے و کباب ست

یارب چہ خوش ست نالۂ زار — خاصہ ز درونہائے افگار

اے آمدہ و گذشتہ ناگاہ — بختم ز تو ماند دست کوتاہ

تا در تن من نشان جاں بود — ہمدم ز دل تو بر کراں بود

از حال من آنکہ آمدت یاد — کافگندہ غمم خلل بہ بنیاد

بیمار کہ کوچ کرد جانش — چہ سود گلاب و ناردانش[1]

ناخواندہ رسیدن اینچہ ساز ست — ناگفتہ گذشتن اینچہ ناز ست

گیرم نکنی شکر فشانے — کم زانکہ ببینمت زمانے

جانم ز فراق بر لب آمد — می آئی و یا بروں خرامد

جز نیم دلے نماند حالی — باز آئے کہ خانہ گشت خالی

تنگ آمدہ ام ز جان بدخوئے — بیگانہ چہ میکند دریں کوئے

گفتی کہ صبور شو بدوری — دوری ز تو وانگہے صبوری

بنمائے رخ چو یاسمینم — بنواز بشربت پسینم[2]

عشق تو مفرح جہان ست — ویں سوختہ را ہلاک جان ست

خیزم ز تو من دلم نخیزد — کس نیست کہ خون من بریزد

گر جور کنی و گر کنی ناز — اینک من و دل بہر دو دمساز

از دیدہ [illegible]

[1] ناردان انار دانہ ۱۲ اش [2] شربت پسیں شربت مرگ ۱۲ اش

تیغم بزن آستاں بکن پاک / بگذار کہ بر درت شوم خاک

گر خود بتلطفم دہی دست / یا خود بعقوبتم کنی پست

دل بر نکنم ز آشنائی / عمدا نکنم خلاف رائی

ہر چند کہ آں رخِ دل آمیز / بنشاند مرا بر آتشِ تیز

از بندگئے چناں جمالے / آزاد نہ ام بہیچ حالے

گنجینۂ عشق شد وجودم / بے عشق مباد تار و پودم

آسودہ مباد جانم آں روز / کز دودِ غمت نباشدم سوز

دل رفت کہ با غمت برآید / تا زیں دو کدام بر سر آید

گیرم خوش و شادماں تواں زیست / ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست

بینم چو ترا بجانِ پر شوق / خود را بکنار گیرم از ذوق

چوں[1] باشد رغبتِ کنارم / خود طاقتِ دیدنت ندارم

تا نامِ تو بر زباں نیاید / در قالبِ مردہ جاں نیاید

بندے بسرِ زباں ندارم / کیں دل کند و من آں ندارم

پوشیدنِ غم ز من نخیزد / ہر چیز کہ پر بود بریزد

زیں پس مطلب ز من کفایت / کز دست بروں شد ایں ولایت

پندار چہ صلاحِ کار مردست / بر دل شدگانِ عشق دردست

---

[1] چوں یعنی چگونہ ۱۲ حسرت

زاں سینہ کہ عشق مجلس آراست — اندیشۂ نام و ننگ برخاست

اشکے کہ بعشق گرم پوید — از دل رقمِ صلاح شوید

پولاد کہ سنگ را کند خورد — زاں شیشہ درست چوں تواں برد

عشق اول کار دلنوازست — چوں تافت عناں ز سخن درازدست

طوفاں کہ سخن بہ ابر گوید — اول کف پائے خلق شوید

چرخم زد و دیدہ خوں رواں کرد — با چرخ ستیزہ چوں تواں کرد

فریاد کہ جاں ز غم زبوں شد — وز رخنۂ دیدہ دل بروں شد

ایں تن کہ خمیدہ بود بشکست — واں دل کہ نداشتم شد از دست

سیلابِ بلا برآمد از فرق — کشتیم چہ سود چوں شدم غرق

ایں آہِ سحر کہ میزنم نرم — بازارِ رحیل میکنم گرم

بر سوز دلم کہ رستخیزست — انگشت منہ کہ شعلہ تیزست

من بے تو بدیں سیاہ روئی — بے من تو چگونہ نکوئی

اے غنچۂ تنگ خوئے چونی — اے دشمنِ دوست روئے چونی

چشمِ سیہت بناز چون ست — خوابت بشبِ دراز چون ست

در خونِ کہ میشوی سبک خیز — بر جانِ کہ میزنی مژہ تیز

از دستِ کہ بادہ می ستانی — در بزمِ کہ جرعہ می فشانی

گشتم بدرت چو خاک ناچیز — یک جرعہ بریز بر سرم نیز

یارے کہ بمہر دلنوازست ناگفتہ بداند انچہ رازست
بخشندہ کہ آستیں کشاید ناخواستہ بخشد انچہ باید
گمل بر نارسیدہ گستاخ چوں پختہ شود خود افتد از شاخ
بس وعدہ کہ داد بختِ بدرام[1] کت از مے وصل خوش کنم کام
آمد بمن آں شرابِ گلرنگ لیکن چو فتاد شیشہ بر سنگ
از روئے تو ہرچہ دید جانم بر روئے تو گفت چوں توانم
ہر قطرۂ خوں بریں رخِ زرد پندار کہ چشمہ ایست از درد
از دیدہ رود چو جوئے خونم شیراں نکشند بوئے خونم
از شعلۂ آہ در دہانم پرآبلہ ہیں ہمہ زبانم
ما را بامان گر از تو رہ نیست تو غمزہ زنی ترا گنہ نیست
سیاف[3] کہ خوں بہ عنف ریزد رحمت بدلش چگونہ خیزد
شادم برخت کہ غم کند کم پیشِ چو توئی و انگہے غم
ور غم رسد از تو نیز شادم ایں شادی و غم ہمیشہ بادم
مہر تو در استخوانِ من باد دردِ تو دوائے جانِ من باد
مجنوں چو بدیں دمِ دل آمیز از سینہ بروں زد آتشِ تیز
کوہ از جگرش بخوں در آمد فریاد ز وحشیاں بر آمد

١ سرکش و آراستہ (برہان) ١٢ ٢ حسرت ٣ سیاف جلاد عنف درشتی ١٢ ش

هر روز بدین نیازمندی	میگشت به پستی و بلندی
شب تا سحر و ز صبح تا شام	یک لحظه دلش نکردی آرام
در دل غم دوست داشت تا مُرد	وان لحظه که مرد با خودش بُرد
روزی که زمانِ عمر درگشت	جان بر سرِ دل نهاد و بگذشت

خرامش کردن لیلی با سرو قدانِ همسایه سوی بوستان و شناختن آن آزاده نوبران را و زبانِ سوسن کشیدن و غزلی جگر اندوز از یک اندازهای مجنون به آواز نرم روان کردن و بر دل لیلی زدن و کاری آمدن و باز جست کردنِ لیلی طیرگی بُلبل خارنشینِ خود را و آزمودن آن راوی تعطش لیلی را سوی خونابه مجنون و مرگ مجنون غلبه کردن و سوخته شدنِ لیلی و بگرمی در خانه باز آمدن و به تبِ اجل گرفتار شدن

گوینده این حدیثِ زیبا	زین گونه نگاشت روی دیبا
کان زهره شب نشینِ بی خواب	چون در غم دوست ماند بیتاب

چوں غمزدگاں بدرد می بود | با نالہ و آہِ سرد می بود
ہر گریہ کہ کرد موجِ خوں ریخت | ہر دم کہ زد آتشے بروں ریخت
با سایۂ غمِ دراز می گفت | در پیشِ خیال راز می گفت
ہر چوب زجر ہائے دردش | زرچوبہ[1] شدہ زرنگِ زردش
ہر روزن و درِ زجلوہ گاہش | تاریک شدہ ز دودِ آہش
ہر غمزہ کہ زد ز چشمِ بدکیش | خوں ریخت و لے ز دیدۂ خویش
چشمے کہ بگریہ ریش میکرد | زاں بادہ خمارِ بیش میکرد
بے وسمہ کمانِ ابروانش | بے سرمہ دو چشمِ[2] ناتوانش
از داغِ غمش درونہ خستہ | داغِ کلفش[3] برخ نشستہ
کلفش کہ سیاہ فام کردہ | نسبت بمہش تمام کردہ
نے کلفہ کہ سایہ بد بمہتاب | نے نے غلطم کہ سایہ بر آب
غلطاں ہمہ شب شبے چو صد سال | پہلو پہلو چو قرعۂ فال
خالی شدہ از جلا جمالش | معزول شدہ زِ جلوہ خالش
از کوفتنِ رُخِ جمیلش | بر رُخ بدل[4] سپیدہ نیلش
زاں روئے کہ داد چرخ را نور | با آں ہمہ نیل چشمِ بد دور
مقنع چو درونہ چاک گشتہ | گلگونہ فتادہ خاک گشتہ

[1] زرچوب ہلدی ۱۲ اش [2] اسے چشمِ گریاں ۱۲ احسرت
[3] کلف تیرگی یعنی جھائیں ۱۲ اش [4] بدل، بدلہ عوض ۱۲ اش

پیرایهٔ زر چو سنگ مانده
آئینهٔ چیں بزنگ مانده

گشته خمِ طرهٔ چو شمشاد
از زخمِ زبانِ شانه آزاد

بنجویش زگفت وگوئے خویشاں
وز طعنه چو زلفِ خود پریشاں

غم را بدرونه بند میکرد
دل بر سرِ غم سپند میکرد

غم گرچه بگفت دردناک ست
در سینه گره زدن هلاک ست

دل دوختنِ غم ارچه خون ست
لب دوختن آفتِ زبون ست

گردد چو تنورِ بسته سرگرم
پولادِ درشت را کند نرم

دیگی که درونه شد بجوشش
کف (لب) بر دهن آید از خروشش نسخ

دشنه بجگر فرو توان خورد
سخت ست فرو خوردنِ درد

آنرا که بود بسینه جانے
خیزد ز جراحتش فغانے

مرده است که بے خروش باشد
نشتر خورد و خموش باشد

از گوشت تهی کنند خواں را
خوردن که تواند استخواں را

بیم ار نبود ز آخریں خواب
در دل چه سناں چه قطرهٔ آب

دل سوخته چوں کند نهاں راز
کش می بتراود اشکِ غمّاز

آں خم که دروں بود زلالش
بیروں گذرد نم از سفالش

گردم نزند لبش ز بیداد
رخساره سخن کند بفریاد

بیروں محکِ درونه باشد
عنواں ز غرض نمونه باشد

مشک ارچه بود به پوست خونش — بویش خبر آرد از درونش
کانونِ[1] تو شد چو آتش اندود — همسایهٔ تو بگرید از دود
آں کبکِ قفس نشینِ محبوس — بے جلوه چو پر شکسته طاؤس
از بند قفس چو آمدی تنگ — کردے بطوافِ وادی آہنگ
بر پشتِ جمازهٔ سبک خیز — از حجرهٔ غم بروں شدے تیز
باچند پریوشِ بہشتی — راندے بسرابِ دشت کشتی
گفتے غمے از شکسته حالی — کردے بسخن درونه خالی
لختے زہراسِ نقش بیناں — درگوشه شدی زہم نشیناں
باسبزه زدوست راز گفتے — باسرو غمِ دراز گفتے
ہرمرغ که درہوا پریدے — مقنع زنوائش بر دریدے
شب چوں سوئے خانه باز گشتے — بازش غمِ دل دراز گشتے
چوں شمع زغم فسرده میبود — شب سوخته روز مرده میبود
روزے زغم اندراں زبونی — تنگ آمد از اندُہِ درونی
از کنج سرائے آتش اندود — سرگشته بروں شتافت چوں دُود
خوباں که بُدند ہم نشینش — گشتند بہمرہی قرینش
رفتند بہم سے جمیله — در نخلستانِ آں قبیله

[1] کانون آتشدان (غیاث) ۱۲ حسرت

گه بر رخِ یاسمین خمیدند   گه در تهِ شاخِ گل خزیدند
هر شاخِ گلے شگوفه پرورد   لیلی بمیانه چوں گلِ زرد
هر غنچه کشاده لب بخنده   لیلی چو بنفشه سرفگنده
هر لاله ببوئے مشک گشته   لیلی چو نہالِ خشک گشته
هر بت رطبے زبار می خورد   لیلی ز زمانه خار می خورد
هر سرو ز جو بجامه میرست   لیلی ز سرشک جامه می شست
هر کبکِ رواں بناز مائل   لیلی چو تدروِ نیم بسمل
لختے چو درآں بساطِ گلروئے   ق   گشتند میانِ سبزه و جوئے
از گرمیٔ آفتابِ سوزاں   در سایه شدند نیم روزاں
در انجمنے که رشکِ مه بود   یک سایهٔ آفتاب ده بود
شخصے ز موافقانِ مجنوں   صافی گہرے چو دُرِّ مکنوں
از سوزِ رفیق سینه پرداغ   میگشت بجلوه گاهِ آں باغ
بشناخت که آں بتاں کدامند   هر یک بچه نسبت و چه نامند
در حلقهٔ شاں نمود میلے   شد در پئے آزمونِ[۱] لیلے
کاں باده که کرد قیس را مست   در لیلی از آں سرائیے هست
در گلشنِ آں بہارِ خنداں   برداشت نوائے دردمنداں

---

۱ آزمون آزمائش ۱۲ ش

سوزاں غزلے زقیں دلکش ‏ ‏ میگفت چو شعلہائے آتش

زاں زمزمۂ جراحت انگیز ‏ ‏ میزد بجگر زبانۂ تیز

خوباں کہ نوائے او شنیدند ‏ ‏ در پردۂ جامہ جاں دریدند

زاں نغمہ شدند دور از آرام ‏ ‏ چوں آہوئے ہند و اُشتر شام

معشوقہ چو نام یار بشنید ‏ ‏ واں نالۂ جاں فگار بشنید

شوریدہ زجائے خویش برخاست ‏ ‏ ستر ادبش ز پیش برخاست

در پیش غزل سرائے شد زود ‏ ‏ رخسارہ بہ پشتِ پائے او سود

گفت از سر گریہ اے نکو روئی ‏ ‏ بیگانہ نما و آشنا خوئی

دانم کہ بدیں دم شرندے ‏ ‏ داری خبرے ز دردمندے

زیں نو غزلے کہ کردی آغاز ‏ ‏ نوگشت مرا غم کہن باز

زاں غمزدہ کیں ترانہ رانی[1] ‏ ‏ مارا خبرے دہ ار توانی

کز دستِ دلِ ستم رسیدہ ‏ ‏ چون ست میانِ خونِ دیدہ

منزل بکدام غار دارد ‏ ‏ بستر بکدام خار دارد

ہم خانۂ او کدام مور ست ‏ ‏ ہمخوابۂ او کدام گور ست

سینہ بکدام داغ دادہ است ‏ ‏ دیدہ بکدام زاغ دادہ است

بالاش بغارِ تنگ چون ست ‏ ‏ پہلوش بر سوئے سنگ چون ست

[1] ترانہ رانی یعنی می سرائی ۱۲ اش

با کیست بروز تیره رازش | چوں میگذرد شب درازش
دارد بدگر خیال میلے | یا هم بخیال روئے لیلے
بشنید چو آں سخن خردمند | بکشاد بآزمون دمے چند
گفت اے ز وفا سرشته جانت | قاصر ز حدیث دل زبانت
آں یار که بهر اوست ایں گفت | دل زانده او بیاد رفت
کز تو شده بود دور و مهجور | دور از تو ز خویش نیز شد دور
دل را بتو داده بود آزاد | جاں نیز به بیدلی ترا داد
تا زیست نظر بروئے تو داشت | چوں مرد هم آرزوئے تو داشت
زاں ره چو گذشت بے جمالت | همره نشدش مگر خیالت
چوں با تو نگشت دوش با دوش | با خاک سیاه شد هم آغوش
همخانه عشق نازنین ست | همخوابه[۱] رائگاں زمین ست
بگرفت بخوابگه قرارے | وز بیخوابی برست بارے
هست از تو بخواب نیز بیتاب | می بیند خوابت[۲] اندراں خواب
آنرا که برآمد از غمت هوش | هاں تا نکنی ز دل فراموش
لیلی چو شنید ایں سخن را | در خاک فگند سرو تن را
میزد سر و پائے دوست برخاک | چوں مرغ بریده سر بتاپاک

۱ یعنی چیزے که بیکار باشد پیوند خاک میشود ۱۲ حسرت
۲ درخفتن هم خواب تو می بیند ۱۲ اش

گوینده نادرست پیماں | از گفتهٔ خویش شد پشیماں
چنداں کہ نمودہ استواری | پیوستہ نگشت زخم کاری
رخنہ کہ بدل شد و جگر ہم | انباشتہ کے بود بمرہم
در تن چو رگ حیات بگسست | از حیلہ کجا گرہ تواں بست
خوبان دگر کہ حال دیدند | از ہر طرفے فراز دویدند
شوریدہ ز خاک برگرفتند | فریاد و نفیر در گرفتند
بیخویشتنش بخانہ بردند | زانگونہ بما درش سپردند
شد پیرزن جگر دریدہ | زاں تیرہ نفس نفس بریدہ
افتاد برو چو خس بر آبے | یا بر سر آتشے کبابے
بتواں ز جگر برید پیوند | دیدن نتواں خراش فرزند

صفتِ برگ ریز و دو[1] وادوِ بادِ خزاں و از سببِ صدماتِ حوادث دوراں سر نہادن سروِ لیلیٰ در خاک وبے باکش ماندن

آمد چو خزاں بغارتِ باغ | بنشست بجائے بلبلاں زاغ
رخسارہ لالہ پر ز چیں گشت | آئینہ آب آہنیں گشت
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ | در ریختن آمد از سرِ شاخ

[1] تگ و دو ۱۲ حسرت

پُر برگ شده زمینِ گلزار / چون مجلسِ مُکرمان[1] ز دینار

ریزان گل و لاله شست در شست / مالیده چنار دست بر دست

هر سوئے برہنہ گلستانے / چون راہ فتادہ[2] کاروانے

ز آسیبِ طپانچہاۓ صرصر / غلطان بزمیں شگوفۂ تر

منقارِ کلاغ بر سرِ گل / مقراض شدہ بپرِّ بلبل

خفتہ علمِ شگوفه بر خاک / عباس شدہ درختِ ضحاک[3]

شیرازۂ گل گرہ کشادہ / هر سو ورقے بروں فتادہ

ماندہ همہ غنچہاۓ خوشبوۓ / از خندۂ شکّریں ترش روۓ

برگے کہ ز باد شد گریزان / هر گوشہ دواں فتان و خیزان

نرگس کہ بخواب چشم بستہ / از بانگِ زغن ز خواب جستہ

سوسن ز غبار سینہ پر خار / کآزادۂ و باخساں سروکار

رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے / پیمانۂ لالہ باد پیمائے

در زلزلہ سروِ راست خانہ / چوں مردمِ راست در زمانہ

گیسوئے بنفشہ خاک بوساں / چوں زلفِ خمیدۂ عروساں

نسریں بلبِ زمانہ خوردن / وز شاخ بتازیانہ خوردن

درهم شدہ جعدِ سنبل از باد / شانہ طلب از درختِ شمشاد

---

۱ صاحبان اکرام ۱۲ حسرت ۲ غارت شدہ و راہ زدہ ۱۲ حسرت ۳ یعنی درختے کہ از شگفتگی گلها بسیار خندہ زن بود از اثرِ خزاں بسیار عبوس و پژمردہ گشت ۱۲ حسرت

اثر رنج تپ

ناگہ بچنیں شگوفہ ریزے / افتادہ سگالے بر ستیزے
لیلی کہ بہارِ عالمے بود / از چشمۂ زندگی نمے بود
آتش زدہ گشت نوبہارش / وز آب برفتہ چشمہ سارش
آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت / جاں بردکہ سوئے جاں گذر داشت
آں دل کہ شدش بعشق پامال / جاں نیز رواں شدش بدنبال
آمیخت بسروِ نوجوانش / بیماری جسمِ ناتوانش
شعلہ ز تنش چناں بر آمد / کش دود ز استخواں بر آمد
پہلو بکنارِ بستر آورد / سر پوشِ اجل بسر در آورد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں / وز بسترِ رنج ساخت بالیں
چشمش کہ ہمی بخواب در گشت / در بندِ غنودنِ دگر گشت
در آتشِ تپ فتادہ نعلش / یاقوتِ کبود گشتہ لعلش
گشتش خوے تپ رواں تعجیل / ہم وسمہ ز رنگ روئے شست و ہم نیل
گیسو ز شکنج ناز ماندش / نرگس ز کرشمہ باز ماندش
شد تیرہ جمالِ صبح تابش / وافتادہ بزردی آفتابش
تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ / تبخالہ نہاد برلبش داغ
ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار / یک جاں بدو غم شدہ گرفتار
در تلوسہ[1] چنیں جگر سوز / میدید عقوبتے دو سہ روز

[1] تلوسہ بروزنِ وسوسہ مخفف تلواسہ کہ اضطراب وبیقراری واندوہ باشد (برہان) ۱۲ حسرت

چوں شد کہ آنکہ مرغِ دمساز — از بندِ قفس شود بپرواز
زاں شعلہ کہ زد بجانش آذر — بکشاد جریدہ پیش باذر
کائے دردِ من اندہ نہانت — واندیشۂ من خراشِ جانت
زیں غم کہ برائے من کشیدی — آزردہ شدی و رنج دیدی
ناچار چو خونم از تنِ تست — بارِ دلِ من بگردنِ تست
رنجے کہ نہند بر نہادم — لابد تو کشی کہ از تو زادم
کارے کہ مرا بود بصورت — آں کار ترا فتد ضرورت
در خوشہ فتد چو آتشِ تیز — از دوے تنہ را چہ جائے پرہیز
ہر گہ کہ جگر خراش گیرد — قالب چہ کند کہ گر نمیرد
تیمارِ مرا کہ پے فشردی — زحمت ز قیاس بیش بردی
وقت است کنوں کہ خیزم از پیش — زایل کنم از تو زحمتِ خویش
عذرت بکدام رسائے خواہم — مزدت مگر از خدائے خواہم
چشمت پس ازیں نمے مبیناد — بعد از غمِ من غمے مبیناد
بردار ز بسترِ ہلاکم — وز آب دو دیدہ شوئے پاکم
از آتشِ سینہ سوز و دم — وز بوئے جگر رساں دِرودم
خونریز بروئے مشک بویم — تا غازۂ تر شود بر ویم
گل زن بجبیں بروئے خویشم — کافور فشاں زموئے خویشم

چون از پئے مرقدم نہانی ق پوشی بلباسِ[۱] آن جہانی
از دامنِ چاکِ یارِ دلسوز یکپارہ بیار و برکفن دوز
تا باخود از آن مصاحبِ پاک پیوندِ وفا برم تہِ خاک
چون نوبتِ آن شود کہ از بخت لیلی بجنازہ برنہد رخت
کم کن قدرے رقیبِ ما را وآوازہ دہ آن غریبِ ما را
کاید چو شہاں دریں عروسی لب ساز کند بفرق بوسی
در جلوہ من کند نظارہ وز سینہ برآورد حرارہ
از رخ بزمیں شود زر افشاں وز گریۂ تلخ شکّر افشاں
رنگیں کند از جگر قبا را خونیں کند از نفس ہوا را
قاری شود از نفیرِ دلدوز مطرب شود از ترانۂ سوز
از گریہ رواں کند دو رودے وز نالہ برآورد سرودے
او نغمۂ غم زند بنامم من رقص کناں برون خرامم
آید قدرے چو مہربانان تا حجرۂ خوابگاہِ جاناں
وانگہ بوفا چنانکہ داند ہمخوابہ شود اگر تواند
در زندگی ار نبود کارے در خاک بہم بویم بارے
گو آنچہ کہ گفتی ار یقین ست بشتاب کہ وقتِ آن ہمین ست

۱ لباس آنجہانی کفن باشد ۱۲ حسرت

اینک رخ اگر جمال خواہی — وانیک من اگر وصال خواہی

شورے زد و کالبد برانگیز — تن با تن و جاں بجاں درآمیز

رنج دو جراحت اندکے کن — خونِ دو شہید را یکے کن

گر از دمِ سرد سردم اے دوست — خوں سرد نشد ہنوز در پوست

با گرمئ خونم آر در بر — پیوند بہ خونِ گرم بہتر

ور دل نشود کہ برمن آئی — چوں جاں بدریچۂ تن آئی

گیری گِلم اے[۱] دوست چوں گراناں — جاں دوسترت بود زجاناں

از مردئ تو برنگردم — زانروئے کہ در وفات[۲] مُردم

ہرکس پئے زندگاں گزیند — کس روئے گذشتگاں نہ بیند

یا آنکہ کنند نالہ و شور — نتواں پسِ مردہ رفت درگور

با ایں ہمہ من بمنزلِ خویش — خالی نکنم زتو گِلِ خویش

چوں خاک شود وجودِ پاکم — برباد دہد زمانہ خاکم

با بادِ صبا غبار گردم — گردِ سرِ کوئے یار گردم

گویند کہ گرد باد در دشت — جانے ست زتن رمیدہ در دشت

من نیز بجاں دہم کشادے — گردم بسرت چو گرد بادے

لیکن چو تو آنکسی کہ با دوست — ہمخوابۂ جاں شوی بیک پوست

---

۱ ترک و نقصان ۱۲ احسرت ۲ اے در وفائے تو ۱۲ احسرت

عمریست که جانِ تو بغم بود — در جُستنِ همرهِ عدم بود
بشتاب که سوئے آں خرابی — همراهِ دگر چو من نیابی
همره چه بود که جانِ چوں نوش — همخوابۂ و همدم و هم آگوش
آں راهِ دراز گاه و بیگاه — زافسانۂ غم کنیم کوتاه
چنداں ز تو انتظار بردم — کاندر رهِ انتظار مردم
وامروز که گشت جاں شکیبائے — من مردۂ و انتظار بر جائے
دوری منمائے بیش ازیں هم — کز کتم عدم رخِ تو بینم
منشیں که بساط در نوشتم — تو زود بیا که من گذشتم
گفت ایں سخن و زحال در گشت — وز حالتِ خویش بے خبر گشت
جانش که میانِ موجِ خوں رفت — مجنوں گویاں ز تن بروں رفت
او رفت ز دهرِ عمر فرسائے — واں کیست که خواستاند بر جائے
هیچ است جهانِ هیچ در هیچ — داننده نظر نکرد در هیچ
رنگیں منگر گیاه ایں کشت — کاوّل همه سست و آخر انگشت
همسایۂ مرگ شد حیاتش — همشیرۂ زهر شد نباتش
هر سرو و گلے که روید از خاک — فردا همه هیزم است و خاشاک
اے آنکه چو غافلاں بخوابی — تا دل ننهی بریں خرابی
هاں تا نخوری فریبِ ایام — کانگه بردت که دادت آرام

آن پیر شده خمیده [illegible] — [illegible] چه بی زر
بر [illegible] پیش [illegible] شکسته — [illegible] شده [illegible] رسته است
چون [illegible] گفت پرکار — [illegible] شده [illegible] گشته [illegible]
تا [illegible] گرفت [illegible] در پیش — جز عشق [illegible] توشهٔ خویش
زین خانه که رخنه‌گاه دزد است — [illegible] که بری بهانه مزد است
چون [illegible] ایم ازین گذرگاه — آن به که بریم توشهٔ راه
یارب چه بری ازین سوادم — زایمان درست بخش زادم
زین مرحله نیست بهره هم کس — جز بدرقهٔ عطای تو بس

خبر یافتن مجنون دردمند از بیماری لیلی و از حلقهٔ سگان بیابان زنجیر گسستن و بحلقه زدن در لیلی در آمدن و از پیش جنازهٔ لیلی در جلوهٔ رحیل دیدن و نثار شاهانه از دیده ریختن و بمصاحبت محافهٔ عروس خود سوی شبستان لحد بعزم خلود صحبت روان شدن

خوانندهٔ این خط کهن‌سال — زین گونه نمود صورت حال
کان بت چو ازین سرای غم رفت — با همرهٔ عشق در عدم رفت
مادر چو بدید حال لیلی — برداشت بنوحه وای ویلی

آہے زجگر چناں برآورد — کاختر ز دمش فغاں برآورد
افتاد ز غم چو خاک بر رو — وز درد فگند خاک بر سر
از کندن موہائے پرنور — میریخت بجسم مُردہ کافور
پرکالۂ تر ز روئے می کند — وز بہر سرشک جوئے می کند
سرمیزد و رُخ خراب میکرد — ناخن بحنا خضاب میکرد
زاں مشغلہ کش بروئے میرفت — خونابۂ رُخ بجوئے میرفت
خویشاں ہمہ آمدند دلتنگ — رخسارہ زخونِ دیدہ گلرنگ
کردند بدرد پیرہن چاک — دستارِ شرف زدند بر خاک
مجنوں زخبر بروفا دار — آگہ شدہ بُد ز زحمت یار
آزردہ دل و جگر دریدہ — بردر بعیادتش رسیدہ
کامد ز درونِ در نفیرے — وز خانہ پدید شد سریرے
لیلے گویاں برادر و خویش — ایشاں ز پس و جنازہ در پیش
بردند بروں جنازۂ ماہ — برخاست فغاں ز کوچہ و راہ
یکجا شدہ مرد و زن فراہم — پروین و بناتِ نعش باہم
عاشق کہ نظارۂ چناں دید — برداشت قدم کہ ہمعناں دید
در پیشِ جنازہ رفت خنداں — نے درد و نہ داغِ دردمنداں
از دیدہ رہِ جنازہ میرفت — می گفت سرود و پائے میکوفت

نظم از سرِ وجد و حال میخواند / خوش خوش غزلِ وصال میخواند
کالمنةُ لله از چنیں روز / کز ہجر برست جانِ پرسوز
در بزمِ وصال خوش نشستیم / وز دردِ فراق باز رستیم
در گل نہ ازیں سفال[۱] سائیم / بل غالیۂ وصال سائیم
وصلے کہ درو ز (ازو زاید ۱۲) قربِ جانی / نے گنجد جاں نہ زندگانی
بے منتِ خلق چارہ سازیم / بے طعنۂ خلق عشق بازیم
سروے کہ کشیدہ داشت بالیں / ق / از صحبتِ ایں تنِ سفالیں
وقت است کہ خانہ سازد اکنوں / ریحانِ وے از سفالِ مجنوں
بے منت دیدہ روئے بینیم / بے زحمتِ لعل بوسہ چینیم
چوں نیست کہ از جہاں بداریم / در گردنِ یکدگر درآریم
گریاں جبہ موئے در موئے / ہمخوابہ شویم روئے بر روئے
مجنوں ز میاں از بے ملامت / سر بر نکنیم تا قیامت
[illegible] تربیہ پاک با پاک / مانند حظیرۂ[۳] خاک با خاک
باید لحدے بہ تنگی آراست / تا ہر دو جسد یکے شود راست
گر فرجۂ خاک تنگ مایہ است / بستانِ عدم فراخ سایہ است
بنود منِ خستہ را دریں شور / خلوت کدۂ نکوتر از گور

۱ سفال اے جسمِ خاکی ۱۲ حسرت ۲ اے عالمِ برزخ ۱۲ حسرت
۳ حظیرہ بظائے معجمہ مقبرہ ۱۲ ش

نے از شغبِ مزاحماں جوشے | نے بانگِ رقیب در بنا گوش
نے عربدۂ فسردۂ[1] جاناں | نے سنگِ ملامتِ گراناں
نے بینشِ دیدباں بافسوس | نے دیدہ کشی ز چشمِ جاسوس
افتادہ دو یارِ داغ دیدہ | وزغم باجل فراغ دیدہ
اے کامدۂ بطعنِ مجنوں | مردست خوانم گر آئی اکنوں
وے دشمنِ خندہ زن ز حد بیش | میخند کنوں ولیک بر خویش
وے دوست کت اشک در روانی ست | مگری بغمے کہ شادمانی ست
چندانکہ ز بہرِ من زنی وائے | در نوحۂ لیلی اندر افزائے
ہر گریہ کہ بہرِ من کنی ساز | موجِ گہرش بلیلی انداز
موئے کہ کنی بموئیۂ[2] من | بر یادِ کمندِ زلفِ او کن
در ماتمم ار بسر کنی خاک | از شارعِ آں جنازہ کن پاک
بر من چو دعا دمی دریں دم | نے بر سوئے من کہ سوئے او دم
عفوے کہ بخواہیم ز درگاہ[3] | نے از پئے من کہ بہرِ او خواہ
در توشۂ من کہ نمک بیز | از چاشنیٔ غمش نمک ریز
حلوا کہ فرستیم پیاپے | نامِ لبِ او نویس بروے
زاں بوسہ بخاکش از حد افزوں | گوکیں[4] برساں بروحِ مجنوں

[1] فسردہ جاناں لے گراں جاناں ۱۲ حسرت [2] مویہ گریہ و نوحہ (برہان) ۱۲ حسرت
[3] اے از درگاہِ الٰہی ۱۲ حسرت [4] اے بخاک بگو ۱۲ حسرت

ره ارچه قیامتے ست سویش دردم ز دست نے رسم بکویش
زیں پا چه در راه رانیابم جاں پائے کنم بروشتابم
اے جانِ عزیز دل میندار کانجانِ عزیز یافتم باز
زینساں همه ره ترانه میزد رقصِ خوشِ عاشقانه میزد
آنرا که درونه زنده وش بود زیں زمزمهٔ فراق خوش بود
وانکس که نداشت لذّتِ درد درگریهٔ زار خنده میکرد
خلقے بگماں که مردِ بیهوش از بیخودی آمده است در جوش
ویں در دلِ کس نه کو بصد خواست افسانه گفته را کند راست
میرفت بداں ترنم و تاب تا خوابگهِ نگارِ خوش خواب
چوں شد گهِ آنکه دورِ افلاک در خاک نهد ودیعتِ خاک
گریاں جگرِ زمیں کشادند واں کانِ نمک درو نهادند
مجنوں ز میانِ انجمن جست وافتاد بدخمه[1]ٔ لحد پست
بگرفت عروس را در آغوش رو داشت بروی و دوش بردوش
دو اختر سعد را بپاکی افتاده قراں به برج[2] خاکی
خویشانِ صنم ز شرمِ آں کار جستند بغیرت اندراں غار
تا ساز کنند خشم و خونریز برگشته زنند خنجرِ تیز

[1] دخمه بروزن زخمه سردابهٔ مردگاں باشد (برهان) ۱۲ حسرت
[2] ثور و سنبله و جدی اینجا مراد قبر ۱۲ حسرت

چوں دست بہ پنجہ در زدندش | پیچاک[۱] غضب بسر زدندش
او را سر پنجہ بے خبر بود | پیچش ز شکنجہ دگر بود
باہم شدہ بود پوست با پوست | پرواز نمودہ دوست با دوست
کردند بجنبش آزمونش | از جاں رمقے نداشت خونش
بازو کہ حمایلِ صنم گشت | از ہم نکشادیں کہ خم گشت
افتاد بمغز نشاں غبارے | کز یار جدا کنند یارے
پیرے دو سہ از بزرگواراں | گفتند بچشم سیل باراں
کیں کار نہ شہوتِ ہوائی ست | سرّے ز خزینۂ خدائی ست
ورنہ بہوس کسے نہ جوید | کز جانِ عزیز دست شوید
خوشوقت کسے کہ از دلِ پاک | در راہِ وفا چنیں شود خاک
وصل ارچہ باہلِ دل وبال ست | وصلے کہ چنیں بود حلال ست
نفسے کہ نباشدش ہوا رام | رامش ز کجا شود دد و دام
گر عاشقی ایں مقام دارد | تقویٰ بجہاں چہ نام دارد
تا ہر دو نہ در مغاک[۲] بودند | زالایشِ نفس پاک بودند
وامروز کہ شہر بندِ خاک اند | پیداست کہ خود چگونہ پاک اند
اولیٰ بود از چنیں نشانے | پاکیزہ تنے بہ پاک جانے

۱ پیچاک اسے پیچ و خم (غیاث) ۱۲ حسرت
۲ اسے تا زندہ بودند و در مغاک قبر نرفتہ ۱۲ حسرت

درہم شکنید حالِ ایشاں — درگردنِ ما وبالِ ایشاں
از سوزِ دل آں حکایتِ زار — گرد آں ہمہ را درونِ دل کار
کردند بدر رواشک ریزی — بر ہر دو فتادہ خاک بیزی
زاں روضہ کہ دل گداز گشتند — گریاں سوئے خانہ باز گشتند
زافسوس زدند نعرہ چوں کوس — خود حاصل عمر چیست افسوس
باآنکہ دہد جہاں بقائے — ہیچ است چو نیستش وفائے
عمر ارچہ بآدمی عزیز یست — عمرے کہ چنیں بود چہ چیز یست
ایں عمر کہ روئے کس نہ بیند — چوں باد رود کہ پس نہ بیند
نقدِ شدہ چوں تواں ستد باز — ما سادہ دل و فلک دغا باز
ہر دم بہ کمانِ کینۂ خویش — تیرے کشد آسمانِ بدکیش
منگر کہ بدیگرے کشاید — گز وے چو گذشت بر تو آید
از وے کہ[1] جہد بہ گاہِ نخچیر — دوزد ہمہ خلق را بیک تیر
آنرا کہ بود بمرگ بنیاد — از مرگ کسے کجا شود شاد
در نوبتِ کس مکن خوشی فاش — کیں کار بنوبت است خوش باش
گیر در رہِ تو اجل نہانی — گر رہ ندہی بخود تو دانی
غافل مشو از جوانیِ خویش — می ترس ز خصمِ جانیِ خویش

اندرونِ افگار

[1] کہ بمعنی کدام ۱۲ ش

موئے سیہت کہ تیرہ رنگے ست — از عاریتِ[1] زمانہ ننگے ست

ناخوش بود آں عروسِ طنّاز — کز زیورِ عاریت کند ناز

ایں چشمۂ خور کہ آب جوی ست — از موئے سیہ خضاب شوی ست

ایں شب کہ تراست عشرت آموز — تا چشم بہم زنی شود روز

ہر مہ مہِ تو بر آسماں ہست — ماہی گیرے بنیمہ شست

از نیم و تمام ہر چہ ہستند — از نیمۂ شستِ او نرستند

چرخ ست خراسِ آسیا رو — چہ کہنہ چہ نو در آسیا جو

صرصر چو زند بہ بوستاں گام — ہم پختہ فتد ز شاخ و ہم خام

آتش چو بشعلہ برکشد سر — چہ ہیزمِ خشک چہ گلِ تر

بازارِ جہاں مبیں کہ تیز ست — کایں جملہ متاعِ رستخیز ست

صبحش منگر کہ ہست دلخواہ — باشد دُمِ گرگ و دامِ روباہ

شامش منگر کہ ہست خنداں — کاں تیغ نمایدت نہ دنداں

خندیدنِ آسماں ہلاکی ست — بس خندہ کہ آں زخشمناکی ست

چوں شد برۂ تو شیر بدخوئے — دست از رہِ خود بخونِ خود شوئے

انجم کہ رقیبِ جملہ چیزند — غارت گرِ جملہ چیز نیزند

دُزدی کہ ازو[2] کوتوال باشد — در قلعہ درون چہ حال باشد

[1] یعنی چوں زمانہ بعاریت ترا موئے سیاہ دادہ است اسباب ننگ ست نہ سامانِ فخر ۱۲ حسرت
[2] نگاہباں ۱۲ حسرت

خازن چو کند خزینه تاراج — گنجینهٔ نقب زن چه محتاج

این کهنه بساطِ عشرت اندوز — راهی است که میرود شب و روز

هر دم که زنی تو گاه و بیگاه — گامے ست که میزنی درین راه

با تا خفتنے بدین روانی — پیدا است که چند زنده مانی

تنبیه

بس خر صفتاں که در اقامت — بستند طویله بر قیامت

زین مرحله چوں بروں جهیدند — رفتند چنانکه پس ندیدند

خامی ست که در سرائے پرسوز — جا گرم کنند بهر ده روز

در سینه غرور در نگنجد — طوفاں بتنور در نگنجد

بگسل ز وفائے مادرِ خاک — کو بچهٔ خویش را خورد پاک

گفتی که مراست این زر و مال — نیک ست گر آیدت بدنبال

گنجے که دلِ تو شاد دارد — بیں تا چو تو چند یاد دارد

خوشدل شدنت چو کودک از قند — زین صرّهٔ[1] مروه ریگ تا چند

از لب نفسے رمیده گیرت — واں زر به کساں رسیده گیرت

هیچ ست همے که پیچ پیچ ست — بر هیچ مبند دل که هیچ ست

چوں بر گرهِ تهی نهی پیچ — گر باز کنی چه باشدش هیچ

خاکست خزینه در مغاکے — چندیں چه دوی ز بهر خاکے

---

[1] صره کیسه ۱۲ حسرت

این شیشه که بیش رنگ دارد   زانکس شکست که سنگ دارد

این موبها بپیچیدن بگیسوئے منور مادرِ مغفورهٔ خویش که تاب الشیب[۱] نوری داشت و بر پشت افتاد و بدین نالهاے سوز را نفس را خس و خاکستر گردہ شدہ و گوهرِ پاک برادر[مرد ۱۲] حسام الدین را که درمیان خواب خوردِ مورچه گشت روشن گردانیده آمد

تغمدهما اللہ بغفرانہ

ماتم کده شد جهان نهان نیست   ماتم زده کیست کز جهان نیست
زانجمله منم یکے دریں سوز   از روزیِ[۲] خویشتن بدین روز
کامسال دو نور زاخترم رفت   هم مادر و هم برادرم رفت
یکهفته ز بختِ تفتهٔ من   گم شد دو مہ دو ہفتهٔ من
هجرم ز دو سو کشید کینه   دهرم بدو دهره[۳] خست سینه
بخت از دو شکنجه داد پیچم   چرخ از دو طپانچه کرد هیچم
ماتم دو شد و غمم دو افتاد   فریاد که ماتم دو افتاد

۱ الشیب نوری یعنی پیری نورِ من ست ۱۲ اش ۲ روزی قسمت ۱۲ حسرت
۳ دهره بروزن بهره شمشیریست کوچک (برهان) ۱۲ حسرت

از زبانِ دل

حیف ست دو داغ چوں منے را | یک شعلہ بس ست خرمنے را
یک سینہ دو بار بر نگیرد | یک سر دو خمار بر نگیرد
از یک لگد آنکہ رخت ریزد | دویم زنیش چگونہ خیزد
آں دل کہ دو سوئے میگراید | گر شد ز میاں دو نیم شاید
خوں شد دلم از دریغ خوردن | وز نالہ ہمچو تیغ خوردن
چوں مادرِ من بزیر خاک ست | گر خاک بسر کنم چہ باک ست
اے مادرِ من کجائے آخر | رو از چہ نمی نمائے آخر
خنداں ز دلِ زمیں بروں آئے | بر گریۂ زار من بخشائے
راندی بہ بہشت کشتیِ خویش | رو تافتی از بہشتیِ[۱] خویش
ہر جا کہ ز پائے تو غبار ست | ما را ز بہشت یادگار ست
شیرازۂ جزوِ من ز تقدیر | آمیختہ خونِ تست با شیر
مہرے کہ بشیر شد فراہم | تا جاں نرود کجا شود کم
گیرم کہ شدی ز دیدہ مستور | از سینۂ من کجا شوی دور
زانجا کہ نوازشت فزوں بود | گستاخیِ من ز حد بروں بود
آزردہ دلم ز کردۂ خویش | کآزردہ شدی ز من ز حد بیش
با ایں خجلی کہ روسیاہم | عذرت بکدام روئے خواہم

[۱] کنایہ از خوب رو و خوبصورت باشد (برہان) ۱۲ حسرت

زاں بے ادبی کہ پیش کردم ۔۔۔ اینک ز فراق زخم خوردم
بر دل کہ صبور پیش سپر نیست ۔۔۔ تیر لیے ز فراق صعب تر نیست
در زندگیست ز روئے عادت ۔۔۔ غافل بُدم از چنیں سعادت
تا خانہ بود ز دولت آباد ۔۔۔ قدرش نشناسد آدمی زاد
دولت چو عناں ز دست بر بود ۔۔۔ مالیدنِ دست کے کند سود
من کایت ہجر خواندہ ام باز ۔۔۔ میدانم گرچہ ماندہ ام باز
نعمت بحضور سہل چیزست ۔۔۔ ہرگہ کہ ز دست شد عزیزست
مردم کہ تیوفتد بہ سُستی ۔۔۔ کے داند قدرِ تندرستی
نشناسد مرد قدر خویشاں ۔۔۔ تا دور نیوفتد از ایشاں
آنکس شرفِ حضور داند ۔۔۔ کز ذوقِ حضور دور ماند
آید چو غمے عزیز در پیش ۔۔۔ آنکس کہ عزیز تر غمش بیش
ہر لقمہ کہ خوشترست و دلکش ۔۔۔ باشد بقیاسِ آرزو خوش
نبود بجورش چو میل چنداں ۔۔۔ حلوا خشک ست زیرِ دنداں
ذاتِ تو کہ حُسنِ جانِ من بود ۔۔۔ پشت من و پشتبانِ من بود
نامِ تو ز نقش دولت انباز ۔۔۔ ہم دولتِ بندہ بود و ہم ناز
با ناز نماند دولتم حیفت ۔۔۔ ناز از چہ کنم چو دولتم خفت
نے نے کہ ترا چو نام زندہ است ۔۔۔ خود دولتِ من ہماں بندہ است

نامِ تو پناہِ خویش سازم — تعویذِ کلاہِ خویش سازم

نے نام کہ مونسِ غمم ست آں — بل نائبِ اسمِ اعظم ست آں

روزے کہ لبِ تو در سخن بود — پندِ تو صلاحِ کارِ من بود

امروز ہمم[1] بمہر و پیوند — خاموشیِ تو ہمی دہد پند

لیکن سخنِ تو گر بود ہوش — از ہوش تواں شنید نہ از گوش

غافل چو منے کہ نیست ہوشم — کے پندِ تو رہ برد بگوشم

زانجا کہ بزندگانیِ خوب — بردی رقمے ز غیرِ مغضوب[2]

اکنونت گماں برم کہ ناکام[3] — در خوردِ عمل بود سرانجام

گر ہیچ رواجِ کار یابی — در پردۂ قدس باریابی

یاد آر بحضرتِ رفیعم — خوشنودیِ خویش کن شفیعم

دانم کہ تو در بہشتِ جاوید — رخشندہ تری ز ماہ و خورشید

چون ست برِ تو ہمسرِ من — فرزندِ تو و برادرِ من

قتلغ[4] کہ مر از حق تبارک — بودہ است چو نامِ خود مبارک

از اوجِ وفا کبوترِ پاک — ہم کابکِ من ز برجِ افلاک

تے نے غلطم کہ در سواری — شاہینِ دلاورِ شکاری

---

۱ اے امروز ہم مرا ۱۲ حسرت ۲ اشارہ بجانب آیہ غیر المغضوب علیہم ۱۲ حسرت

۳ ناکام بالضرور (غیاث) ۱۲ حسرت

۴ قتلغ اسم ترکی ست ۱۲ حسرت

در معرکه اژدها نظیرے	در مستی باده[1] شیرگیرے
روان همه سو برزم چون تیغ	تیغ از همه رو چو برق در میغ
آئینِ غزا تمام کرده	دولت لقبش حسام کرده
در حملهٔ دُرست چون پدر شیر	نے همچو منِ شکسته شمشیر
چون حرفِ پدر همه زبر[2] کرد	هم عزمِ[3] ولایتِ دگر کرد
شد جانِ پدر زجانِ او شاد	لیکن غمِ او بجانم افتاد
اے مونس و یاورم غمِ تو	نه از دل که زجان خورم غمِ تو
بے مونس و بے رفیق و بے یار	چونی و چه میکنی در آن غار
بودی ز توانِ بے ترازو[4]	بازوئے من و توانِ بازو
رفتی و توان زبازوم رفت	نقد شرف از ترازوم رفت
خواهم که بجستنت شتابم	جویم و نشانے از کجات یابم
بسیار شبت بشادمانی	آمد بصبوحِ کامرانی
تا عاقبت آن مئے طرب زائے	یکباره در او فگندت از پائے
دوران که قدح لبالبت داد	در خوردِ نشستنت شبت داد
چه شد که تنگ[5] شراب گشتی	پیش از دگران خراب گشتی
خویشان که زخویش سیر گردند	لختے به کشش دلیر گردند

[1] یعنی بادهٔ جوانی ۱۲ حسرت [2] از بر ۱۲ حسرت [3] یعنی در پے پدر بآخرت شتافت ۱۲ حسرت
[4] یعنی بے اندازه ۱۲ حسرت [5] تنگ شراب کم ظرف که زود مست گردد ۱۲ حسرت

کوشند اگرچه در جدائی / زینسان نه برند آشنائی
بنمائے رخ این چه روئے تابیست / بیدار شو این چه دیر خوابیست
گر ننگری این تن خرابم / بارے رخ خود نما بخوابم
از خواب تو در برادران تاب / خوش کرده تو با برادران خواب
دوری همه گرچه نادرست ست / دوری ز برادران درشت ست
فریاد کنم ز جان ناشاد / فریاد که نشنوی تو فریاد
هر دم خورم از فسوس خارے / خود نیست چو من فسوس خوارے
هر نیم شبے و صبح گاہے / از حسرت تو برآرم آہے
چون تو نکنی بسوئے من راه / از آه چه خیزدم همان آه
دانم که بدین شغب فزائی / زانجا که تو رفته نیائی
لیکن چه کنم چو ناشکیبم / خود را به بهانه می فریبم
اے درد تو هم طویلهٔ من / حال تو برون ز حیلهٔ من
در خاک نه زان نمط شدی گم / کآئی بنظر بجهد مردم
غربال دل ارچه خاک بیزست / دریافتنت برستخیزست
نائی چو بکوششم فراچنگ / از بے گہری بدل نہم سنگ
سنگین کنم این دل پر آتش / کآتش باشد بسنگ در خوش
در سینه نهم ز سوگواری / غمہائے ترا بغمگساری

نامِ تو نصیب کردنِ دل — طومار کنم بگردنِ دل

نقشِ تو بدل نگار سازم — وز یادِ تو یادگار سازم

آیم بتو چون شکسته رائے — خوانم بشکستگی دعائے

دعوت چو درِ امید گیرد — اُمید پذیر در پذیرد

هم تو ز نصیبِ آنچنانی — بفرست نصیبم آنچه دانی

روحِ تو که باد دور از آذر — باشد چو رفیقِ روحِ مادر

شاید که باتفاقِ فرخ — آرید برحمتِ خدا رخ

گویید بهر سکون و سیرے — ایمانِ مرا دعائے خیرے

تا چون بسوئے شما کنم راه — مومن چو شمارم الی الله

یارب که برحمتِ گنه شوئے — از گردِ گنه بشوئے شان روئے

آمرزشِ خویش یارِ شان کن — بخشایشِ خود نثارِ شان کن

میدار بجلدِ شان فراهم — نوبت چو بمن رسد مرا هم

در ختمِ این نامهٔ مسلسلِ مجنون که هر نقش مقرر قلب ست و خط کشیدن بر خطائے حرف گیران که صحیفهٔ مردمان را انگشت پیچ کنند و چون نامهٔ ایشان باز کشائی به پیچند از پیچ پیچ منشئ ایام چه التفات انشاء الله کراماً کاتبین این نامهٔ سیاه را بر من نه پیچانند یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب

چون گنجِ هنر کشاده بختم — تو بادهٔ غیب بست رختم

بیان سبب

ارزانی گوہر گراں خیز | کرد از ہمہ سوخرندہ را تیز
آمد فلک آستیں کشادہ | نہ بحر درآستیں نہادہ
انجم کہ کشادہ تحفہ دیدند | درّے بستارۂ خریدند
باقی کہ نداشت قیمت ایام | دادم قدرے بمشتری دام
از غلغلِ ایں سرود و ایں لحن | پاکوفت فرشتہ بر نہم صحن
میخواست بسے دلِ ہوس باز | کز سحرِ قدیم نو کنم ساز
بیروں دہم از دمِ دروسنے | با جادوئے رفتہ ہم فسونے
پے برپئے او چنانکہ دانم | گفتم قدمے زدن توانم
از شیوۂ خود رمیدہ گشتم | تسلیمِ ہماں جریدہ[1] گشتم
چیدم بقلم نمونۂ پیش | بردم زمیاں تکلفِ خویش
آرایشِ پیکر معانی | بستم بلاستِ روانی
کاں مایہ کہ صنعتے بود خام | از شیوۂ من برون برد نام
چشمے کہ دلے برد بتاراج | دانی کہ بسرمہ نیست محتاج
در وسمہ کنی برابرِ روئے زشت | چوں سبزۂ تر بود در انگشت
زاں سکہ کہ مردِ پرہنر داشت | بہ زیں نتواں نمونہ برداشت
گر خود بزلالِ من شدی غرق | ممکن نشدیش درمیاں فرق

[1] جریدہ یکتا ۱۲ حسرت

زین بیش تفاوتے ندانم — کاں از دلِ اوست وین زجانم
مردم کہ بزاد تو امانند — ہم ہر دو بیک دگر نمانند
دو خط کہ نویسی از یکے دست — ہم نوعِ تفاوتے دراں ہست
کلک ارچہ کشد دو نقطہ برکار — ہم بیش و کمی بود بمقدار
نقاش کہ پیکرے نشاں کرد — دیگر نتواند آنچناں کرد
مانی کہ قلم زنِ خیال ست — مانند نبشتنش محال ست
مقصودِ من از بیانِ این حرف — طرزِ سخن ست و صرفۂ صرف
کاقلیم کساں بزہرۂ شیر — بہ زین نتواں ستد بشمشیر
ہرچند کہ این خطِ مسلسل — موئے نبود ز حرفِ اوّل
دانم بیقین کہ حاسدِ خس (مجنوں لیلی ۱۲) — پشمینہ رقم کند بر اطلس[۱] (لیلی مجنوں ۱۲)
اے آنکہ بہ[۲] مرا تہی نام — وز غورۂ خویش خوش کنی کام
از من نظرت بچشمِ سوزن — وندر دفِ تو ہزار روزن
غربال سپر کنی چو در جنگ — زخم آوردت ز صد در آہنگ
گر ما ز ہنر تہی میانیم — بارے تو بگوئی تا بدانیم
از دعوی این خیال سنجی — تا گفتہ ملاف تا نرنجی
بنود چو فسانۂ تو نامی — بیہودہ چہ لافی از نظامی

۱ بر اطلس از پشمینہ نقش و نگار کردن غیر موزون ست ۱۲ حسرت ۲ بہ مخفف بہی میوہ ۱۲ اشں

گفتی دمِ اوست مردہ را زیست
آں زانِ ولیست زانِ تو چیست

گر زاں قدح آری آبخوردم
بے گفتِ تو اعتراف کردم

لیکن بتو ار بود متاعے
بکشا ز دوکانِ خود قفاعے[1]

صد رحمتِ ایزدی برآں مرد
کز کیسۂ خود بود جوانمرد

از خوانِ کساں نوالہ دادن
بر نسیہ بود قبالہ دادن

من کردہ ام ایں دغل شماری
تو نیز بیار تا چہ داری

دانم کہ بچاشنیِ ایں شہد
گوئی صد و پنجہی بصد جہد

لیکن نرود جنیبتِ لنگ
پویاں و دواں ہزار فرسنگ

زاں کردہ ام ایں نوائے خوش ساز
تا گوشِ زمانہ را کنم باز

ذوقے کہ دریں دمِ حیاتیست
ہمشیرۂ اولیں نباتست

زندہ است بمعنی (مجنوں لیلی ۱۲) اوستادم
ور نیست منش (لیلی مجنوں ۱۲) حیات دادم

احسنت زہے سخنور چیست
کز نکہتِ دہانِ عالمے شست

میداد چو نظم نامہ را پیچ
باقی نگذاشت بہرِ ما ہیچ

آں بحر کہ بر لبش خسے نیست
محتاجِ ستایشِ کسے نیست

آنکس کہ قدم چناں سپردہ است
انصاف خود آنچہ بود بردہ است

انصاف مرا سزاست بارے
کز ہیچ کنم چنیں نگارے

[1] قفقاع نمونہ جنسِ ناقص ۱۲ اش

اوزا ہمہ شکر گوہر آمائے ـــ نہماد زیک روش بروں پائے
صد طرز سخن چو شکر و شہد ـــ ننمود مگر بمثنوی جہد
او بود بیک فنی نشانہ ـــ چوں یک فنہ بود شد یگانہ
داناکہ در خرد کشاید ـــ آں کار کند کہ نیکش آید
گاذرکہ بکار خود تمام ست ـــ بہتر زحریر باف خام ست
لنگے کہ برقص شد سبک خیز ـــ ہنگامۂ خندہ راکند تیز
کورے کہ کند گہر شناسی ـــ بازی کند از دم قیاسی
آں گنج نشان و گنجہ پرورد ـــ بودہ است دریں متاع درخورد
وانگہ زجہاں فراغ جستہ ـــ وز شغل زمانہ دست شستہ
بارے نہ بدل مگر ہمیں بار ـــ کارے نہ دگر مگر ہمیں کار
کوشش ہمہ در سخن سگالی ـــ خاطر زہر التفات خالی
کنجے و دلے زمحنت آزاد ـــ آسودگی بتمام بنیاد
از ہر ملکے و نیک نامے ـــ اسباب معاش را نظامے
بے جنبش پائے کام در دست ـــ میگوئے سخن چو کام دل ہست
چندیں سبب مراد باہم ـــ چوں نایدش ایں سخن فراہم
مسکین من مستمند بیہوش ـــ از سوختگی چو دیگ در جوش
شب تا سحر از صباح تا شام ـــ در گوشۂ غم نگیرم آرام

باہم ز برائے نفسِ خود رائے   پیشِ چو خودے ستادہ برپائے

تا خوئے نرود ز پائے تا سر   دستم نشود ز آبِ کس تر

مزدے[1] کہ دہند منتِ داد   وآں رنج کہ من برم ہمہ باد

چوں خر کہ علف کشد بزاری   ریزند جوش وے بخواری

گر از پئے ہفتۂ زمانے   یابم ز فراغِ دل نشانے

سہل ست بفرصتے چناں تنگ   کاوندہ چہ زر برآرد از سنگ

ممدوحِ خجستہ را کنم یاد   یا رغبتِ سینہ را دہم داد

بخت[2] ایں کہ سخن سبک عناں ست   کاں در دل و گنج بر زباں ست

کلکم کہ سرش زبانِ غیب ست   گنجینہ کشائے کانِ غیب ست

آواز دہم چو در روانی   لبیک زناں دو دو معانی

از جنبشِ نظمِ گرم رفتار   دلالۂ فکر ماندہ بے کار

با چنداں شغلِ خاطر آشوب   چندیں برِ تو دہم بیک چوب

گر از تگ و پوئے آب و نانم   بودے قدرے خلاصِ جانم

روشن گشتے کہ از چنیں دُر   آفاق چگونہ کردمے پُر

با اینہمہ ہر کہ بیند ایں گنج   معلوم کند حدِ سخن سنج

[1] اے مزدِ رنجِ من دہند و منتِ عطا نہند، رنجِ مرا ضائع شناسند ۱۲ حسرت

[2] اے خوبیِ بخت ست ۱۲ حسرت